شاہین

حصہ اول

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

www.Nayaab.Net 2006 انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

ترتیب

۱۔	باغی	04
۲۔	سرحدی عقاب	18
۳۔	ملت فروش	40
۴۔	ان کا میزبان	56
۵۔	ربیعہ کا اضطراب	90
۶۔	ربیعہ کے خواب کی تعبیر	109
۷۔	قوم اور اس کا سپاہی	141
۸۔	نئے عزام	160
۹۔	باپ اور بیٹا	185
۱۰۔	تار عنکبوت	213
۱۱۔	مجاہد اور عذار	239
۱۲۔	سیاہ پوش	259

☆

ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں
اقبالؔ

باغی

(۱)

پچاس سوار پہاڑ کے دامن سے اُتر کر گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے ایک ندی کے ٹوٹے ہوئے پُل کے سامنے رُکے۔ ندی کے پار جنگل اور بھی گھنا تھا۔ اس وادی میں جنگل درختوں کے ساتھ ساتھ انگور کی بلیں، سیب، انار اور مختلف اقسام کے پھل دار درخت اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ جنگل کبھی ایک باغ تھا۔ پُل کے پار ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں کناروں پر تناور درختوں کی شاخیں آپس میں مل کر ایک چھت کا کام دیتی تھیں۔ سرسبز گھاس اور بیلیں جو کناروں سے آگے بڑھ کر سڑک کے پتھروں کو اپنی آغوش میں لے رہی تھیں، اس بات کا ثبوت تھیں کہ اُنہیں مَسلنے والے پاؤں شاذونادر ہی اس سڑک کا رُخ کرتے ہیں۔

ندی کا پانی زیادہ گہرا نہ تھا اور سڑک کو چھوڑ کر یہ سوار چند قدم نیچے یا اُوپر جا کر اُسے آسانی سے عبُور کر سکتے تھے لیکن کسی خیال کے تحت آگے جانے والے دو سواروں نے پُل کے قریب پہنچتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا اور پیچھے آنے والی جماعت کو رُکنے کا ارشاد کیا۔ یہ تمام سوار جنگ کے بہترین سازوسامان سے آراستہ تھے۔ سب سے آگے سواروں میں ایک کی قبا اور عمامہ سفید تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا ساتھی اس رسالے کے باقی سواروں کی طرح زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا۔ تاہم اس کا خوب صورت مشکی گھوڑا، جواہرات سے مزین تلوار کا دستہ اور اس کی زرہ اور خود کی چمک اس میں ایک امتیازی شان پیدا کرتے تھے۔

یہ دونوں سوار جو بظاہر اس دستے کے راہنما معلوم ہوتے تھے کچھ دیر پُل کے

قریب گھوڑے روک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

بالآخر سفید پوش نے کہا"۔مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اُس نے انکار کر دیا تو""؟ مشکی گھوڑے کے سوار نے جواب دیا۔"تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اُسے باغی سمجھیں اور اس سے باغیوں کا سا سلوک کریں"۔

"نہیں اُس نے اپنی آزادی ہمارے دشمنوں سے چھینی ہے۔اگر وہ صرف اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ لے تو بھی ہم اُس کی آزادی کا احترام کریں گے"۔

"اور اگر اس نے ہماری یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی تو؟"

"تو بھی میں اُس سے تعرض نہیں کروں گا۔ہاں مجھے یہ افسوس ضرور ہوگا کہ میں غرناطہ کی فوج میں ایک ناقابل تسخیر عنصر کا اضافہ نہ کر سکا"۔

مشکی گھوڑے کا سوار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پل کے پار سڑک پر ایک ہرن نمودار ہوا۔اُس نے ترکش سے تیر نکالا۔لیکن ابھی کمان اُٹھائی تھی کہ درختوں میں سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور پل کے پاس ایک درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے لکڑی کے تختے میں پیوست ہو گیا۔

ہرن چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔تمام سوار اس غیر متوقع تیر سے بد حواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔مشکی گھوڑے کے سوار نے لکڑی کے تختے کی طرف دیکھا تو اُسے تیر کے علاوہ اُس پر چند دُھندلے سے حروف دکھائی دے۔

اُس نے اپنے سفید پوش ساتھی سے کہا۔"شاید اس پر کچھ لکھا ہوا ہے"۔

دونوں گھوڑوں سے اُتر کر درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کے قریب پہنچے ۔اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

"اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔

یہ چراگاہیں مجاہدوں کے گھوڑوں کے لئے وقف ہیں۔

اس جنگل کے پھلوں اور شکار کے جانوروں پر صرف اُن لوگوں کا حق ہے جو اُندلس کی سرزمین کو کو پنجہ غیر سے چھڑانے کا عہد کر چکے ہیں۔

غرناطہ سے صرف وہ لوگ اس زمین میں داخل ہو سکتے ہیں جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔

وہ لوگ جو دشمنان اسلام کی غلامی پر قانع ہیں یا وہ لوگ جنھوں نے عیسائیوں کا باجگزار رہنا قبول کرلیا ہے اس زمین پر پاؤں رکھنے کی جرأت نہ کریں۔

ہمارے پاس تلوار کا جواب تلوار ہے''۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد سفید پوش سوار نے اپنے زرہ پوش ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔''وہ قسطہ کی طرح غرناطہ کے لوگوں کو بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے میں حق بجانب ہے لیکن میں ہر قیمت پر اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

زرہ پوش نے جواب دیا۔''وہ یہاں سے کوئی آٹھ میل دُور ایک پُرانے قلعے میں رہتا ہے۔لیکن اُسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلائے بغیر ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔یہ گھنا جنگل تیراندازوں سے پٹا پڑا ہے۔میں سفید جھنڈا دکھاتا ہوں۔شاید اس کا کوئی آدمی نکل آئے اور ہمیں نامہ و پیام کا موقع مل جائے۔''

سفید پوش نے اثبات میں سر ہلایا۔زرہ پوش نے اپنے دستے کے ایک سوار کو آواز دی اور سفید جھنڈا لہراتا ہوا پل کے قریب آ کھڑا ہوا۔

زرہ پوش نے بلند آواز میں کہا۔''کوئی ہے، ہم سرحدی عقاب کے نام دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔''

ایک لمحہ سکوت کے بعد دوسرے کنارے ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں جنبش

پیدا ہوئی اور ایک نوجوان نیچے اُتر کر ندی کے کنارے کی طرف بڑھا اور بولا ۔" ہمارے پاس دوستی کا جواب دوستی ہے لیکن سرحدی عقاب کو شاید یہ اعتراض ہو کہ دوستی کے پیغام کے لئے آپ کو اتنے مسلح سواروں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

زرہ پوش نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ بدر بن مغیرہ کے جانباز غرناطہ کے پچاس مسلح سپاہیوں سے مرعوب نہیں ہوسکتے ۔تاہم اس سے پوچھا جائے اگر اُسے اعتراض ہو تو ہم ان سپاہیوں کو واپس بھیج دیتے ہیں، ورنہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے سپرد کر دیتے ہیں اور تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہماری ساتھی ندی کے اس پار کھڑے رہیں اور تم ہم دونوں کو اپنے امیر کے پاس لے چلو"۔

نوجوان نے جواب دیا۔"اگر آپ سرحدی عقاب کا نام جانتے ہیں تو آپ شاید ان کی عادات سے بھی واقف ہوں۔ اُنہیں آپ سے ملاقات کی بجائے اس بات سے زیادہ دلچسپی ہوگی کہ آپ کے یہ سپاہی جس فوج کا ہراول ہیں اس کی صحیح تعداد کیا ہے۔

زرہ پوش نے اپنا خود اُتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔"اگر تمہارے دل میں غرناطہ کی فوج کے ایک سپہ سالار کے لئے کوئی عزت نہیں تو کم از کم غرناطہ کے شاہی گھرانے کا احترام ضرور ہوگا۔"

(۲)

نوجوان پریشانی کی حالت میں پیچھے مُڑ کر درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ایک لمحہ کے سکوت کے بعد درختوں کے عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور آن کی آن میں ایک سوار جس کے جسم پر چمکتی ہوئی زرہ اور سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا ۔ندی کے کنارے آ کر رُکا۔وہ اٹھارہ بیس برس کا خوش وضع نوجوان تھا اور اس کے

چہرے سے غیر معمولی شجاعت مترشح تھی۔ اُس نے ایک لمحہ کے لئے ندی کے دوسرے کنارے کھڑے ہونے والے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور کہا۔ ''بدر بن مغیرہ سے ملاقات کے لئے آپ کو غرناطہ کے شاہی گھرانے کے کسی فرد کی سفارش کی ضرورت نہیں، وہ ایک مخلص سپاہی سے مل کر زیادہ خوش ہوگا۔''

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کے خلوص کی کسوٹی صرف میدان جنگ ہے اور اگر قدرت نے مجھے اور تمہارے امیر کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع دیا تو میرے سینے کے زخموں سے اُبلتا ہوا خون میرے خلوص کی شہادت دے سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہو کہ اگر اُسے موسیٰ کے خلوص پر شبہ ہے تو آج ہی قسطلہ کے کسی شہر پر چڑھائی کر کے دیکھ لے۔ میں اور میرے یہ پچاس سپاہی تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں اس کا ساتھ دیں گے؟''

دوسرے کنارے سے نوجوان نے ذرا غور سے اپنے مخاطب کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر چند قدم نیچے جا کر گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا۔ وہ زرہ پوش کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُترا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا۔ ''اگر موسیٰ ہیں تو میں کوئی دوسرا سوال کئے بغیر آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں''۔

موسیٰ نے نوجوان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ ہی بدر بن مغیرہ ہیں۔ میں حیران ہوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔؟''

بدر بن مغیرہ نے اُس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ''تو آپ حیران ہیں کہ ہم ایک دوسرے کہ پہلی ہی نگاہ میں کیوں نہ پہچان سکے۔''

موسیٰ نے کہا۔ ''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ بڑی عمر کے ہوں گے لیکن میں خوش ہوں عقاب کہلانے کے لئے یہی عمر موزوں ہوتی ہے۔ اب اگر

آپ اندلس کے شاہی گھرانے سے اپنی گزشتہ رنجشیں بھول جائیں تو میں آپ سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جسے میں اندلس کے ترکش کا آخری تیر سمجھتا ہوں۔"

"اگر اندلس کے ترکش کے آخری تیر سے آپ کی مراد ابو عبداللہ الزغل ہے تو میں اُن سے ملنا اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ غرناطہ سے جو مجاہدین میری جماعت میں شامل ہوئے ہیں، انہوں نے میرے سامنے غرناطہ کی صرف چند شخصیتوں کی تعریف کی ہے اور ان میں سے فوج کے وہ سالار جنہیں دیکھنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی موسیٰ اور الزبغیری ہیں اور شاہی گھرانے کا ایک فرد الزغل ہے۔"

موسیٰ نے جواب دیا۔ "الزبغری کو ہم اپنے ساتھ نہ لا سکے لیکن آپ کی نگاہیں اگر ایک ہلکے سے نقاب کے پار جا سکتی ہوں تو الزغل آپ کے سامنے موجود ہے۔"

بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے سفید پوش ساتھی کی طرف دیکھا تو اُس نے مصافحہ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنا نقاب اُتار دیا۔ الزغل کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے گہری دلچسپی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اندلس کے ترکش کے آخری تیر آپ جیسے نوجوان ہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "آپ کی حوصلہ افزائی کو شکریہ لیکن بدقسمتی سے اندلس میں تیروں کو پرکھنے والے ہاتھ رُباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں"۔

الزغل نے جواب دیا۔ "میں ان ہاتھوں سے رباب چھین لوں گا اور اگر رباب نہ چھین سکا تو ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اندلس کے ناکارہ ہاتھ اگر رباب کے

تاروں سے کھیل رہے ہیں تو وہ اس لئے کہ اُن کے پاس تیر نہیں ۔میں اُن کے لئے تیر جمع کر رہا ہوں۔ میں تمہیں غرناطہ کی فوج میں شامل ہونے دعوت دینے آیا ہوں"

۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔" یہ دعوت مجھے پہلے بھی دی جا چکی ہے لیکن میں اور میرے ساتھی غرناطہ میں ایوان شاہی کی نمائش کا سامان بننے کی بجائے اس جنگل میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس سنگ مرمر کے محلات اور اطلس کی قبائیں نہ سہی لیکن ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اہل غرناطہ کی طرح نصرانی بادشاہ کے باجگزار نہیں۔ یہ مجاہد جو اپنی زندگی کی تمام دلچسپیاں چھوڑ کر اس جنگل میں آ بسے ہیں غرناطہ میں جا کر دوسری غلامی قبول کرنے پر رضامند ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی آب و ہوا میں ان مجاہدوں کی خاراشگاف تلواریں جنہوں نے بار ہا نصرانیوں کے دانت کھٹے کئے ہیں اپنی آہنی صفت کھو بیٹھیں گی۔غرناطہ کی بھٹی میں ان کا لوہا پگھل کر رباب کے تاروں میں تبدیل ہو جائے گا۔عقاب صرف اس وقت تک عقاب ہے جب تک وہ چٹانوں میں بسیرا کرتا اور کھلی فضاؤں میں اُڑتا ہے۔ معاف کیجیے ہم شاہی دربار کے آداب سے واقف نہیں ۔ہم صرف سپاہی ہیں اور ہماری جدوجہد کا ایک مقصد ہے۔ جس دن غرناطہ کا سلطان یہ اعلان کرے گا کہ میں اسلام کا پرچم دوبارہ قرطبہ اور اشبیلیہ پر نصب کرنے کا عہد کرتا ہوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آپ کو ہمیں دعوت بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی، ہم بن بلائے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور اندلس کی وہ خاک جہاں غرناطہ کے باشندے اپنا پسینہ بہانے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہمارے خون سے لالہ زار ہو گی۔ خدا کی قسم اگر میرے متعلق کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں انسانوں کے ایک گروہ کا امیر بننے

کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ میں ایک سپاہی ہوں اور غرناطہ کے اس سپہ سالار کا منتظر ہوں جو طارق کی نگاہ اور عبدالرحمٰن کا دل رکھتا ہو۔ یہ وادی اس کئے لئے ایک مستقر کا کام دے گی اور جب تک وہ نہیں آتا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اگر وہ سپہ سالار آپ میں سے کوئی ہے تو یہ مورچا اُس کے لئے حاضر ہے، ورنہ آپ جائیے اور مجھے انتظار کرنے دیجیے۔ مجھ سے پہلے میرے والد اور ان س پہلے ان کے والد اس سپہ سالار کی آمد شوق میں اس مورچے کی حفاظت کرتے رہے۔ میں بھی اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔"

بدر بن مغیرہ یہ کہہ کر خاموش اور الزغل محبت، شفقت اور عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہو کر دیر تک اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "مغیرہ کے بیٹے سے مجھے یہی توقع تھی۔ نواجون! مبارک ہیں وہ چراگاہیں جہاں تمہارے گھوڑے چرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ درخت جن کی چھاؤں میں تم سوتے ہو۔ بیشک غرناطہ کے محل اس قابل نہیں کہ وہ ایک شاہین کا مسکن بن سکیں۔ لیکن میں تمہیں محلات میں رہنے کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا، میں تمہیں ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ہم قسطلہ کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ابوالحسن آج بھی اعلان جہاد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن میں نے اس سے چار ماہ کی مہلت لی ہے اور ان چار ماہ میں ہمیں بہت کرنا ہے اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔"

بدر کی خوبصورت آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔ اُس نے الزغل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہونٹوں سے لگالیا اور بولا۔ "اگر نصرانیوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اُٹھانے کے لئے قدرت نے یہ ہاتھ منتخب کیا ہے تو میں اس بوسہ دیتا

ہوں۔"

الزغل نے ہاتھ پھیلا کر بدر کو گلے لگالیا۔الزغل سے علیحدہ ہو کر بدر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔"میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتا ہوں"۔

موسیٰ آگے بڑھ کر اس سے بغلگیر ہوا تو الزغل نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

موسیٰ! یہ عقاب تمہارے قبضے میں بڑی مشکل سے آیا ہے اسے چھوڑ نہ دینا۔"

موسیٰ نے بدر کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔"آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اپنے قبضے میں رکھنے کی بجائے آپ کے ساتھ اُڑنے کی کوشش کروں گا۔"

"میں آپ کو جانتا ہوں۔"بدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"غرناطہ کی آنکھ کے تارے کو کون نہیں جانتا"۔

موسیٰ نے کہا۔"میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"کہئے!"

"مجھے یہ خیال تھا کہ حالات نے آپ کو بے حد محتاط بنادیا تھا لیکن آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ آپ کی روایات کے خلاف ہے۔اس وقت آپ اکیلے ہمارے پاس چلے آئے آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہماری نیت بُری نہیں۔"

بدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔"پچاس آدمیوں کی نیت اگر بُری بھی ہو تو بھی اس جگہ اپنے لئے انہیں کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتا۔"

"اور آپ کو کیسے یقین آیا کہ ہمارے پیچھے کوئی فوج نہیں۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے پیچھے کوئی اور فوج نہیں اور جب آپ پہاڑ سے نیچے اُتر رہے تھے تو میں ایک درخت

پر بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے باوجود میں کافی محتاط ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ کے پچاس آدمی میرے ساتھیوں کے نرغے میں ہیں"۔

موسیٰ نے حیران ہو کر چاروں طرف درختوں پر نگا ۔ دوڑائی ۔ بدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔" جسے ہدف دیکھ سکے ہم اُسے تیرے نہیں کہتے ۔ میں آپ کی تشویش دور کئے دیتا ہوں ۔" یہ کہ کر اس نے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھایا اور پل کے قریب درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تختے کا نشانہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔" ہمارے معزز مہمان یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہاں کتنے عقاب موجود ہیں۔ تختہ تمہارا ہدف ہے۔ ہوشیار"۔ جونہی بدر بن مغیرہ کی کمان سے ایک تیر نکل کر تختے میں پیوست ہوا مختلف اطراف سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تمام تختہ تیروں سے بھر گیا۔ درختوں کے کٹے ہوئے پتے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

موسیٰ نے حیران ہو کر کہا" تو ہمارے پیچھے بھی درختوں پر تمہارے آدمی ہیں؟

"ہاں اور آپ کے آگے بھی تختے کے دوسری طرف آپ اس سے زیادہ تیر پائیں گے۔"

الزغل نے کہا" موسیٰ! اس نوجوان سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں چند دن کے لئے فوف کے چند سالار یہاں بھیج دوں گا۔ میں اس کے سامنے بہت سی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور ہمارا ارادہ ہے کہ ہم آج ہی واپس چلے جائیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا" مجھے معاف کیجئے میں نے آپ کو اتنی دیر یہاں ٹھہرائے رکھا آپ میرے ساتھ آیئے ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

الزغل اِنے جواب دیا ۔"لیکن آپ کی قیام گاہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اور وہاں جا کر شاید میں آج ہی واپس نہ جاسکوں"۔

"میں آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاؤں گا۔ آیئے اس جنگل کے پھل اور شکار آپ کے لئے اور اس کے گھاس آپ کے گھوڑوں کے لئے حاضر ہے۔"

"ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر الزغل گھوڑے پر سوار ہو گیا۔
بدر کی رہنمائی میں سواروں کے دستے نے ندی عبور کی۔ دوسرے کنارے پہنچ کر بدر نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور آن کی آن میں قریباً دوسو تیر انداز ندی کے آس پاس دونوں کناروں کے درختوں سے نیچے کود کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک سرپٹ سوار جنگل میں چھپتی ہوئی سڑک پر نمودار ہوا۔ بدر کے تیر اندازوں اور الزغل کے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا روکا اور مذبذب سا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

ا موسیٰ کا پورا نام موسیٰ بن ابی غسان ہے۔

اُس کے عمر بائیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی شکل وشباہت اور رنگ خاص عربی نسل یا بربری مسلمانوں کی بجائے مخلوط نسل کے ہسپانوی باشندوں سے ملتا تھا۔ اُس کے چہرے سے سپاہانہ جبروت سے زیادہ علم اور ذہانت مترشح تھی۔ بدر کی طرح اُس کے سر پر بھی سفید عمامہ تھا لیکن زرہ کے اُوپر وہ سُرخ رنگ کی قبا پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کے دو تھیلے بندھے ہوئے تھے۔

بدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر! تم آ گئے، یہ تاجدار اندلس کے بھائی الزغل ہیں اور یہ موسیٰ ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک خوشخبری لائے ہیں۔ عنقریب قسطلہ کے خلاف اعلان جنگ ہونے والا ہے"۔

بشیر نے گھوڑے سے کود کر ان دونوں سے مصافحہ کیا تو بدر نے کہا۔ "یہ بشیر ین

حسن ہیں۔ آپ نے ان کا نام سُنا ہوگا۔ اندلس میں ان سے بہتر جرّاح شاید اور کوئی نہ ہو۔ انہوں نے قرطبہ میں اپنا عالی شان محل چھوڑ کر میرے ساتھ اس جنگل میں رہنا پسند کیا۔"

بدؔر نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ یکے بعد دیگرے جنگل میں غائب ہوگئے۔

(۳)

تھوڑی دیر بعد بدؔر اور بشیر جنگل میں اپنے مہمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک چشمے کے کنارے پہنچے جہاں درختوں کے سائے سرسبز گھاس پر ایک وسیع دستر خوان بچھا ہوا۔ بدؔر کے پچاس ساٹھ آدمی یہاں بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے مہمانوں کے گھوڑے ایک طرف باندھ کر اُن کے آگے گھاس ڈال دی۔

الزغل اور اس کے سپاہی جب دستر خوان پر بیٹھے تو تقریباً ہر ایک یہ سوچ رہا تھا کہ میزبان نے اپنے غیر متوقع مہمانوں کے لیے کیا انتظام کیا ہوگا۔ بدؔر نے تالی بجائی تو درختوں کے ایک جھنڈ سے چند آدمی طشت اُٹھائے نمودار ہوئے اور تھوڑی دیر میں دستر خوان پر پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بھنے ہوئے گوشت اور مختلف اقسام کے پھلوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالآخر الزغل نے کہا، "آپ نے بہت تکلف سے کام لیا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے آن کہ آن میں یہ سارا انتظام کیسے کیا؟"

بدؔر نے جواب دیا۔ "میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم

ہو چکا تھا کہ آپ راستے میں ناشتہ کرنے کے لیے کہیں نہیں رُکے۔ اور جب میرے خبر رسانوں نے یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنے ساتھ سامانِ رسد بھی نہیں لائے تو میں کھانے کا انتظام کرنے کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا۔"

کھانا کھانے کے بعد لوگوں نے الزغل کی امامت میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد بدر، الزغل، موسیٰ اور بشر باقی لوگوں سے علیحدہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ موسیٰ نے اندلس کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا اور دیر تک آنے والی جنگ کے متعلق مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔ الزغل نے بدر کی مختلف تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا حملے سے چند دن قبل آپ کو غرناطہ بُلا لیا جائے گا۔ سر دست میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے چند اور علاقے آپ کے تحویل میں دے دئے جائیں۔ آپ اس جنگل کو مستقر بنا کر ان علاقوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ اس سرحد کی حفاظت سے مطمئن ہو کر ہم اپنی بیشتر قوت دوسرے محاذ پر منتقل کر سکیں گے۔ میں ابوالحسن سے آپ کو اس سرحد کو گورنر مقرر کرنے کی اجازت لے آیا تھا لیکن مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اس اقدام سے فرڈیننڈ فوراً چوکنا ہو جائے گا اور ہمیں تیاری کا موقع دینے سے پہلے ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ نام کے لئے سرحد کو گورنر کوئی اور رہو مگر کام کے لئے آپ ہوں۔ چار ماہ تک عیسائیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ ہمارے مفاد کے خلاف ہوگی۔ اس دوران میں ہم اُن کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں آپ قرطبہ، شبیلیہ اور دوسرے شہروں کے حریت پسندوں کو اپنے پاس بلائیں۔ میں اُن کے لئے غرناطہ اور باقی اندلس کے مسلمان متحدہ ہو جائیں تو ہم اس ملک کو ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کی غلامی سے آزاد کرا سکتے ہیں۔"

بدر نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "کاش یہ بات کوئی آج سے پچاس، سویا

دوسو برس پہلے سوچتا۔ دوسو برس پہلے غرناطہ میں صرف قرطبہ، طلیطلہ اور شبیلیہ سے تین لاکھ مہاجرین جہاد کے ارادے سے غرناطہ میں پناہ گزین ہوئے تھے لیکن وہاں حسد و عناد کی آگ میں ان کی تلواریں پگھل کر رہ گئیں۔ صرف اس وادی میں پچاس برس پہلے ساٹھ ہزار مجاہد تھے۔ آج میرے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں۔ لیکن اگر غرناطہ لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو اُن کی تعداد تین گنا ہو سکتی ہے۔ ابھی تک بہت سے فالتو گھوڑے اس جنگل میں چرتے ہیں۔ اگر مجھے ہتھیاروں کی ضرورت پڑی تو آپ کو اطلاع دوں گا۔"

سرحد کے علاقے بدر بن مغیرہ کی نگرانی میں دینے کے متعلق بہت سی تفصیلات طے کرنے کے بعد الزغل نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

سرحدی عقاب

(۱)

مسلمانوں کی اندلس پر قابض ہوئے قریباً آٹھ صدیاں گزر چکی تھیں ۔ ان آٹھ صدیوں کی تاریخ ایک عظیم قوم کے عروج اور زوال کی داستان ہے جس کا پہلا کا باب عرب فاتحین اور اموی خانان کے جلیل القدر حکمرانوں نے اپنے خون کی روشنائی سے لکھا تھا۔ اب یہ عظیم قوم جس کی سطوت بحیرہ روم کی سرکش کی لہروں پر سکوت طاری کر دیا کرتی تھی ۔ بے کسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہی تھیں ۔ تہذیب وتمدن کا وہ درخت جسے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانبازوں اور عبدالرحمٰن کے جانشینوں نے پروان چڑھایا ۔ تھا باد خزاں کے تندو سرکش جھونکوں کا سامنا کر رہا تھا۔

مسلمان ایک آندھی کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے ۔ جب مزاحمت کی تمام دیواریں ٹوٹ گئیں ۔ اور اسپین کے باشندوں نے شاہسوارانِ عرب کے آگے ہتھیار ڈال دئے تو یہ آندھی رحمت کی گھٹا سے بدل گئی اور اُندلس کی بنجر زمین باغ عدن میں تبدیل ہوگئی ۔ وہ ملک جہاں انسانیت جہالت کے چنگل میں دم توڑ رہی تھی، یورپ کا مشعل بردار بن گیا ۔ جب یورپ پر وحشت اور بربریت کی تاریک گھٹائیں مسلط تھیں، اندلس کے ہر گھر میں علم و ہنر کی قندیلیں روشن تھیں ۔ جب یورپ کے اکثر باشندے جانوروں کی کھالوں سے اپنے جسم ڈھانپتے اور جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے ۔ اندلس کے باشندے پارچہ بانی اور فن تعمیر کو اوج کمال تک پہنچا چکے تھے جب یورپ میں کتابوں اور کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد اُنگلیوں پر گنی جاسکتی تھی ۔ اندلس میں کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا جس کے گھر میں کتب

خانہ نہ ہو۔

اموی امارت کا زمانہ اندلس کی تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔آج بھی ایک سیاح جب اس کے جاہ وجلال اور شان وشوکت کا تصور کرتا ہے جو قرطبہ، اشبلیہ اور طلیطلہ کے کھنڈروں میں دفن ہے تو وہ حیران ہو کر یہ پوچھتا ہے کہ کیا یہی وہ **ملک** ہے جس کی خوشحالی دیکھ کر شارلمین کے سفیر دنگ رہ جاتے تھے؟ کیا موجودہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے جس کی زمین سونا اُگلتی تھی، جہاں غربت وافلاس کا نام ونشان تک نہ تھا جس کی تجارت روس، ایران اور چین تک پھیلی ہوئی تھی۔جس کی یونیورسٹیاں دُنیا بھر میں مشہور تھیں جس کے علماء کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے جانشین گھٹنے ٹیکتے تھے۔

اندلس کے مورخین کی روحیں جو شاید ہر شام ان ویرانوں کا طواف کرتی ہیں نہایت مغموم انداز میں ہمیں ان سوالات کو جواب دیتی ہیں۔''ہاں یہ اسپین عربوں کا وہی اندلس ہے، جس کی سطوت کی داستان قصہ پارینہ بن چکی ہے۔یہ جبل الطارق وہی ہے جہاں طارق بن زیاد کے جہاز لنگر انداز ہوئے تھے، یہ قرطبہ وہی شہر ہے جہاں عبدالرحمٰن ثالث کے دربار کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے سفیر دم بخود رہ جاتے تھے۔یہ اندلس وہی ہے لیکن وہ عظیم قوم جس نے اپنے خون اور پسینے سے اس کی خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی تھی مٹ چکی ہے۔ان کھنڈروں کے نیچے ان جلیل القدر معماروں کی لاشیں دفن ہیں جنھوں نے اس **ملک** کو باقی یورپ کے لئے روشنی کا مینار بنا دیا تھا۔''

تاریخ عالم مختلف اقوام کے کمال وزوال کی داستانیں بیان کرتی ہے لیکن اندلس کے عرب فاتحین کے کمال وزوال کی داستان سب سے زیادہ دل چسپ اور

سب سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اگر وہ سورج، وہ چاند اور وہ تارے جنہوں نے تخلیق آدم سے لے کر آج تک اپنی نہ جھپکنے والی آنکھوں سے ترقی یا تنزل کے راستوں پر چلنے والے ہزاروں قافلے دیکھے ہیں، اپنے پہلو میں دل رکھتے ہوں تو وہاں یقیناً اندلس کے عرب حکمرانوں کے عروج و زوال کی داستان نقش ہو گی۔

(۲)

اندلس میں مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی دَور کے بعد شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ طاقتور حکمرانوں کے زمانے میں یہ سلطنتیں اندلس کی اسلامی سلطنت کی باجگزار بن جاتیں اور کمزور حکمرانوں یا مسلمانوں کے باہمی انتشار کے زمانے میں یہ اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے سرحدی علاقوں پر لوٹ مار شروع کر دیتیں اندلس میں اموی خاندان کا عہد حکومت مسلمانوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا اور اموی سلاطین شمال کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اُمراء کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ان سے فیاضانہ برتاؤ کرتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری میں اموی خاندان کے زوال کے بعد اندلس کے مسلمان لامرکزیت اور انتشار کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ اندلس کی عظیم سلطنت قریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس انتشار سے الفانسو ششم نے فائدہ اُٹھایا اور شمال کی عیسائی حکومتوں (جیلیقیہ، لیون اور قسطلہ کو ملا کر ایک سلطنت بنالی۔

اندلس کے مطلق العنان مسلمان اُمراء جب اپنے کسی ہمسایہ سے مغلوب ہوتے تو الفانسو کو مدد کے لئے پکارتے۔ وہ ایک حکمران کو دوسرے کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنی مدد کی قیمت وصول کرتا۔ یہاں تک کہ اسپین کے قریباً تمام

حکمران اس کے باجگوار ہوگئے اور اس کی فوج نے ملک کے طول وعرض میں چوکیاں قائم کر کے لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔

اس مصیبت کے وقت مراکش اور الجیریا کا حکمران یوسف بن تاشفین مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچا۔اس نے انہیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی۔لیکن کوتاہ اندلش مسلمانوں کو کوشش کے باوجود ایک مرکز پر جمع نہ کر سکا۔جب مسلمانوں میں مصالحت کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس نے اندلس پر قبضہ کر کے اُسے اپنی افریقی سلطنت کا ایک صوبہ بنا دیا۔

افریقہ کے مرابطین کی یہ سلطنت جس کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے رکھی تھی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔اندلس کے اُمراء اس میں کمزوری کے آثار دیکھتے ہی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندلس میں جتنے بڑے بڑے شہر تھے اتنی ہی سلطنتیں قائم ہوگئیں۔اس نازک مرحلہ پر عبدالمومن نے مسلمانوں کے اقتدار کے گرتے ہوئے محل کو سہارا دیا اور اندلس کے چھوٹے چھوٹے خودسر حکمرانوں کو مغلوب کر کے موحدین کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

موحدین نے شمال کے عیسائی حملہ آوروں کو پے در پے شکستیں دیں۔لیکن بدقسمتی سے وہ افریقہ میں بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔اس لئے اندلس پر اُن کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور اندلس کے اُمراء کے سازشیں بڑھتی گئیں۔

۱۲۱۲ء میں عیسائیوں نے موحدین کی رہی سہی افواج کو لاس نواس میں شکست دی اور اس کے بعد مسلمانوں کے کئی شہر ایک ایک کر کے اُن کے قبضے میں چلے گئے۔

۱۲۳۸ء سے ۱۲۶۵ء تک مسلمان آپس میں جھگڑتے رہے اور اس دوران میں قسطلہ کے عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ ثالث اور ارغوان کے حکمران نے متحد ہو کر

قرطبہ، ہلنسیہ، اشبیلیہ اور مرسیہ کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کے لئے قرطبہ اور اشبیلیہ کا عیسائیوں کے قبضے میں چلا جانا، بغداد اور بکارا کے تاتاریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے کم نہ تھا۔

اندلس میں اب ان کا آخری حصار غرناطہ کی سلطنت تھی ۔ یہ سلطنت کوہ سیرانویدا اور ساحل کے قریب المریہ سے لے کر جبل الطارق تک پھیلی ہوئی تھی ۔ غرناطہ میں قریباً اڑھائی سو برس اور مسلمانوں کی حکومت رہی ۔ مفتوحہ علاقوں کے بہت سے لوگ اُسے اپنے دفاع کا آخری مورچہ سمجھ کر غرناطہ میں آ گئے اور انہوں نے اپنی خدمات غرناطہ کے حکمرانوں کو پیش کیں لیکن مسلمان اُمراء کی وہ تلوار جو بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لایا کرتی تھی اب نیام میں آ چکی تھی ۔

قریباً ڈیڑھ صدی تک غرناطہ کی سلطنت خود غرض اُمراء کی باہمی کشمکش اور اس کے سرحدی علاقے عیسائیوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا نشانہ بنے رہے ۔ بعض موقعوں پر غرناطہ کے حکمرانوں نے عیسائیوں کو شکستیں بھی دیں لیکن غرناطہ کسی ایسی اولوالعزم شخصیت کی راہنمائی سے محروم رہا جو عیسائیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا پورا پورا سدباب کرتی ۔

اگر کسی امیر کو عیسائیوں پر کوئی فتح حاصل ہوتی تو عوام کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لئے اس کا ساتھ دیتا لیکن بعد میں پھر یہ سلطنت حسد و رقابت کا اکھاڑا بن جاتی ۔

تاہم اس زمانے میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے نہ صرف یورپ بلکہ دُنیا کا کوئی شہر غرناطہ کا ہم پلّہ نہ تھا۔ اس کے معمار ساری دنیا میں مشہور تھے ۔ اس کی یونیورسٹی میں دور دراز ممالک کے طلباء تعلیم پاتے ہیں، غرناطہ کے جرّاح اور طبیب

دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے لئے آزادی، عزت اور فلاح کا راستہ منتخب کرتی ہے تو علم اس کے لئے ایک تازیانے کا کام دیتا ہے لیکن جب وہ اس راستے سے ہٹ جاتی ہے تو یہی علم وہ فن اس کے لئے نشہ آور دوائی بن جاتا ہے اور اُسے اپنے عمل کی کوتاہی پر ضمیر کی ملامت نویں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی کے وسطِ آخر میں غرناطہ کی اسلامی سلطنت کے تنزل کے آثار نہایت تیزی کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے۔ فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے ذریعے دو عیسائی سلطنتوں اراغون اور اسطلہ کا اتحاد اور مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ اندلس میں مسلمانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوئی۔

بدر بن مغیرہ کو قسطلہ کے اُمراء اور عوام سرحدی عقاب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قسطلہ کی حملہ آور افواج کے خلاف وہ اپنی غیر متوقع کامیابیوں کی بدولت غرناطہ میں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ ساٹھ میل لمبا، چالیس میل چوڑا پہاڑ اور جنگل ایک مدت سے ان آزاد لوگوں کا مسکن تھا جا غرناطہ کے متعلق غیر جانبدار اور پڑوس کی عیسائی سلطنتوں سے برسر پیکار چلے آتے تھے۔ بدؔر سے پہلے اس کا باپ مغیرہ اس علاقے کا امیر تھا اور اس نے عیسائیوں کے بہت سے علاقے چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لئے تھے۔ غرناطہ کے حکمران قسطلہ کو خراج دینا بند کر دے تو یہ علاقہ اس کا ہے اور میں اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے نصرانیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھوں گا۔ ورنہ میں غرناطہ کی وساطت سے قسطلہ کے عیسائی بادشاہ کو بھی شامل کر لے۔ اس لئے اس نے مغیرہ کو کہلا بھیجا کہ جب تک تمہاری سرگرمیاں صرف نصرانیوں کے خلاف ہیں

تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔

قسطلہ کے باجگزار عیسائی اُمراء باہمی رقابتوں کے باعث مغیرہ کے خلاف کوئی متحد محاذ نہ بنا سکے اور اسے تیاری کا موقع ملتا رہا۔ عیسائی اُمراء کے محکوم مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اُس کے ساتھ آ ملے لیکن اس نے ابھی تک کوئی چھ ہزار مجاہد فراہم کیے تھے کہ نصرانی اندلس میں ایک بڑا انقلاب آیا۔

فرڈی نینڈ پنجم اور ازابیلا کی شادی کے باعث شمال کی دو طاقتور عیسائی سلطنتوں قسطلہ اور اراغون کا اتحاد اسلامی اندلس کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن گیا۔ فرڈی نینڈ کے اقتدار کے سامنے چھوٹے چھوٹے عیسائی حکمرانوں کی حیثیت معمولی سرداروں کی سی رہ گئی۔ وہ غرناطہ کی باجگذار سلطنت کے مقابلہ میں مغیرہ کے چھوٹے سے آزاد علاقے کو اپنے لئے زیادہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ اُسے یہ علاقہ فتح کرنے کے لئے اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ قربان کرنا پڑیگا۔

مغیرہ نے آنے والے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے اندلس کے طول و عرض میں مجاہدین کی جماعتیں تیار کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس نے آزاد علاقے کی حفاظت اپنے ایک نائب کے سپرد کی اور ایک معمولی تاجر کے بھیس میں اندلس کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں کے ان مسلمانوں نے جن کی روح غلامی کی زنجیروں میں پھڑ پھڑا رہی تھی اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی اور اُسے یقین دلایا کہ وقت آنے پر وہ اپنے اپنے شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ تاہم مغیرہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک طویل عرصہ غلامی کے بعد نصرانی اندلس میں بہت کم ایسے مسلمان رہ گئے ہیں جو اسلام کے لئے زندہ رہنا اور اسلام

کے لئے مرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کے اسلاف کے دین سے بیگانہ کرنے کے لئے جو حربے عیسائی حکمران استعمال کر چکے تھے وہ کافی حد تک کامیاب تھے اور اب فرڈی نینڈ کے عہد حکومت میں اُنہیں مرتد بنانے کے طریقوں پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی درس گاہوں میں عربی زبان ممنوع قرار دے دی گئی تھی، اُنہیں عربی لباس پہننے کی ممانعت تھی۔ اُنہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی درس گاہوں میں بھیجیں۔ تھوڑی بہت مراعات صرف اُن لوگوں کے لئے تھیں جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ لیکن جو مسلمان رہنا چاہتے تھے ان کے لئے حکم تھا کہ وہ خاص قسم کا نشان لگائیں۔ بازاروں میں اُنہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں کمزور لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی جو بظاہر عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے لیکن اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اندلس کے رہے سہے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ وہاں کی ایک قومی تحریک تھی منافقین کی ایک جماعت نے اندلسی اور غیر اندلسی کا جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہسپانوی نسل کے مُسلمانوں کو عربی النسل مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے اور نصرانی حکومت نے ان سرگرمیوں کو اپنے لئے مفید سمجھ کر اُن کی حوصلہ افزائی شروع کر دی تھی۔ یہ لوگ مساجد اور چوراہوں میں عرب اور بربری مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلتے رہتے تھے۔ ان حالات میں بیشتر عرب اور بربری مراکش چلے گئے تھے اور کچھ غرناطہ میں آباد ہو گئے تھے۔

مغیرہ جب ان شہروں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آیا تو وہ پُر اُمید نہ تھا۔ تیس شہروں میں قریباً چار ہزار مسلمانوں نے اُس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔ تاہم وہ مایوس نہ ہوا اور اپس نے عہد کیا کہ وہ اندلس کے ہر شہر میں جہاد کا پیغام پہنچائے گا۔

اُسے یہ بھی احساس تھا کہ جب تک غرناطہ سے کوئی زندہ دل حکمران بغاوت کا جھنڈا بلند نہیں کرتا، اندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا خواب اُدھورا رہے گا۔ اُس کی زندگی کی سب سے بڑی، خواہش، یہ تھی کہ غرناطہ کا حکمران عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے اور وہ سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہو جائے لیکن غرناطہ کا تخت جو دغرض دعویداروں کی رزم گاہ بنا رہا۔ ان حالات کے باوجود مغیرہ نے ہمت نا ہاری۔ وہ ہر سال بھیس بدل کر اندلس کے شہروں میں جاتا اور لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرتا۔ اپنی قیام گاہ میں واپس آ کر بھی وہ اپنا زیادہ وقت اندلس کے شہروں کی خفیہ جماعتوں کے نام خطوط لکھنے میں گزارتا۔

ایک دن مغیرہ جنگل کے پرانے قلعے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آ کر اطلاع دی کہ چند سپاہی سرحد سے ایک اجنبی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلیطلہ سے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ مغیرہ کو اپنی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ابھی تک طلیطلہ جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے اشارہ پر اجنبی کو پیش کیا گیا۔ بدر کی عمر اس وقت چودہ برس تھی اور وہ اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا۔ اجنبی نے کمرے میں داخل ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔ ”میں آپ کے ساتھ تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

مغیرہ نے سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ہاں کہو۔“

اجنبی نے جواب طلب نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھا تو مغیرہ نے کہا ”اس کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔“

اجنبی نے اپنی جیب سے ایک خط نکال کر مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ ” اسے پڑھ لیجئے۔“ طویل مراسلہ پڑھنے کے بعد مغیرہ سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کے

کانوں میں مراسلے کے یہ آخری الفاظ گونج رہے تھے۔طلیطلہ میں دس ہزار سرفروش آپ کے منتظر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے اس شہر کو اب تک کیوں نظر انداز رکھا ہے۔طلیطلہ کے مسلمان اندلس کے باقی تمام شہروں کے مسلمانوں سے زیادہ مظلوم ہیں اور ان میں ہزاروں ایسے ہیں جو ظلم کے بوجھ تلے سسک سسک کر جاب دینے کی بجائے آپ کے جھنڈے تلے بہادری کی موت کو ترجیح دیں گے۔"

مغیرہ نے ایلچی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔"جاؤ ان سے کہو کہ میں آؤں گا۔بہت جلد آؤں گا۔"

اس کے بعد مغیرہ نے چند سپاہیوں کا بُلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو حفاظت کے ساتھ سرحد کے پار پہنچادیں۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر مغیرہ اپنے بستر سے اُٹھ کر ایک راہب کا بھیس بدل رہا تھا۔ایک سپاہی نے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ آپ کا گھوڑا تیار ہے۔

مغیرہ نے کہا۔"میں ابھی آتا ہوں"۔

سپاہی کمرے سے نکل گیا۔مغیرہ شمع کی روشنی میں اپنے بیٹے کے بستر کے قریب کھڑا ہوکر کچھ دیر اُسکے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر اُس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔بدر نے اچانک ایک جھرجھری لی اور ایک ہلکی سی چیخ کے بعد آنکھوں کھول دیں۔"میں کہاں"۔اُس نے سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا اور پھر"ابا جان" کہہ کرمغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

"ابا جان!ابا جان! میں آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔میں آپ کے ساتھ چلونگا۔"

”بیٹا کیا ہوا؟“ مغیرہ نے اُسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

”ابا جان! میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ کئی بھیڑیے میرا اور آپ کا تعاقب کر رہے تھے۔ آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ میں آپ کی مدد کے لئے لوٹنا چاہتا تھا لیکن آپ یہ کہہ رہے تھے۔ ”بدر! تم بھاگ جاؤ۔ تم بھاگ جاؤ۔“ ابا جان! اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔“

”نہیں بیٹا!“ مغیرہ نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔

بدؔر نے کہا۔ ”ابا جان! آپ نے پچھلے سال وعدہ کیا تھا کہ جب آپ غرناطہ جائیں گے تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“

”لیکن بیٹا! میں غرناطہ نہیں جا رہا، طلیطلہ جا رہا ہوں اور وہاں تمہیں تمہارے ساتھ کئی خطرات پیش آ سکتے ہیں۔“

”ابا جان! میں بزدل نہیں ہوں۔“

”بیٹا! اگر میدان جنگ میں جانا ہوتا تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ لیکن طلیطلہ میں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔“

”وہ کیسے؟“

”میرا خواب۔ ابا جان آپ خود کہا کرتے ہیں کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے“۔

مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”تم اپنے خواب کی تعبیر کیوں نہیں کرتے کہ اگر تم میرے ساتھ گئے تو ہمیں بھیڑیوں سے پالا پڑے گا۔“

بدؔر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”ابا جان! آپ کب واپس آئیں گے؟“

مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اگلے مہینے کا چاند نکلنے سے پہلے آ جاؤں گا۔ لیکن اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو میرے پیچھے نہ بھاگنا۔ میری غیر حاضری میں تم اس جنگل کے نگہبان ہو گے۔ میں اپنے ساتھ یہ اطمینان لے کر جارہا ہوں کہ تم اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرو گے۔

اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے میری حکم عدولی کی ہے۔“

(۵)

ایک مہینہ گزر گیا مغیرہ واپس نہ آیا۔ چونکہ ایسے سفروں میں بعض اوقات اس کا ہفتوں کا پروگرام مہینوں میں تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھیوں کو تشویش نہ ہوئی۔ لیکن بدر کی پریشانی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ اُس نے مجلس شوریٰ کے سامنے طلیطلہ پہلے ہمارے لئے اس شخص کے متعلق جاننا ضروری ہے جس کی دعوت پر وہ وہاں گئے ہیں کو طلیطہ آنے کی دعوت دی گی تھی لیکن اس میں مراسلہ نگار تے اپنا نام چھپانے کی بہت سی وجوہات پیش کرنے کے بعد یہ لکھا تھا۔ ”اگر آپ اپنے حافظہ پر زور دیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔ آپ سے میری ملاقات اشبیلیہ کے قریب ایک سرائے میں ہوئی تھی۔ افسوس کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے مجھ پر اپنا نام ظاہر نہ کیا اور مجھے باتیں کرنے کا موقع نہ ملا ورنہ شاید ثابت کرسکتا کہ ہمارے مقاصد مختلف نہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ سے کوئی بات کرسکتا۔ آپ نے گھوڑے کا ایڑ لگا دی۔ میں نے آپ کا پیچھا اس لئے نہ کیا کہ آپ کے دل میں میرے متعلق شکوک پیدا نہ ہو جائیں۔ اگر آپ طلیطلہ آئیں تو مجھے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہر ایک سرائے ہے۔ سرائے کا مالک ایک پستہ قد آدمی ہے جس کے نچلے جبڑے کے دو

دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔آپ اس سے یہ کہیں کہ آپ اپنے ایک گمنام دوست سے ملنا چاہتے ہیں۔وہ آپ کو میرے پاس پہنچا دے گا۔پیشتر اس کے کہ آپ مجھ سے ملیں آپ کسی مقام پر اپنا نام یا مقصد ظاہر نہ کریں۔

یہ خط تسلی بخش بھی تھی اور تشویش انگیز بھی۔تاہم بدؔر کے ساتھیوں نے ایک ہوشیار جاسوس کو طلیطلہ بھیج دیا۔لیکن اس کی واپسی سے قبل قرطبہ کی خفیہ جماعت کا ایک ایلچی آیا اور اس نے یہ المناک خبر سنائی کہ مغیرہ کو طلیطلہ کے ایک چورا ہے میں پھانسی دے دی گئی ہے اور قرطبہ کی خفیہ جماعت کو اس حادثہ کی خبر طلیطہ سے آنے والے چند تاجروں کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔

چند دن کے بعد بدؔر کے جاسوس نے بھی واپس آ کر اس خبر کی تصدیق کی۔بدر اور اس کے ساتھیوں کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ اس شخص کا پتہ نہیں لگا سکا جس نے مغیرہ کو طلبہ آنے کی دعوت دی تھی۔جاسوس نے انہیں بتایا کہ میں نے رات کے وقت سرائے کے مالک کے سینے پر خنجر رکھ کر اُسے سچ بتانے پر مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ وہ شہر کے کوتوال کی طرف سے اس کام پر مامور تھا۔جاسوس کی باتوں سے بدؔر اور اس کے ساتھی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ غدار جس نے مغیرہ کوطلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی،شہر کے کوتوال یا گورنر کا آلہ کار تھا اور سرائے کے مالک کو جنگلی کا شیر پکڑنے کے لئے بھینٹ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

آہستہ آہستہ مغیرہ کے قتل کی خبر تمام اندلس میں مشہور ہوگئی۔دُور دراز کے شہروں کی خفیہ جماعتوں پر اس خبر سے ایک مایوسی چھا گئی۔غرناطہ کے عوام نے بھی یہ محسوس کیا کہ ان کا ایک مضبوط بازو ٹوٹ گیا ہے۔تاہم جنگل کے مجاہدین کو مغیرہ کے کمسن لیکن ہونہار بیٹے اہل ثابت کر دکھایا۔

ایک دن سرحد کے عیسائی گورنر نے ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ بدؔر پیچھے ہٹتا ہوا انہیں پہاڑی علاقے کی ان دشوار گزار گھاٹیوں میں لے آیا جہاں اس کے ایک ایک تیرانداز دشمن کے سو سو سپاہیوں پر بھاری تھا۔ عیسائی پہاڑوں میں آدھی سے زیادہ فوج ضائع کرنے کے بعد جنگل کی طرف ہٹنے لگے۔ جنگل میں بدؔر کے تیرانداز پہاڑوں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اور نصرانیوں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ وہ آگ سے نکل کر آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ گھنے درختوں میں چھپے ہوئے سپاہیوں کے تیروں کے سامنے اُن کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور وہ چھ ہزار کی فوج میں سے صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ پسپا ہوئے۔ نصرانی سپہ سالار تیروں کی بوچھاڑ میں اپنی بچی کھچی جمعیت کے ساتھ راہِ فرار اختیار کر رہا تھا کہ ایک درخت پر سے بدؔر کے کسی سپاہی نے اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی اور دونوں لڑھکتے ہوئے زمین پر آ رہے۔

نصرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو ایک بار گرتا دیکھ کر دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ وہ بدحواس ہو کر منتشر صورت میں اِدھر اُدھر بھاگ نکلے لیکن اپنی سرحد کے قریب پہنچ کر اُنہیں ایک اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بدؔر کے سواروں نے اُن کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ ان کے پیچھے تیروں کی بارش اور سامنے چمکتے ہوئے نیزوں کی دیوار تھی۔ صرف بائیں طرف ایک ڈھلوان تھی جس پر انہیں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آئی۔ جو لوگ تیروں اور نیزوں سے بچ نکلے انہوں نے اپنے گھوڑے اس طرف موڑ دیے۔ لیکن کوئی آدھ میل بھاگنے کے بعد ان کے سامنے ایک گہری کھڈ تھی۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اُن میں سے کوئی دو سو آدمی گھوڑوں سے کود کر کھڈ میں اُتر پڑے اور دوسروں نے اپنی

تلواروں پھینک دیں۔

بدر بن مغیرہ نے چند سپاہیوں کو کھڈ میں اُترنے والوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ اسیروں کی نگرانی پر متعین کر دیا۔

(٦)

یہ معرکہ آفتاب کی پہلی شعاع کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور سہ پہر کے قریب بدر کے دو ہزار سپاہی عیسائی فوج کے زخمیوں اور قیدیوں کے لباس پہن کر اور انہی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بڑی مہم کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل سرحد پر فرڈی نینڈ کی مملکت کے ایک اہم شہر کے باشندے اپنے فاتح جرنیل کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جب شفق کی سرخی پر شام کی سیاہی غالب آ رہی تھی۔ دروازے کے برج سے ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا۔ ''وہ آ گئے! کاؤنٹ سینٹ یا گو زندہ باد''۔

''کاؤنٹ سینٹ یا گو زندہ باد!'' چاروں طرف سے صدائیں بلند ہوئیں۔ گرجوں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں شہر کے دروازے سے باہر جمع ہو گئے۔ شہر کا بشپ ان کے درمیان پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا۔ جوں جوں گھوڑوں کے ٹاپوں کے آواز قریب آ رہی تھی خوشی کے نعرے بلند کرنے والوں کو جوش و خروش بڑھ رہا تھا۔

اچانک گرد کے بادلوں میں سے ایک سوار جس کے سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی، نمودار ہوا۔ اُس نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکا اور پیچھے دیکھنے لگا۔ آن کی آن میں دو ہزار سوار دروازے پر جمع ہو گئے۔ اہل شہر پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں سمٹ کر ادھر اُدھر ہٹ

گئے ۔سفید پوش سوار نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فضا میں ''اللہ اکبر'' کی صدائیں گونجنے لگیں ۔شہر کے بشپ نے کانوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے سفید پوش سوار کے پرچم کو غور دے دیکھا۔اس پر صلیب کی بجائے ہلال کا نشان تھا۔اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار گر پڑا۔

سننے والے اللہ اکبر کے نعرے سُن رہے تھے۔دیکھنے والے حملہ آوروں کے راہنما کے ہاتھ میں ہلالی پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہے تھے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار کرکے حرکت میں آتے، بدر بن مغیرہ کے دو ہزار جانباز کھلے دروازے سے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔کچھ دیر جب سینٹ کاؤنٹ یا گو کے چند سپاہی جو جان بچا کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بھاگتے ہوئے شہریوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آدھی رات سے قبل بدر بن مغیرہ مال غنیمت میں سونے چاندی کے علاوہ سامان رسد اور مویشیوں کی خاصی تعداد حاصل کر کے شہر سے نکل چکا تھا۔

غنیمت کا مال پانچ سو سواروں کے سپرد کر کے اُس نے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے شہروں اور بستیوں کا رُخ کیا۔

اگلی صبح جب اس کے تھکے ہوئے سپاہی جنگل میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تو اُن کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور مال غنیمت سے لدے ہوئے گدھے اور خچر تھے ان لوگوں کی قید میں گزارنی پڑے گی جن کے متعلق ان کے چھ ہزار جانباز مریم مقدس کے بُت سے پہلے واپس نہیں آئیں گے ۔

اُسے اپنے دشمن سے شدید مزاحمت کی توقع تھی لیکن مغیرہ کی موت کے بعد

اسے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ اس درجہ ہوشیاری کے ساتھ اس غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کریں گے ۔اس نے دوران جنگ میں ایک سفید پوش سوار بجلی کے ساتھ جنگل کے ایک دوسرے سے دوسرے سرے تک گھوڑا بھگاتے اور اپنی فوج کے پیادہ سپاہیوں اور سواروں ہدایات دیکھتے دیکھا ۔تو اپنے دل میں کہا کہ ان کا نیا راہنما مغیرہ سے کم خطرناک نہیں ۔

اس نے ساری رات انتہائی بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتے گزرای ۔ وہ کھانا جو بدؔر کے آدمیوں نے اُسے پیش کیا تھا ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا ۔ پہرے دار اس کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے اور جب کوئی اُس کی دلجوئی کے لئے زبان سے کوئی فقرہ نکالتا تو وہ بے اختیار یہ پوچھ بیٹھتا ۔"عقاب کون تھا، اب وہ کہاں ہے، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ۔مریم مقدس کی قسم (وہ انسان نہیں ۔" کبھی کبھی وہ غصّے کی حالت میں چلاّ اُٹھتا ۔" اب میں واپس جا کر کیا منہ دکھاؤں گا ۔تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے ؟"

چونکہ قید ہوتے وقت اس نے اپنی عزت کی قسم کھا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے بدر کے سپاہیوں نے اُسے عام قیدیوں کی طرح بیڑیاں نہ پہنچائیں ،نہ اُسے غیر مسلح کیا گیا ۔تاہم جب اُس نے اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں مارنے کی کوشش کی تو ایک سپاہی نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس کی چیخ پکار پر چند سپاہیوں نے اُسے زبردستی غیر مسلح کر دیا ۔ بدؔر کے نائب نے اس کی حفاظت کے لئے دو پہرے دار مقرر کرتے ہوئے کہا ۔

جب تک ہمارا امیر واپس نہیں آتا ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے"۔

اگلے دن دوپہرے کچھ دیر قبل بدؔر کی واپسی پر جنگل کی خاموش قضا اللہ اکبر

کے نعروں سے گونج اُٹھی۔

کاؤنٹ سینٹ یا گو ساری رات بے آرامی سے کاٹنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سرسبز گھاس پر لیٹ کر گہری نیند سو رہا تھا لوگوں کے نعرے سُن کر وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا، بدر بن مغیرہ زرہ کے اُوپر سفید قبا پہنے اور آنکھوں کے سوا اپنا چہرہ وہ سیاہ نقاب میں چھپائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سفید قبا پر جگہ جگہ خون کے نشان تھے۔ سینٹ یا گو نے اپنے نقاب پوش حریف کو چند بار سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ ''کاش! میرے ہاتھ تمہارے چہرے کے نقاب تک پہنچ سکتے اور میں یہ دیکھ سکتا کہ مجھے اپنی زندگی میں بدترین شکست دینے والا کون ہے؟''

بدر نے جواب دیا۔ ''ایک سپاہی کو فتح اور شکست سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ''مجھے تم سے ان سے بہتر سلوک کی توقع تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان کی قسم کا احترام کیوں نہیں کیا گیا، اور ان کے ہتھیار کیوں چھینے گئے ہیں؟''

بدر نے کہا۔ ''ان کا گھوڑا اور اُن کے ہتھیار انہیں واپس دے دو۔ باقی سپاہیوں کی زنجیریں کھول دو اور ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر سرحد کے پار پہنچا دو۔''

سینٹ یا گو نے پریشان سا ہو کر سوال کیا۔ ''کیا آپ کے سپاہیوں سے ہم یہ توقع رکھیں کہ ہمیں سرحد کے پار پہنچا کر ہم پر پیچھے سے تیروں کی بارش نہیں کی جائے گی؟''

بدر نے قدرے ترش لہجے میں جواب دیا۔ ''نہیں صرف آپ لوگوں کو شیوہ

ہے۔"

بدر کے نائب نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔ "لیکن میں انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑنے کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔"

"تمہارے خیال میں فدیہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"کم از کم پچاس ہزار"۔

"ہم اس سے سو گنا زیادہ وصول کر چکے ہیں۔ جاؤ انہیں سرحد کے پار پہنچا دو جب چند برس بعد اُن کے خالی خزانے دوبارہ ہو جائیں گے۔ ہم اُنہیں دوبارہ یہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ اب مجھے اور میرے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

بدر یہ کہہ کر قلعے کی طرف چل دیا

(۷)

اس فتح کے بعد بدر بن مغیرہ کو سینٹ یا گو کا دیا ہوا نام "سرحدی عقاب" آہستہ آہستہ زبان زدِ عام ہونے لگا۔ اس نام کے ساتھ شجاعت کے سینکڑوں افسانے منسوب ہونے لگے نصرانی تو ہم پرست یہ کہتے تھے کہ سرحدی عقاب کوئی مافوق الفطرت انسان ہے جسے بیک وقت باغیوں کے جنگل او راس کے کئی کوس دُور نصرانیوں کی بستیوں اور شہروں میں لڑتے دیکھا گیا تھا۔ فرڈی نینڈ کی مملکت سے اُس کی شہرت کی داستانیں غرناطہ تک جا پہنچیں۔ علماء نے اُسے اسلام کا غازی کہا۔ شعراء نے عالی نسب شہزادیوں کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے فرضی افسانے قلم بند کئے۔ ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کی صورت اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

دور دراز کے چرواہے اور کسان بھی جب دن بھر کی محنت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو وہ ایسے باتیں مشہور کرکے کہ اُنہوں نے سرحدی عقاب کو فلاں وقت فلاں جگہ دیکھا ہے خوش عقیدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔

سینٹ یاگو فرڈی نینڈ کے چند منظور نظر بہادروں میں سے ایک تھا اور اُس کی عبرتناک شکست کے بعد اُس کے دل میں جنگل کے نئے اور پرُ اسرار دشمن کے خلاف فوری اقدام کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ فرڈی نینڈ نے سرحد کے پار کوئی نئی فوج بھیجنے سے پہلے اپنے سرحدی مورچوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ دو سال کی تیاری کے بعد فرڈی نینڈ نے فتح کی توقع سے زیادہ اپنی قوت کے مظاہرے اور لوگوں سے سرحدی عقاب کے متعلق احساس مرعوبیت دُور کرنے کے لئے چند مہمیں روانہ کیں لیکن ان حملوں کا انجام سینٹ یاگو کے حملے سے مختلف نہ تھا۔

فرڈی نینڈ سمجھ چکا تھا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن میں بہت خطرناک ہے لیکن اس کے پاس اتنی جمعیت نہیں کہ وہ جنگل سے باہر نکل کر اس سلطنت کے کسی علاقے پر قبضہ کرسکے۔ اس لئے اس نے اپنی توجہ غرناطہ کی اس آخری اسلامی سلطنت کو ختم کرنے پر منبدول کردی جس کے عوام نہ صرف اس کے باجگذار رہ کر رہنے کے خلاف تھے بلکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ ان حالات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی طاقت کو منظم کرتا رہا۔ مختلف شہروں کی خفیہ جماعتوں کے لوگوں کو جب آہستہ آہستہ یہ پتہ چلا کہ سرحدی عقاب مغیرہ کے نوعمر بیٹے کے سوا اور کوئی نہیں تو ان میں سے بعض شوق جہاد میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اُس کے ساتھ آملے۔ قرطبہ کے مہاجرین میں سے بشیر بن حسن جس نے

بہت چھوٹی عمر میں فن جراحت اور طب میں اپنے خاندان کی پرانی شہرت کو چار چاند لگادئے تھے اس لئے بہت بڑا معاون ثابت ہوا۔

قرطبہ اور اشبلیہ کے حاکم اُس کے زیر علاج رہ چکے تھے۔قسطلہ کا ولی عہد ایک مرتبہ گھوڑے سے گر کر بُری طرح زخمی ہوا تو فرڈی نینڈ نے اُسے قسطلہ بُلا بھیجا۔ولی عہد کے شفایاب ہونے پر فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا نے اُسے شاہی طبیب کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس نے یہ پیش کش ٹھکرادی اور واپس قرطبہ چلا آیا۔ دو سال بعد جب اس بدر بن مغیرہ کا خط ملا تو اُس نے اپنے شاندار محل میں رہنے پر ایک مجاہد کے ساتھ جنگل کی زندگی کو ترجیح دی۔

(۸)

الزغل کے ساتھ ملاقات کے دو ماہ بعد غرناطہ کی سرحد کے چند علاقے جو سرحدی عقاب کے پہاڑے اور جنگل کے ساتھ متصل تھے غرناطہ کے حکمران ابوالحسن نے ایک خفیہ حکم نامے کی رُو سے بدر بن مغیرہ کی تحویل میں دے دئے۔لگان کی وصولی شعبہ عدل اور دوسرے خانگی معمالات کے ساتھ بدر بن مغیرہ نے کوئی تعلق نہ رکھا۔تمام محکمے اُس نے سرحد کے ناظم کے پاس رہنے دئے اور سرحد کی چوکیوں کا انتظام اور نئے دفاعی مورچوں کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فوج کے چند قابل اعتماد افسروں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سالار اعظم وہی نوجوان ہے جسے باقی اندلس کے لوگوں کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی " سرحدی عقاب" یا "شاہین" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ایک دن سرحد کے ناظم نے سرحدی سپاہیوں کے سامنے اعلان کیا کہ اس کی درخواست پر سرحدی عقاب نے انہیں چند دن اپنے جنگل میں جن کی تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔میں

تمہیں دو دو سو کی ٹولیوں میں یکے بعد دیگرے وہاں بھیجوں گا۔ مجھے اُمید ہے تمہارے لئے اس کی تربیت بہت کار آمد ہوگی۔

سپاہیوں کو جنگ کے نئے طریقے سیکھنے سے زیادہ جنگل کے شاہین کو دیکھنے کی خوشی تھی۔ جنگل میں بدر بن مغیرہ کا نائب منصور بن احمد سرحدی عقاب کے بھیس میں ان کا استقبال کرتا اور انہیں چند دن جنگل اور پہاڑ کی جنگ کے نئے طریقے سمجھانے کے بعد واپس بھیج دیتا۔

غرناطہ کی سرحد کی مورچہ بندیوں کے متعلق فرڈی نینڈ نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو ابوالحسن نے اُسے کہلا بھیجا کہ یہ تمام انتظامات سرحدی عقاب کے حملے سے بچنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ ابوالحسن کے (اس جواب کے علاوہ فرڈی نینڈ کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سرحد سے اس کی مملکت کے شہروں کی طرف جانے والی شاہراہوں پر آمد و رفت کی معمولی پابندیوں میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ قرطبہ، قسطلہ اور دوسرے شہروں کے تاجر حسب سابق فرڈی نینڈ کے حکام کا پروانہ راہداری دکھانے پر اس سرحد کو عبور کر کے غرناطہ کے شہروں میں جا سکتے تھے۔

مِلّت فروش

(۱)

رات کے وقت قسطلہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں ملکہ ازا بیلا اور شاہ فرڈی نینڈ زرنگار کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔

ملکہ نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں جس کے لئے آپ اس قدر فکرمند ہوں۔“

بادشاہ نے جواب دیا۔ ”ملکہ! میں خراج کے لئے پریشان نہیں۔ جتنی رقم مجھے ابوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خرچ کرنا پڑتی ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ اُسے اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تخت کا دوسرا دعویدار نہیں۔ اب تک ہماری کامیابیوں کی ضمان ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ تھی۔“

ملکہ نے کہا۔ ”اگر غرناطہ کے مسلمان متفق ہو گئے ہوں تو بھی مجھے یہ امید نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اُٹھائیں گے۔ انہیں قرطبہ، طلیطلہ اور شبیلیہ کے باغیوں کا انجام بھولا نہیں ہوگا۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”ملکہ تم اس زمانے کی باتیں کر رہی ہو جب ہسپانوی، بربری اور عربی النسل مسلمان آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ ہمارے اسلاف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اُٹھایا تھا اور اسپین کے تین حصوں پر قابض ہو گئے

تھے۔ورنہ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اگر ہماری طرح وہ بھی ایک ہو جاتے تو ہم اُن کے مقابلے میں فتح حاصل کر سکتے تھے۔"

ملکہ نے جواب دیا۔"یہ مریم مقدس کی نظر عنایت تھی کہ وہ آپس میں بٹ گئے

۔"

"کاش مریم مقدس کی نظر عنایت سے قرطبہ اور طلیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بٹے رہیں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کرتا ہے۔یہ منتشر ہوں تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں اور اگر متحد ہو جائیں تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لئے ایک نا قابل تسخیر چٹان ثابت ہوتے ہیں۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ کے چند علماء انہیں اسلام کے نام پر اُبھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اگر یہ صحیح ہے تو میں ابوالحسن کے ان الفاظ کو ایک کھلی دھمکی نہیں سمجھتا کہ اب ہمارے دارالضرب میں خراج کے لئے سونے اور چاندی کے سکوں کی بجائے فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ملکہ سچ یہ ہے کہ مجھے اپنی فوج کی بجائے اس بات پر بھروسہ تھا کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔"

"لیکن اگر غرناطہ میں خانہ جنگی امکانات نہ ہوں تو بھی ہمیں اپنی فوجی قوت کے استعمال سے پس وپیش نہیں کرنا چاہئے۔میں دشمن کو تیاری کا موقع دینے کی قائل نہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن کاؤنٹ سینٹ یاگو کی حماقت سے ہمارے سپاہیوں کی شہرت کو جو دھبہ لگا تھا ہم اُسے آج تک نہیں دھو سکے۔"

ملکہ نے کہا۔"کیا سرحدی عقاب کو ایک خودمختار حکمران تسلیم کر کے ہم اس

کے ساتھ غرناطہ کے خلاف کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے۔"

"نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل اس کا ساتھ دے گا۔"

ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا۔" ابوداؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

فرڈی نینڈ نے برہم ہو کر کہا۔"ہم نے حکم دیا تھا کہ اُسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ملکہ نے کہا۔"کیا آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ ابوداؤد غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفادار رہے گا؟"بادشاہ نے جواب دیا۔"مغیرہ کو پکڑوانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔"

"لیکن غرناطہ کے ایوان شاہی تک اس کی رسائی شاید اس قدر آسان نہ ہو۔"

(۲)

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر پینتالیس کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ شکل وصورت سے اور رنگ سے وہ عربی اور ہسپانوی نسل سے مخلوط معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی آدھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔لیکن اس کے چہرے پر نوجوانوں کی سی تازگی تھی۔وہ سیاہ جبہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا کہ "بیٹھ جاؤ"۔

ابوداؤد نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "غلام کو حکم عدولی کی جرات نہیں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرے لیے بہت بڑی عزت ہے"۔

فرڈی نینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں"۔

"غلام کو سرتابی کی مجال نہیں۔" یہ کہہ کر ابوداؤد کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "ابوداؤد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟"

ابوداؤد نے جوب دیا۔ "اگر یہ غلام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے تو یہ بھی ایک گستاخی ہوگی۔ بہر حال حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ شاید شہنشاہ والا تبار کی یہ خواہش ہے کہ ان کا ادنیٰ غلام غرناطہ جائے۔"

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے تو ہم اسے تمہاری روحانیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ تمہیں ہم غرناطہ بھیجنا چاہتے ہیں۔"

"غلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد غلام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ والا تبار نے امراء کا یہ اجلاس برخاست ہونے کے تھوری دیر بعد حضور کا ایلچی میرے پاس پہنچا۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل

نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کس مورچے پر بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ صرف غرناطہ ہو سکتا ہے۔"

"تو تم نے یہ بھی سوچ لیا ہو گا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"ہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ میں انتشار برپا کرنے کے لئے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سکتا ہے۔"

"الزغل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

الزغل کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔

لیکن ــــــــ"

"لیکن کیا؟"

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے اک بیٹے سے کام لیا جا سکتا ہے۔ میں سنا ہے کہ ابوعبداللہ کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا باپ اُس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں یہ بھی سُنا ہے کہ ابوالحسن اپنی نصرانی بیوی کو زیادہ چاہتا ہے۔"

فرڈیننڈ نے مسّرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اگر عبداللہ کو خدشہ ہے تو ہم اُس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے۔ ہو تو کل ہی روانہ ہو جاؤ۔" جب تک کہ میں آپ کی افواج کے لئے شہر کے تمام دروازے نہیں کھول دیتا۔ وہاں مجھ پر معمولی شبہ میرے ارادوں کو خاک میں ملا دے

گا۔اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو ایک پناہ گزین ثابت کر کے سرحد عبور کروں۔غرناطہ پہنچ کر مجھ سے زیادہ میری بیوی اور میری لڑکیاں آپ کی حکومت کے مظالم کی داستانیں بیان کریں،تا کہ ہم پر کوئی شک نہ کرے۔بیوی کو میں اس لئے بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ اُس کی وساطت سے ابوالحسن کے حرم تک میری رسائی آسان ہو جائے گی۔"

فرڈی نینڈ نے کہا۔"ابوداؤد تم یقین رکھو کہ تمہاری خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی۔ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم غرناطہ میں ہمارے پہلے گورنر ہو گے اور جب تک اندلس کا تخت ہمارے خاندان کے قبضہ میں رہے گا غرناطہ گورنری تمہارے خاندان کے قبضہ میں رہے گی۔اگر چاہو تو میں تحریر دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"خادم کے لئے حضور کی زبان تحریر سے کم نہیں۔"

"بہت اچھا تم علی الصباح مجھ سے ملو۔غرناطہ کی مہم کے لئے تمہاری تمام ضروریات شاہی خزانے سے مہیا کی جائیں گی۔"

(۳)

بارش زوروں پر تھی۔چار گھوڑوں کی ایک بگھی کیچڑ سے لت پت فرڈی نینڈ کی مملکت کے ایک سرحدی قلعے کے دروازے سے پر آ کر رُکی۔قلعے کے محافظ جو دروازے پر انتظار کر رہے تھے بھاگتے ہوئے باہر نکلے اور اور بگھی کے گرد جمع ہو گئے

۔

ایک نوجوان نے جو اُن کا افسر معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر بگھی کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔"مجھے آپ کے متعلق گورنر کی ہدایات جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے۔کہا۔"مجھے آپ کے

متعلق گورنر کی ہدایات موصول ہو چکی ہیں۔آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بگھی کا سفر شاید آپ کے لئے تکلیف دہ ہو۔اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کم از کم بارش بند ہونے اور پہاڑی ندی نالوں کا پانی اُترنے تک یہاں قیام فرمائیں۔آپ کا کھانا تیار ہے۔''

ابوداؤد نے باہر جھانکتے ہوئے جواب دیا۔''میرے سفر کے لئے یہ موسم بہترین ہے ہم یہاں سے کھانا کھاتے ہی چل پڑیں گے۔میں تمہیں اپنے سفر کے سلسلہ میں چند ہدایات بھی دینا چاہتا ہوں۔''

''ہم دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔آیئے۔''

ابوداؤد کے ساتھ اس کی بیوی اور دو نوجوان لڑکیاں بگھی سے اُتریں۔ایک لڑکی جس کا نام انجلا تھا۔دوسری لڑکی سے عمر میں دو تین برس چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔اس کا گول چہرہ، نیلی آنکھیں اور سنہرے بال بالکل اپنی ماں کی طرح تھے۔اس کے خدوخال میں بھی اس کی ماں کے گزرے ہوئے شباب کا عکس نظر آتا تھا۔

دوسری لڑکی کا نام ربیعہ تھا۔وہ انجلا کی سوتیلی بہن تھی۔

ربیعہ کی سیاہ اور چمکدار آنکھیں اپنی سوتیلی ماں اور بہن دونوں سے مختلف تھیں وہ قد میں بھی ان دونوں سے قدرے لمبی تھی۔اس کے چہرے کی سفیدی میں ہلکی سی سُرخی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔کہ مصورِ فطرت نے دُودھ اور شہد گھول کر اس میں تھوڑا سا گلابی رنگ ملا دیا ہے۔چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی اور شوخی کے امتزاج نے اُسے نسوانی حسن اور وقار کی ایک بہترین تصویر بنا دیا تھا۔

ربیعہ اور انجلا کی شکلوں میں ایک معمولی مشابہت تھی۔۔ایسی مشابہت جسے

محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ دونوں لڑکیاں حسین تھیں ۔ انجلا کا حسن اگر لالہ ءصحرا کا قہقہہ تھا تو ربیعہ کی سنجیدگی میں ایک نیم واکلی کی مسکراہٹ تھی۔

فوجی افسر کی راہنمائی میں یہ لوگ قلعے کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور کھانے کی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

نوکروں نے پر تکلف کھانے چاندی کے برتنوں میں لاکر میز پر رکھ دئے ۔ ابو داؤد کا اشارہ پاکر فوجی بھی اُن کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں ابوداؤد نے اُس سے سوال کیا۔ ”یہاں سے غرناطہ کی پہلی چوکی کتنی دور ہوگی؟“

افسر نے جواب دیا ” کوئی آٹھ کوس ۔لیکن کوئی تین کوس چلنے کے بعد آپ اُن کی حدود میں داخل ہوجائیں گے ۔میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کی چوکی کے افسر کو لکھوں تو وہ سرحد سے آگے آپ کی حفاظت کا انتظام کردیں گے ۔لیکن گورنر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں انہیں کچھ نہ بتاؤں۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ” گورنر نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے ۔میں ان کی حدود میں بادشاہ سلامت کے سفیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان پناہ گزین کی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”میرے خیال میں اگر آپ انہیں یہ دھوکہ چاہتے ہیں تو یہ بگھی اور یہ سڑک چھوڑ کر پیدل یا گھوڑوں پر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ انہیں یہ غلط فہمی نہیں ہوگی اور اس سڑک پر آپ کی بگھی ہماری نگاہوں سے بچ کر نکل آتی ہے۔“

میرا خیال ہے کہ غرناطہ اور قسطلہ کے تاجران راستوں پر بلا روک ٹوک سفر کرتے ہیں تاہم میں نے جو تجویز سوچی ہے وہ کافی حد تک کامیاب رہے گی ۔تم

اپنے بیس سواروں کو تیاری کا حکم دو اور انہیں یہ ہدایت کرو کہ وہ ہماری بگھی کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں اور جب ہم غرناطہ کی سرحد کے قریب پہنچ کر بگھی کی رفتار تیز کر دیں تو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب غرناطہ کی چوکی کے سپاہی یہ دیکھیں گے کہ عیسائی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔

تو وہ یقیناً مداخلت کریں گے۔ ہمیں اُن کی پناہ مل جائے گی اور تمہارے سپاہی اُن کے ساتھ معمولی مڈبھیڑ کے بعد لوٹ آئیں گے۔"

"تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ راستہ بہت خراب ہے اور اس دوڑ میں آپ کی بگھی کو کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔"

ابو داؤد نے جواب دیا۔" ایسے معاملات میں معمولی حادثات کا خیال نہیں کیا جاتا اگر کوچوان زخمی ہو جائے یا گھوڑے کو ایک آدھ تیر لگ جائے تو یہ بھی معمولی بات ہوگی۔"

"بہت اچھا میں خود اس کام میں سپاہیوں کا ساتھ دوں گا۔"

فوجی افسر کے حکم پر ایک نوکر قلعے کے ایک سپاہی کو بُلا لایا۔ افسر نے سپاہی سے کہا تم بیس سواروں کو تیار ہونے کا حکم دو ہم ایک مہم پر جا رہے ہیں۔"

اِس کے بعد وہ ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا" آپ نے سرحدی عقاب کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

ان الفاظ پر ابو داؤد کی بیوی اور اُس کی لڑکیاں چونک کر افسر کی طرف دیکھنے لگیں ابو داؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔"ہاں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن میرے خیال میں اس کا علاقہ یہاں سے کافی دور ہے۔"

"اُس کا علاقہ تو کافی دور ہے لیکن اُسے کے ساتھی تین بار ہمارے گھوڑے

چھین کر لے گئے ہیں۔"

"کب؟" اینجلا نے سوال کیا۔

"گذشتہ سال۔ اس سال اس نے ہماری طرف توجہ نہیں کی لیکن پچھلے سال اُس نے ایک ہفتہ کے لئے۔ اس قلعے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔"

اینجلا نے سوال کیا۔ "تو تم نے اُسے ضرور دیکھا ہوگا۔ وہ کیسا ہے؟"

"اُس نے ہمارے سامنے چہرے سے نقاب نہیں اُتارہ لیکن اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی عمر زیادہ نہیں۔"

میریا نے سوال کیا۔ "تو پھر قلعے سے تم نے اُسے کیسے نکالا؟"

"وہ خود چلا گیا تھا۔ اُسے فقط ہمارے فالتو غلّے اور گھوڑوں کی ضرورت تھی۔"

اینجلا نے کہا۔ "میں نے سُنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے۔"

افسر نے جواب دیا۔ "اُس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ وہ نہتوں اور بیکسوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ہماری سلطنت کا بدترین دشمن ہے لیکن وہ ایک شریف دشمن ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "میں تمہاری حق گوئی کی داد دیتا ہوں۔ تمہاری طرح کاؤنٹ سینٹ یاگو بھی اس کی شرافت کا مداح ہے۔"

اینجلا نے کہا۔ "ابا جان! اگر ہمیں راستے میں وہ مل جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں آگے پہنچانے کے لئے اپنے بہترین گھوڑے مہیا کرے گا۔"

ربیعہ نے سوال کیا "یہ نام اُسے کاونٹ سینٹ یاگو نے دیا تھا اور اس کی وجہ ہے کہ تندی، تیزی اور ہوشیاری میں وہ عقاب سے کم نہیں۔"

ابوداؤد نے سوال کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے؟"

''اُس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے،

بعض کا یہ خیال ہے کہ کوئی مراکشی ہے۔''

ابوداؤد نے کہا ''ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؟''

فوجی افسر نے سوال کیا۔''کیا بادشاہ سلامت اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔'' ابوداؤد نے جواب دیا۔''اس کی قوت اتنی بڑی نہیں کہ بادشاہ سلامت بذاتِ خود اس پر چڑھائی کا ارادہ کریں۔اس کے لئے فقط ایک ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو اس کے طریق جنگ سے واقف ہو۔''

(۴)

بارش اسی طرح زوروں پر تھی۔کوئی اڑھائی کوس معمولی رفتار سے چلنے کے بعد ابوداؤد نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔پیچھے آنے والے سواروں نے اپنے افسر کا اشارہ پا کر اپنے گھوڑے روک لئے جب بگھی کوئی ایک میل دُور نکل گئی تو انہوں نے گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

وادی کے نشیب میں سڑک کے بعض حصے پانی میں غائب ہو رہے تھے اس لئے کوچوان ابوداؤد کے اصرار کے باوجود کسی حد تک احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ جب بگھی اور تعاقب کرنے والوں میں فاصلہ بہت کم رہ جاتا تو سوار بگھی کو آگے نکل جانے کا موقع دینے کے لئے اپنی رفتار کم کر دیتے۔

سیلاب کے باعث سڑک کئی جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔راستے کے پتھروں اور گڑھوں میں احتجاج کر رہی تھیں۔خود ابوداؤد کا سر بار بار اپنی بیوی اور لڑکیوں سے ٹکرا چکا تھا لیکن وہ اینجلا کی چیخوں اور اپنی بیوی کے واویلا سے قطعاً بے پروا نظر آتا

تھا۔ایک دفعہ بگھی پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک کے کسی پتھر سے ٹکرا اُچھلی اور چیختی چلاتی میریا کا سر چھت سے جاٹکرایا۔وہ چلائی ''بگھی کو روکنے کا حکم دو ورنہ میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگادوں گی۔تم وحشی ہو۔تم آج میری بچی کی جان لے کر رہو گے۔میں جانتی ہوں تمہاری نیت ٹھیک نہیں۔تم غرناطہ پہنچنے سے پہلے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔خدا کے لئے بگھی کو روکو۔''

ایک اور زبردست جھٹکے کے ساتھ ربیعہ اور انجلا کے سر آپس میں ٹکرا گئے۔ انجلا نے دہائی مچائی تو ابوداؤد نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنی ماں کی طرح اتنی کم حوصلگی کا ثبوت دو گی تو میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لاتا۔ربیعہ کی طرف دیکھو اس کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔''

ابوداؤد کا یہ کہنا تھا کہ میریا اور انجلا ربیعہ پر برس پڑیں۔

میریا نے کہا۔''ربیعہ کو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کے پاس جانے کی خوشی ہے۔''

انجلا چلائی۔''ربیعہ کو یہ بھی یقین ہے کہ حادثہ پیش آنے پر آپ سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ربیعہ نے ان کے طعن وتشنیع سے بے پروائی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔''ابا جان! انجلا اور امی جان کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔آپ بگھی کو روکنے کا حکم دیں۔''

ابوداؤد نے کہا''میریا! ذرا ہمت سے کام لو۔ہم غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ان کے آدمی ہمیں اس حالت میں دیکھتے ہی مداخلت کے لئے آئیں گے۔گھر میں جب میں نے یہ تجویز تمہارے سامنے بیان کی تھی تم خوشی سے اُچھل

پڑی تھیں۔ اب اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئیں۔ انسان کو دُنیا میں عزّت اور اقتدار کے لئے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔"

میریا نے چلا کر کہا۔ "عجیب احمق ہو تم، بھلا اس طوفان میں کون تمہاری راہ دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بڑے مزے سے اپنی اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہوں گے۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "پھر بھی یہ ضروری ہے کہ کم از کم اُن کی چوکی تک ہم اسی طرح جائیں۔ اس کے بغیر ہم انہیں یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ ہم مفرور ہیں اور بادشاہ کے سپاہی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

بگھی اب ایک پہاڑی کی بلندی کی طرف نسبتاً ہموار سڑک پر جاری تھی۔ اس لئے میریا اور اینجلا کی زبانیں اگرچہ اب بھی چل رہی تھیں لیکن اُن کو جوش و خروش کم ہو رہا تھا۔

کوچوان چلایا۔ "میں نے ایک سوار دیکھا ہے۔"

"بس اب کام بن گیا اور ابھی اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے گا۔"

یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے بگھی کی کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے کی طرف جھانکا اور پیچھے آنے والے سواروں کو ہاتھ کا اشارہ دیا۔ ساتھ ہی اُس نے کوچوان کو بگھی زیادہ تیز کرنے کی ہدایت کی۔

تھوڑی دیر بعد جب بگھی پہاڑی سے نیچے اُتر رہی تھی۔ کوچوان بلند آواز میں چلاتا ہے "وادی کے نشیب میں پانی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ سڑک کا کوئی نشان تک نظر نہیں آتا بگھی کو اندھا دھند آگے لے جانا خطرناک ہوگا۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "احتیاط ضرور کرو لیکن بگھی کو روکو نہیں۔ تمہیں دُگنا انعام دیا جائے گا۔"

میریا اور انجلا نے پھر انسان سر پر اٹھالیا۔ابوداؤد نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کوچوان بےوقوف نہیں۔وہ نشیب میں پہنچ کر خودبخود رفتار کم کردے گا۔"

ابوداؤد نے دوبارہ پیچھے کی کھڑکی سے سر نکال کر تعاقب میں آنے والے سواروں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کردی۔

وادی کا نشیب ایک اچھی خاصی ندی معلوم ہوتا تھا لیکن کوچوان نے زیادہ انعام کی خاطر اپنے سینے پر نشان صلیب بناتے ہوئے گھوڑے پانی میں ڈال دیے لیکن چند گز آگے جانے کے بعد بگھی سڑک سے اُتر گئی اور اگلے دو گھوڑے کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کے بعد گر پڑے۔بگھی کے اچانک رُکنے سے اگلے سرے پر بیٹھا ہوا کوچوان اُچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر گرا اور وہاں سے لڑھکتے ہوئے پانی میں آرہا۔ ایک ثانیہ کے بعد چاروں گھوڑے پھر بےتحاشا بھاگ رہے تھے۔پانی زیادہ گہرا نہ تھا۔گھوڑے کسی اور حادثہ کے بغیر نشیب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔

ایک اور ٹیلہ عبور کرنے کے بگھی ایک وسیع میدان میں داخل ہوئی۔ابوداؤد کو اندر بیٹھے ہوئے یہ خبر نہ تھی کہ بگھی اپنے کوچوان سے محروم ہوچکی ہے۔تاہم جب گھوڑوں نے سڑک تو اُس نے کوچوان کو آوازیں دیں۔کوئی جواب نہ پاکر اس نے بگھی کا دروازہ کھولا۔

اور باہر جھانکنے لگا۔کوچوان غائب تھا۔سامنے کچھ فاصلے پر گنجان درخت تھے اور بگھی کے راستے میں ایسے پتھر تھے جن کے ساتھ ٹکرا ان سب کی ہلاکت کا باعث ہوسکتا تھا۔

پیچھے آنے والے سوار اتنی دور تھے کہ ان گھوڑوں کو گھیر کر روکنا مشکل تھا

اچانک سامنے جنگل سے تیس چالیس سواروں کا دستہ نمودار ہوا اور اُن کے برق رفتار گھوڑے آن کی آن میں بگھی کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے آگے مشکی گھوڑے پر ایک نقاب پوش تھا جس کی سفید قبا ہوا میں لہرا رہی تھی۔ نقاب پوش کے اشارے پر باقی تمام سوار نیزے بلند کر کے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بگھی کے پیچھے آنے والے سواروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بگھی کی طرف چند تیر چلانے کے بعد گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں۔

نقاب پوش نے بگھی کو کوچوان کے بغیر دیکھ کر اپنے گھوڑے بگھی کے تعاقب میں چھوڑ دیا۔

اور اگلے گھوڑوں میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا اس کے ساتھ ملانے کے بعد اس پر چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ سنبھلنے نہ پایا تھا کہ بگھی کا ایک پہیہ پتھر کے ساتھ ٹکرا ٹوٹ گیا اور بگھی ایک طرف کو اُلٹ گئی۔ گھوڑوں کی باگیں پاؤں میں آ کر ٹوٹ چکی تھیں لیکن منہ میں لگامیں موجود تھیں۔ نقاب پوش نے ہاتھ بڑھ کر پہلے ایک اور پھر دوسرے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور انہیں اپنی پوری قوت سے روکنے کی کوشش کی۔ گھسٹتی لڑھکتی اور پتھروں کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بگھی رک گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب اس نقاب پوش کے ساتھی بگھی کا تعاقب کرنے والوں کو مار بھگانے اور ایک پریشان حال کوچوان کو گرفتار کرنے کے بعد واپس آئے تو اس نے ٹوٹی ہوئی بگھی کے پاس کراہنے والے مسافروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں زخمی ہونے سے نہ بچا سکا۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ ان کی جانیں ضرور بچ جائیں گی بگھی کے اندر ان کا ایک صندوق بھی پڑا ہے اُسے اُٹھا لو۔

ابوداؤدنیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھیں کو لنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنی خون آلود پیشانی پر ہاتھ پھیر نے کے بعد نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں ''شکر یہ'' کہنے کے بعد اپنی بیوی اور لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

''میریا! ربیعہ!!!'' اس نے یک بعد دیگر تینوں کو جھنجوڑ تے ہوئے کہا۔

میریا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں ۔ اور دہشت وسراسیمگی کی حالت میں پھر بند کرلیں ۔ایک لمحہ کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور ''انجلا'' کہتی ہوئی اپنی بیٹی کو جھنجوڑنے لگی انجلا کے نچلے ہونٹ اور کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا۔وہ چند بار کراہنے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اُن کا میزبان

(۱)

ربیعہ ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں تو شمع کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایک کشادہ کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر ابو داؤد اور دوسری کرسی پر ایک اجنبی نوجوان بیٹھا ہوا ہے۔ بیٹی کو ہوش میں دیکھ کر ابو داؤد آگے جھکا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

ربیعہ! میری بیٹی!!"

ربیعہ نے سہمی ہوی آواز میں پوچھا۔ "میں کہاں ہوں؟"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ "بیٹی! ہم ایک نہایت محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہیں اور ایک ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کی پناہ میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں اور یہ تمہارے طبیب ہیں۔"

کمرے کے دوسرے حصے میں ایک بستر پر میریا لیٹی ہوئی تھی۔ دوسرے پر انجلا تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ ربیعہ نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے پوچھا۔

"وہ کیسی ہیں؟"

ابو داؤد نے جواب دیا۔ "وہ ٹھیک ہیں۔"

ایک اور نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کی نگاہیں تھوڑی دیر کے لئے اس پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ابو داؤد کھڑا ہو گیا۔

"آپ بیٹھے!" نوجوان نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے ابو داؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''اس نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔''

نوجوان نے جواب دیا۔ ''کاش آپ جیسے مہمان کو ٹھہرانے کے لئے ہمارے پاس اس سے زیادہ موزوں جگہ ہوتی۔''

انجلا اپنے بستر سے اُٹھی اور چپکے سے آکر ربیعہ کے سرہانے بیٹھ گئی۔ ''ربیعہ! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں اچھی ہوں، سر اور ٹانگ میں درد ہے۔ امی جان کیسی ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔''

پہلا نوجوان جواُن زخمیوں کے لئے طبیب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بولا میرا خیال ہے کہ ابھی ان کا باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ میں انہیں نیند کی دوا پلا دیتا ہوں، ان کے لئے مکمل آرام بہت ضروری ہے۔''

دوسرے نوجوان نے عربی زبان میں سوال کیا۔ ''ان کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟''

طبیب نے جواب دیا۔ ''میں صبح تک صحیح رائے دے سکوں گا۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں۔

ابوداؤد نے سوال کیا۔ ''آپ کے خیال میں یہ کب تک تندرست ہو جائے گی؟''

انہیں بہت جلد آرام آجائے گا اور میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہیے۔''

اگلے دن جب ربیعہ ایک لمبی کے بعد بیدار ہوئی تو آنجلا کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ میریا بستر پر تکیئے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''آنجلا! آنجلا!!'' ربیعہ نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

آنجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور اُس کے قریب آبیٹھی۔

ربیعہ نے کہا۔ ''آنجلا رات کے وقت یہاں تم نے دو اجنبی دیکھے تھے؟''

آنجلا نے جواب دیا۔ ''میں ابھی کھڑکی کے سامنے کھڑی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔

''مجھے شک ہو رہا تھا کہ میں شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔''

آنجلا نے کہا۔ ''اگر تمہیں یہ علم ہو کہ اس وقت کہاں ہیں تو تم یہ کہو کہ ہم جاگتے میں بھی ایک خواب دیکھ رہی ہیں۔''

ربیعہ نے کہا۔ ''میں شاید۔۔۔۔ بگھی سے گر کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ لیکن یہ حادثہ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو شاید رات کا وقت تھا۔ کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ میرے خیال میں ہم غرناطہ کی فوجی چوکی میں ہیں۔''

''نہیں ہم اس سڑک سے کئی کوس دور پہنچ چکے ہیں۔ تمہیں بے ہوشی کی حالت میں ہمارے ساتھ یہاں لایا گیا تھا۔ ربیعہ تم ہمیشہ یہی کہا کرتی ہو کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن مریم مقدس کی قسم! میں سارا راستہ تمہارے لئے روتی رہی ہم یہاں آدھی رات کے وقت پہنچے ہوں گے۔ جو شخص تمہارا علاج کر رہا ہے اس کے متعلق ابا جان کا خیال ہے کہ وہ ہسپانیہ کا بہترین جراح ہے''

''لیکن اس وقت ہم ہیں کہاں؟''

''ربیعہ! تم سن کر یقین نہیں کرو گی ہم اس وقت عقاب کی وادی میں ہیں۔''

"عقاب کی وادی میں؟ نہیں تم مذاق کرتی ہو۔" ربیعہ نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اپنے دُکھتے ہوئے سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر لیٹ گئی۔ انجلا! انجلا!! سچ بتاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔"

"سچ تو کہہ رہی ہوں۔"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ربیعہ! تم یہ بھی نہیں مانو گی کہ تم سرحدی عقاب کو دیکھ چکی ہو۔ اور صرف دیکھ ہی نہیں چکی بلکہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تم لڑ پڑو گی۔ لیکن مریم کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتی۔ تمہیں چند ساعت اس کے قریب رہنے کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب" ربیعہ نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

"میرے مطلب ہے کہ تم اپنی زندگی کے چند قیمتی لمحات اس کے ساتھ گزار چکی ہو۔"

"امی! امی!! انجلا کو منع کیجیے۔"

میریا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "انجلا درست کہتی ہے لیکن اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تم بے ہوش تھیں۔"

ربیعہ عاجز سی ہو کر انجلا کی طرف دیکھنے لگی۔ انجلا نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "ربیعہ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا کر یہاں لایا تھا۔ اگر تمہاری جگہ میں بے ہوش ہوتی تو میرے ساتھ بھی یہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ عقاب کوئی پرلے درجے کا وحشی آدمی ہوگا لیکن وہ تو شاید کوئی فرشتہ ہے۔ ابا جان تمہیں ہوش میں لانے سے ناامید ہو چکے تھے لیکن اُس نے ایک لمحہ کے لئے تمہاری نبض پر ہاتھ رکھا اور تمہیں اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور ابا جان

کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”میں اس اندلس کے بہترین جراح اور طبیب کے پاس لے جا رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس جان بچ جائے گی۔ آپ میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آئیں۔ مجھے اپنے دوست سمجھیں اور ابا جان نے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں لیکن اگر آپ میری لڑکی کی جان بچا سکیں تو میرا سونے اور جواہرت سے بھرا ہوا صندوق آپ کا ہے۔“

اُس نے کہا۔ ”آپ مجھے نیکی کی قیمت وصول کرنے والوں میں شمار نہ کریں۔ میرے آدمی آپ کے سونے اور جواہرات کی بھی حفاظت کریں گے۔“ یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ ہم جب آدھی رات کو یہاں پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تم ہم سے بہت پہلے یہاں پہنچ چکی ہو۔“

”اچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ سرحدی عقاب ہے۔“

”ابھی تمہارے جاگنے سے تھوڑی دیر پہلے ابا جان یہ بتا گئے ہیں۔“

”تو کیا وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری بگھی کے گھوڑے روکے تھے، سرحدی عقاب تھا۔“

ہاں اور رات کے تیسرے پہر جب تمہیں ہوش آیا تو وہ تمہاری مزاج پرسی کو آیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ دو تین بار تمہارے متعلق پوچھنے کے لئے آ چکا ہے۔ آج صبح بھی وہ آیا تھا۔ اس کے سپاہیانہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی مہم پر جا رہا ہے۔ اُس نے ابا جان سے بھی کہا تھا کہ میں شاید شام تک نہ آؤں اور تمہارا طبیب تو شاید ساری ات اس کرسی پر ا بیٹھا رہا ہے۔ جب میں اٹھی تھی تو وہ تمہاری نبض دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلا نے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلا نے جواب دیا۔ ''وہ دوسرے کمرے میں طبیب کے ساتھ کوچوان کو دیکھنے گئے ہیں۔اس بے چارے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔''

(۲)

تین دن بعد ربیعہ کے سر کی تکلیف قدرے کم ہوچکی تھی لیکن گھٹنے میں درد کے باعث وہ سہارے کے بغیر چلنے کے قابل نہ تھی۔وہ شہسوار جس نے اُس کی جان بچائی تھی اور وہ طبیب جو اُس کا علاج کر رہا تھا بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن تھے۔ابو داؤد اس بات پر حیران تھا کہ سرحدی عقاب اُن کی مدد کے لئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔گزشتہ تین دن میں اس نے بدر بن مغیرہ کے سامنے فرڈی نینڈ اور اس کے حکام کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے کسی حد تک اس کا اعتماد کر لیا تھا۔نماز جمعہ کے بعد اس نے بدر بن مغیرہ کے ساتھیوں کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور اُندلس میں عیسائیوں کے محکوم مسلمانوں کی تباہ حالی کی اس قدر دردناک تصویر پیش کی کہ سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔پھر اُس نے اُندلس میں مسلمانوں کے ماضی کی روح پرور داستانیں سنائیں۔بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی جنگ آزادی کی دل کھول کر تعریف کی اور اختتام پر یہ کہا ''ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔اگر ہم نے متحد اور منظم ہوکر فرڈی نینڈ کے خلاف فیصلہ کن جنگ نہ لڑنے کا فیصلہ نہ کیا ہم آہستہ آہستہ مٹا دئے جائیں گے۔تمہارے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے اور یہی پیغام میں اہل غرناطہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابوالحسن ہماری مظلومیت کا حال سُن کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔''

تقریر کے بعد جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ رہا

تھا تو بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ غرناطہ میں رہ کر آپ مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک سکیں گے۔“

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ”میں اپنا فرض پورا کروں گا۔ لیکن لوگ ایک اجنبی کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے۔“

بشیر نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک سوال پوچھنے کی جرأت کروں“ ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”اگر آپ بھی مجھ سے کچھ پوچھتے ہوئے ہچکچائیں تو یہ مجھ پر ظلم ہو گا۔“ بشیر نے کہا ”آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ رات کے وقت تہجد کے لئے بھی اُٹھتے ہیں اور آپ کی زبان میں جادو ہے لیکن ایک بات پر حیران ہوں کہ۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔“

ابوداؤد نے اس کا فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ حیران ہیں کہ ان سب باتوں کے باوجود میری اپنی بیوی اور لڑکی عیسائی مذہب پر قائم ہیں۔ یہی کہنا چاہتے تھے نا آپ؟“

بشیر نے حیران ہو کر کہا۔ ”ہاں میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس اس کی معقول وجہ ہو گی۔“

”اس کی ایک وجہ ہے کہ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معقول ہے۔ اس کے متعلق آپ جیسے مجاہدوں کا فتویٰ زیادہ صحیح ہو گا۔ یہ میری دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی ایک مسلمان تھی اور اس کی لڑکی بھی مسلمان ہے۔ لیکن میری یہ بیوی مرسیہ کے ایک عیسائی خاندان سے ہے اور اس کے ساتھ شادی سے قبل مجھے اس بات کا علم تھا کہ

میں شادی کے بعد عیسائیوں کی سلطنت میں رہ کر اسے تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی کہ میں عیسائیوں کی حکومت میں ایک آزاد خیال مسلمان سمجھا جاؤں۔ میں اپنی قوم کی مظلومیت اور ذلت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں انہیں ایک انقلاب کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عیسائی بیوی کو اپنے لئے ڈھال بنایا۔ آج تک میں نے اپنے مقاصد اس پر ظاہر نہیں ہونے دئے۔ یہاں تک کہ وہ بھی مجھے اندلس کے ان ہزاروں مسلمانوں سے مختلف خیال نہیں کرتی جو مذہب سے بہت دُور جا چکے ہیں بلکہ اپنے ہم مذہبوں میں جا کر دہ کہتی ہے کہ میں اسلام کی نسبت عیسائیت سے زیادہ قریب ہوں۔

ان باتوں سے میں نے فائدہ اُٹھایا ہے کہ میں کئی شہروں میں مسلمانوں کی انقلابی جماعتیں تیار کر چکا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں گزشتہ دس سال سے قسطلہ میں ہوں۔

بڑے بڑے عیسائی امراء کے گھروں تک میری رسائی ہے لیکن آج تک کسی کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ میں ان کی سلطنت کے خلاف سرگرم عمل ہوں۔ آپ کو میرے طریق کار پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے لیکن میری نیت خدا کو معلوم ہے۔ اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے قبل میں یہ محسوس کرتا تھا کہ حکومت کے جاسوس ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے تھے لین اس سے شادی کرنے کے بعد میری مشکلات بہت کم ہو گئی ہیں۔

اور جو کچھ میں نے گزشتہ بیس برس میں کیا ہے اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا۔ جب ابوالحسن یا اس کے بعد غرناطہ کا کوئی اور تاجدار عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے گا۔ اب شاید آپ میرے وہاں سے فرار ہونے کی وجہ پوچھنا چاہیں۔

میں وہاں سے اس لئے نہیں بھاگا۔ کہ حکومت کو میری سازشوں کو علم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قسطلہ کے شاہی گھرانے کا ایک نوجوان میری چھوٹی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے میری بیوی کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا اور میرے گزشتہ طرز عمل کے باعث میری بیوی کو یہ یقین تھا کہ میں ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سے قبل میں سوچا کرتا تھا کہ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد غرناطہ چلا جاؤں گا اور اپنی عیسائی لڑکی اور بیوی کو مسلمان کر لوں گا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں ے اس رشتہ کی مخالفت کی تو مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں ہجرت کر کے غرناطہ جا رہا ہوں تر میرے بیوی شاید اپنی مرضی سے میرا ساتھ نہیں دے گی اور لڑکی جو اس شادی پر رضامند نہ تھی مجھ سے زبردستی چھین لی جائے گی۔"

بشیر نے پوچھا۔ "تو لڑکی کی شاہی گھرانے کے نواجون کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ تھی۔"

"نہیں۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع ہو گئی تھی۔"

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ "تو آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"میں نے تدبر سے کام لیتے ہوئے اس شادی کی مخالفت ترک کر دی۔ میں نے اپنے ایک دوست سے خط لکھوایا اور اس خط کو اپنے گھر بھجوانے کے لئے اُسی کے نوکر کی خدمات حاصل کیں۔ اُس نے میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت وہ خط ہمارے گھر پہنچا دیا۔ اس خط میں میں نے یہ لکھوایا تھا کہ انجلا کا نانا قریب المرگ ہے اور وہ اپنی بیٹی اور نواسی کو دیکھے بغیر اس جہان فانی سے رخصت

نہیں ہونا چاہتا۔ ایسی خبریں سننے کے بعد عورتیں عام طور پر تفصیلات میں نہیں جاتیں۔ اس خط میں چونکہ وراثت کی تقسیم کا بھی ذکر تھا، میری بیوی مرسیہ کے لمبے سفر کے لے تیار ہوگئی۔ انجلا کو اس شادی سے نفرت تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے علی الصباح جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ربیعہ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں کے باپ کی تیمارداری کے لئے ضرور جائے گی۔ لیکن ہمیں ایک اور تکلیف پیش آئی۔ رات کے وقت ہم کھانا کھانے بیٹھے تو وہ کانا آ گیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ہم صبح مرسیہ جانے والے ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ میں نے مخالفت کی لیکن تیریانے اس کی طرفداری کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بدولت ہمارا سفر بہت آسان ہو جائے گا اور میں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دئے۔

علی الصباح جب ہم بگھی پر سواری ہورہے تھے۔ وہ گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور ہمیں یہ خبر دی کہ وہ راستے کی چوکیوں کو ہمارے سفر کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی ہدایت بھجوا چکا ہے۔ راستے میں اس کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی لیکن جوں جوں مرسیہ قریب آرہا تھا میری پریشانی میں اضافہ ہورہا تھا۔ اس کا گھوڑا ہر وقت ہماری بگھی کے آگے یا پیچھے رہتا تھا۔

بگھی کو کوچوان میرا پرانا نوکر تھا اور اُسے میرے ارادے کا علم تھا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اس شخص سے جان چھڑائے بغیر ہمارا غرناطہ پہنچنا ممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تلخ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا۔ ایک دوپہر جب میریا بگھی میں اونگھتے اونگھتے انجلا کی گود میں سر رکھ کر سوگئی تو میں نے انجلا سے کہا۔'' سے کہا۔'' انجلا! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جارہا ہوں؟''

اُس نے جواب دیا۔ ''آپ ہمیں مرسیہ لے جا رہے ہیں اور کہاں۔''

میں نے کہا۔ ''میں تمہیں اُس شخص سے بچانا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے میں مرسیہ کی بجائے غرناطہ جا رہا ہوں۔''

اُس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان! اس کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ میں اس سے بچنے کے لئے ہر جگہ جانے کو تیار ہوں۔''

میں نہ کہا۔ ''یہاں سے تھوڑی دُور آگے غرناطہ کی سڑک اس سڑک سے الگ ہوتی ہے لیکن یہ سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر ہم نے راستہ بدلا تو اگلی چوکی پر ہمیں یہ روک لے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔''

انجلا نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''ابا جان! وہ اس وقت ہمارے پیچھے ہے۔ آپ کے پاس کمان ہے اور آپ تیر چلانا جانتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن مجھے تمہاری ماں کا ڈر ہے۔''

اُس نے کہا۔ ''امی جان سو رہی ہیں۔ آپ جلدی کیجیے۔

میں نے پچھلی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا وہ کوئی پچاس گز دور تھا اور ایک فحش گیت گاتا آ رہا تھا۔ میں نے کوچوان کو بگھی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا۔ جب ہمارے درمیان بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا تو میں نے تیر چلا دیا اور ساتھ ہی کوچوان کو بگھی تیز کرنے کی ہدایت کی۔ وہ تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ تاہم مجھے ڈر تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو فوراً سارے اندلس میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے پوری رفتار سے اپنا سفر جاری رکھا۔

جب میریا کی آنکھ کھلی تو اُسے ہم نے بتادیا کہ وہ آگے نکل گیا ہے اور اس کے بعد ہم نے اُسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ ہم راستہ بدل چکے ہیں۔ لیکن سرحد کی آخری چوکی عبور کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے چند سوار دکھائی دیے۔ مجھے اُن کی رفتار سے شک ہوا اور میں نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کیوجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی اُس وقت ٹوٹی جب آپ ہماری مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ہمیں سرحد تک پہنچنے کا موقع غالباً اس لئے ملا کہ پہلے ہماری تلاش مرسیہ کی سڑک پر کی گئی ہوگی اور وہاں ہمارا سراغ نہ ملنے پر انہوں نے غرناطہ کی سڑک کی طرف توجہ کی گی یہ سب آپ کے اس سوال کا جواب ہے کہ میں نے انجلا اور میریا کو ابھی تک مسلمان کیوں نہیں بنایا۔ اب آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

بدر نے کہا۔ "اب آپ کو ہر بات پوچھنے کا حق ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔ "آپ کا علاقہ ہمارے راستے سے کافی دُور تھا۔ اگرچہ عقاب کی پرواز کہ حدود معین نہیں ہوتیں لیکن آپ ہماری مدد کے لئے وہاں اس طرح پہنچے جیسے پہلے سے وہاں تیار کھڑے تھے۔"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے غرناطہ کی حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات بڑی حد تک دوستانہ ہیں۔ انہوں نے سرحد کے کچھ علاقے کی حفاظت میرے سپرد کر رکھی ہے اور کبھی کبھی مجھے ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اس دن بھی میں یہ دیکھنے کے لئے نکلا تھا کہ بارش

کی وجہ سے سپاہی اپنے اپنے گوشوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے ہیں یا اپنے پہروں موجود ہیں۔راستے میں مجھے آپ مل گئے۔میری اصل قیام گاہ یہاں سے بہت دور ہے۔یہ قلعہ جسے آپ نے رونق بخشی ہے ہمارے علاقے کے ایک سرے پر ہے۔"

ابوداؤد نے کہا۔"سرحد کی نگرانی جس شخص نے بھی آپ کو سونپی ہے میں اس کی نگاہِ انتخاب کی داد دیتا ہوں اور غرناطہ اگر اپنی تمام سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپ دیتو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔"

"نہیں۔میں اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہیں۔"

ابوداؤد نے کہا۔"غرناطہ میں میری کسی کے ساتھ واقفیت نہیں۔اگر آپ مجھے جانے سے پہلے دوچار مخلص آدمیوں کے نام بتادیں تو مجھے سہولت ہوگی۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"میں ایک ایسے آدمی کو خط لکھوں گا جس کی بدولت آپ سارے غرناطہ سے واقف ہو جائیں گے۔لیکن میرے خیال میں آپ کو کافی دن یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔کیوں بشیر ان کی صاحبزادی کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی؟"

بشیر نے جواب دیا۔"انشاءاللہ ایک ہفتے میں بالکل تندرست ہو جائیں گی۔"

(۳)

یہ قلعہ جس میں ابوداؤد، بدر بن مغیرہ کے مہمان کی حیثیت میں ٹھہرا ہوا تھا، اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بیرونی حملے سے محفوظ نہ تھا۔اس کی فصیل بھی اس قدر محفوظ نہ تھی کہ باہر سے کسی بڑے حملے کی روک تھام کر سکے۔الزغل کے ساتھ ملاقات کے بعد بدر بن مغیرہ غرناطہ کی سرحد کی چوکیوں کا معائنہ کرنے کے لئے کبھی کبھی یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں تھا اور قسطلہ اور غرناطہ نے چونکہ

ابھی تک ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تھا اس لئے بدر نے کسی فوری حملے کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے بہت تھوڑے سپاہی رکھے تھے تاہم قسطلہ کی سرحد کے آس پاس اُس کے جاسوس اور پہریدار ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ ابوداؤد کی آمد کے بعد اُس نے پہریداروں کی تعداد میں کچھ اضافہ کر دیا تھا۔ عام طور پر وہ نئے انتظامات دیکھنے اور سرحدی چوکیوں کے افسروں کو ہدایات دینے کے لئے دو چار دن اس قلعہ میں ٹھہر کر جنگل میں اپنے مستقر کو لوٹ جایا کرتا تھا اور وہاں غرناطہ سے آنے والے نئے سپاہیوں اور افسروں کو تربیت دیا کرتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کی وجہ سے اسے اپنی مرضی کے خلاف یہاں رُکنا پڑتا۔ تاہم وہ دوسرے یا تیسرے دن وہاں ضرور جاتا اور اپنے جانبازوں کو ضروری ہدایات دینے کے بعد واپس آ جاتا۔ اگرچہ ابوداؤد نے اپنا من گھڑت افسانہ سُنا کر کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کر لیا ہونے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ربیعہ کو علاج کے لئے اپنے مستقر لے جانے کی بجائے اُس نے بشرین حسن کا جنگل سے اس جگہ بُلا لیا تھا۔

ایک ایسے باپ کے سوا جو اس کی ماں کی موت کے ایک سال بعد ایک نصرانی لڑکی سے شادی کر چکا تھا، ربیعہ کا اس دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔ جب اُس نے ہوش سنبھالا تو اُسے بتایا گیا کہ ماں کی وفات کے وقت اس کی عمر ایک سال سے بھی کم تھی۔ اُس نے اپنی عمر کے ابتدائی تیرہ برس کا زیادہ حصہ طلیطلہ میں اپنے ماموں کے پاس گزارا۔ عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم نے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماموں کے خداندن کے بہت سے لوگوں کو غرناطہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ربیعہ کے ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن ابوداؤد کے سامنے اُس کی پیش

نہ گئی اور ربیعہ کو اپنے باپ کے پاس قسطلہ آنا پڑا۔قسطلہ میں ربیعہ کے لئے اپنے باپ کے گھر کا ماحول بالکل نیا تھا۔اس کی سوتیلی ماں اور بہن عیسائی مذہب کی پابند تھیں۔اُس کے باپ کی عزت اور عیسائی اُسے ایک آزاد خیال مسلمان کے نام سے یاد کرتے تھے۔وہ عیسائیوں کی محفل میں قرآن پڑھتا اور نہایت عالمانہ تقریریں کرتا۔اعلیٰ طبقہ کے عیسائی راہبوں کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسلمان کے بھیس میں وہ فرزندان توحید کا بدترین دشمن ہے۔اس لئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح اُس کے مذہب تبدیل کرنے پر مُصر نہ ہوئے۔

بعض دوراندیش مسلمان اس پر شک کرتے تھے لیکن عوام کی اکثریت کو وہ یقین دلا چکا تھا کہ بادشاہ کے دربار اور عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر وہ جو کچھ مسلمانوں کے لئے کر رہا ہے وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں کرسکتا۔وہ مختلف شہروں میں جاتا اور حریت پسند مسلمانوں کی خفیہ تنظیمیں تیار کرتا اور ان شہروں کے "شوریدہ" مسلمانوں کے ساتھ اچھی طرح متعارف ہونے کے بعد وہاں کے عیسائی حکام کو باخبر کر کے غائب ہو جاتا۔عیسائی حکام انہیں ایک ایک کر کے پکڑ لیتے اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ان خدمات کے صلہ میں ایوداوُ دفرڈی نینڈ سے سنہری تمغہ اور قسطلہ کے لارڈ بشپ سے چاندی کی صلیب حاصل کر چکا تھا۔

ربیعہ عادات و خصائل میں اپنے باپ کے عین ضد تھی۔اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس نے بچپن کے تیرہ برس اپنے ماموں کے ہاں گزارے تھے۔ماموں کے گھر کی تعلیم نے اُسے اسلام سے محبت کرنا سکھایا تھا اور مسلمانوں کی موجودہ بے کسی اور مظلومیت کے احساس نے اُس کے دل میں قسطلہ کی عیسائی حکومت کے خلاف

نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ بچپن کے احساسات پختہ نہیں ہوتے لیکن ربیعہ کو اپنے باپ کے گھر کا تلخ ماحول ہمیشہ ماموں کے گھر کی یاد دلاتا رہا اور اس یاد کے ساتھ بچپن کی جو دلچسپیاں وابستہ تھیں وہ اُس کی اُداس اور غمگین زندگی کا جزو بنی رہیں۔ جب اُس کی سوتیلی بہن انجلا کو شہر کا ایک پادری انجیل پڑھانے آتا تو اُسے وہ بزرگ صورت عالم یاد آتے جو اُسے ماموں کے گھر قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے اور جب انجلا کی ماں اُسے یہ سمجھاتی کہ وہ بھی اپنی سوتیلی بہن کے ساتھ انجیل پڑھا کرے تو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسرے کمرے میں قرآن لے کر بیٹھ جاتی۔

انجلا ہر اتوار ماں کے ساتھ گرجے جاتی اور ربیعہ اپنے ایک مسلمان ہمسایہ کی بیوی کے یہاں چلی جاتی جو اس کی ماں کی سہیلی رہ چکی تھی۔

دو سال قسطلہ میں رہنے کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اس کا ماموں اور اس کے خاندان کے چند اور افراد غرناطہ چھوڑ کر مراکش چلے گئے ہیں۔ اس خبر سے پہلے وہ اپنے دل کو تسلّی دیا کرتی تھی کہ قدرت اُسے کبھی نہ کبھی غرناطہ جانے کا موقع دے گی اور وہ طلیطلہ کے بچھڑے ہوئے عزیزوں کو دیکھ سکے گی۔ وہ خدا سے دُعا بھی کیا کرتی تھی۔ لیکن جب اُسے پتا چلا کہ وہ مراکش جا چکے ہیں تو اُس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ کئی دن تک چھپ چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

ابوداؤد اپنی تمام برائیوں کے باوجود ربیعہ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ میریا کو اکثر یہ شکایت رہتی کہ وہ انجلا سے زیادہ اُسے چاہتا ہے اور وہ اُس کے جواب میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ تمہاری موجودگی میں انجلا کو میری محبت کی ضرورت نہیں لیکن ربیعہ کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں۔

میریا ایک تند مزاج عورت تھی اور ربیعہ کو اپنے طرزِ عمل سے نفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ انجلا غرور اور تکبر اپنی ماں سے ورثہ میں ملا تھا لیکن اُس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرح ربیعہ کی محبت کا جواب حقارت سے نہ دے سکتی تھی بلکہ بعض اوقات یہ محسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو وہ ربیعہ کی طرفداری کرتی لیکن مذہب کے معاملے میں وہ اپنی ماں کی طرح متعصب تھی۔ ربیعہ اُن کے ساتھ مذہبی بحث میں اُلجھنے سے پرہیز کرتی لیکن پھر بھی اس کے لئے میریا اور انجلا کی بعض باتیں نا قابل برداشت ہوتیں اور وہ اُن کیساتھ جھگڑنے پر مجبور ہو جاتی۔ ان جھگڑوں میں منطق سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا۔ میریا اور انجلا سے فرڈی نینڈ کی شان وشوکت اور روما کی عیسائی حکمرانوں کے جاہ وجلال سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتیں اور اس کے جواب میں انہیں طارق، موسیٰ، عبدالرحمٰن اعظم، یوسف بن تاشفین کی داستانیں سُناتی۔

میریا اور انجلا یہ کہتیں کہ اُن کے فلاں راہب کو بشارت ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے خدا نے فرڈی نینڈ کو منتخب کیا ہے اور وہ جواب میں یہ کہتی کہ میں نے جواب میں ابوالحسن کو قسطلہ پر اسلام کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھا ہے۔

مغیرہ کے قتل کی خبر سُن کر قسطلہ کے تمام عیسائیوں کی طرح میریا اور انجلا نے بھی خوشی منائی لیکن ربیعہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس نے تین دن کسی سے بات نہ کی۔ اس کے بعد سرحدی عقاب کے ہاتھوں کاؤنٹ سینٹ یاگو کی شکست کی خبر سُن کر جس قدر ربیعہ خوش تھی اسی قدر اس کی سوتیلی ماں اور بہن مغموم تھیں۔

اس کے بعد ان کے گھر میں مذہب کے نام پر جو جھگڑا شروع ہوتا اس میں کسی

نہ کسی طرح سرحدی عقاب کا ذکر ضرور آجاتا۔ میریا اور اینجلا جس قدر اُس کے نام سے چڑتیں ربیعہ اسی قدر اس کے بہادرانہ کارناموں کو بڑھا بڑھا کر پیش کرتیں۔ رات کے وقت جب انجلا اور میریا مریم کے مجسمے کے سامنے دوزانو ہو کر عیسائیوں کی فتح کے لئے مانگتیں تو ربیعہ الگ کمرے میں نماز کی بعد سرحدی عقاب کی فتح کے لئے دعا کرتی۔ ایک مرتبہ میریا نے ابوداؤد سے شکایت کی کہ ربیعہ ہمارے بادشاہ کے دشمن کو اچھا سمجھتی ہے تو ابوداؤد نے اُسے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد سمجھایا۔ "ربیعہ اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ حکومت میں باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دے تو خدا کے لئے سرحدی عقاب ایک باغی ہے اور وقت آنے پر فرڈنینڈ کی افواج اُسے کچل کر رکھ دیں گی۔"

ربیعہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ اُس کا باپ اپنے علم و فضل کے باوجود ان لوگوں سے مختلف نہیں جنہوں نے اُندلس کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے مایوس ہو کر مستقبل کی تمام توقعات اپنے عیسائی آقاؤں کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کا زیادہ گہری نظر سے مطالعہ کرنے لگی آہستہ آہستی اُسے یہ محسوس ہونے لگا کہ گھر سے اُس کے باپ کے اکثر غیر حاضر رہنے کا باعث سیر و سیاحت کا شوق نہیں بلکہ وہ درپردہ فرڈی نینڈ کے لئے اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اُسے اپنی تنہائی اور اجنبیت کا احساس ہونے لگا اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کا احساس ترقی کرتا گیا۔ مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کر کے جو ولولے اس کے دل میں پیدا ہوا کرتے تھے وہ مٹتے چلے گئے۔ اُس پر ایک ذہنی جمود طاری ہونے لگا۔ زندگی اس کے لئے صبح و شام کے ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کا نام رہ گئی۔

لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ ابوداؤد کیساتھ غرناطہ جاری ہے تو اس کے دل میں سوائے ہوئے ہنگامے اچانک بیدار ہو گئے۔ اُسے ابوداؤد کے مقاصد کا صحیح علم نہ تھا۔تاہم وہ سفر کی ہر نئی منزل پر اپنے دل کی دھڑکنوں میں ایک اضافہ محسوس کرتی۔غرناطہ کے مختلف مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے۔اس سفر کے دوران کئی بار سرحدی عقاب کا ذکر آیا۔میریا اس سے بہت خائف تھی اور وہ ابوداؤد کے احتجاج کے باوجود ہر نئی چوکی پر پہنچ کر یہ سوال کرتی۔" ہمارے راستے میں سرحدی عقاب کے حملے کا تو خطرہ نہیں۔" چوکی کے افسر اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے۔لیکن وہ اگلی چوکی پر پہنچ کر پھر یہ سوال دُہراتی۔ایک دن جب وہ راستے کی ایک سرائے کے مالک سے اسی قسم کے سوالات پوچھ رہی تھی تو ابوداؤد نے سرائے کے مالک سے مخاطب ہو کر کہا۔"تم اُسے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ سرحدی عقاب عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔" ربیعہ لوگوں کی زبانی اپنی سوتیلی ماں کے سوالات کا جواب دلچسپی سے سنتی اور اس کا تصور اُسے غرناطہ کے خوب صورت شہر سے ان پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف لے جاتا جہاں کسی پُر اسرار مجاہد نے چند برس قبل کاؤنٹ سینٹ یاگو کو عبرتناک شکست دی تھی اور اُسے اپنے باپ کے اس دعویٰ پر افسوس ہوتا کہ اُن کا راستہ سرحدی عقاب کی پرواز کی زد سے دُور ہے۔

(۴)

قسطلہ میں سرحدی عقاب کے متعلق جو باتیں مشہور تھیں ان سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ ایک بڑی عمر کا ہیبت ناک انسان ہوگا لیکن وہ اس سے کہیں مختلف تھا۔اس کی نگاہوں سے تھوڑے سے زیادہ محبت اور شفقت برستی تھی۔اس کی مردانہ وجاہت میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ ربیعہ نے اگر اس کی شجاعت کے قصے نہ

بھی سُنے ہوتے تو بھی وہ اُسے دیکھ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔

اپنی قوم کے اولوالعزم مجاہد کو ایک نظر دیکھ لینا ہی ربیعہ کے لئے زندگی کا سب سے بڑا انعام تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی بگھی روکی تھی، سرحدی عقاب کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب انجلا نے اُسے یہ بتایا کہ وہ اُسے بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اس قلعے میں لے آیا تھا تو اُسے کائنات کے اس وسیع نظام میں پہلی بار اپنی اہمیت کا احساس ہوا۔

جب تک ربیعہ کی حالت کچھ مخدوش رہی وہ صبح شام اس کی تیمارداری کے لئے آتا رہا۔ لیکن جب وہ تندرست ہونے لگی اس نے اس کے کمرے میں آنا بہت کم کر دیا۔

بشیر بن حسن اس کی مرہم پٹی کے لئے دن میں دوبارہ ضرور آتا۔ انجلا اس نوجوان اور خوش وضع طبیب کے پاؤں کی آہٹ کی منتظر رہتی اور بھاگ کر اس کے لئے دروازہ کھولتی اور جب وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ ربیعہ کے قریب بیٹھ کر مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ سوال کرتی۔ ”میری بہن کب تک سفر کے قابل ہو جائے گی؟“

وہ بے پرواہی سے جواب دیتا۔ ”بہت جلد۔“

”ابا جان کہتے ہیں آپ جس مریض کو ہاتھ لگا دیں اُسے شفا ہو جاتی ہے لیکن اُس دن بگھی سے گرنے کے بعد میرے دانت ابھی تک درد کرتے ہیں۔“

”تمہیں وہم ہے۔ تمہارے دانت بالکل ٹھیک ہیں۔“

”نہیں نہیں مجھے وہم نہیں۔ میں تکلیف کی وجہ سے گزشتہ رات سو نہیں سکی۔“

اور میریا کمرے کے دوسرے گوشے سے کہتی۔ ''آپ اچھی طرح دیکھئے رات واقعی یہ درد سے کراہ رہی تھی۔''

''بہت اچھا میں دیکھتا ہوں۔''

بشیر بن حسن ربیعہ کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر انجلا کی طرف متوجہ ہوتا اور اُس کے دانتوں کا معائنہ کرنے کے بعد سوچ میں پڑ جاتا۔ پھر اُس کی ماں سے سوال کرتا۔ ''کیا اسے پہلے بھی کبھی دانتوں میں درد ہوا ہے؟''

میریا جواب دیتی ''نہیں۔''

وہ پھر سوچ میں پڑ جاتا اور انجلا دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی۔ بشیر بن حسن کہتا۔ ہوسکتا ہے کہ دانت کی جڑ میں کوئی خرابی ہو لیکن بظاہر اس کے کوئی آثار نہیں۔ خیر میں ایک نئی دوا دیتا ہوں۔ اسے مسوڑھوں پر اچھی طرح ملو۔''

وہ نئی دوا دے کر چلا جاتا اور انجلا اپنی ماں کی بدگمانی سے بچنے کے لئے دوا لے کر باہر کی طرف کھُلنے والے دریچے کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور دوا کو دانتوں میں لگائے بغیر اُنگلی سے مسوڑوں کی مالش کرتے ہوئے تھوکنا شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ مسوڑوں کو دبا کر تھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا خون بھی نکال دیتی اور اس کی ماں یہ کہتی۔ ''بیٹی! وہ کتنا ہی اچھا طبیب کیوں نہ ہو لیکن مذہبی تعصب سے پاک نہیں ہوسکتا۔''

انجلا فوراً یہ کہتی ''نہیں امّی جان! مجھے ان کی دوا سے بہت آرام ہے۔''

جب میریا اِدھر اُدھر ہوتی انجلا دل کھول کر ہنستی۔ ربیعہ اسے ملامت کرتی تو وہ سنجیدہ ہو کر کہتی۔ ''ربیعہ میری بہن! تم بُرا مت مانو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی

لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے شرارت کیوں سُوجھتی ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں خود احمق بن رہی ہوں لیکن بعض حماقتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ جب میرے دانت دیکھنے کے بعد وہ پریشان سا ہو کر سوچ میں پڑ جاتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ قہقہہ مار کر ہنسوں اور ____ میرے ساتھ وہ بھی ہنس پڑے۔"

ربیعہ پریشان ہو کر کہتی۔ "انجلا پگلی نہ بنو۔ اس کی دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ تمہیں اس کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیے۔"

انجلا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہتی۔ "ربیعہ تم خوامخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔ میری بات پر یقین کرو، یہ صرف ایک مذاق تھا۔"

ایک شام ابو داؤد کی موجودگی میں بشیر ربیعہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ میریا نے کہا ۔ "انجلا کو گزشتہ رات پھر نیند کی تائید کی۔ بشیر نے کہا۔ "آج میں ایک نہایت مجرب دوا لایا ہوں۔ انشاءاللہ تین دن یہ دوا پینے کے بعد آپ کی بیٹی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ یہ کہتے ہوئے بشیر نے شیشی سے دوا کا ایک گھونٹ پیالی میں ڈال کر انجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے پی لو۔"

"پینے کی دوا؟" اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بشیر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں یہ پینے سے دانتوں کی تکلیف ضروری جاتی رہے گی۔"

انجلا نے جھکتے ہوئے پیالی منہ کو لگائی۔ لیکن دوا چکھتے ہی فوراً تھوکنے کے بعد چلا اٹھی۔ "یہ بہت کڑوی ہے میں نہیں پیوں گی۔"

بشیر نے اُٹھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "تمہیں پینا پڑے گی۔"

اُس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مرعوب ہوکر کہا۔ ''لیکن مجھے قے ہو جائے گی''

بشیر نے جواب دیا۔ ''تو میں اور دوا دے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوا کافی ہے ۔''

انجلا نے طفلانہ انداز میں کہا۔ ''تو میں پی لوں''

ابو داؤد نے کہا۔ ''ہاں بیٹی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں۔''

انجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ''کوئی نقصان تو نہیں ہوگا اس سے۔''

ابو داؤد نے برہم ہوکر کہا۔ ''بشیر بن حسن کی دوا سے نقصان؟ انجلا تم بالکل نادان ہو۔''

انجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابل برداشت حد تک کڑوی دوا حلق میں انڈیل لی۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ شیشی میں یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو تو اتنی دوا اور پی لینا۔ دانتوں کے علاوہ یہ معدے کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی۔''

بشیر اور ابو داؤد کے چلے جانے کے انجلا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور وہ ہنس پڑی۔

تھوڑی دیر منہ بسورنے کے بعد انجلا خود بھی ہنس رہی تھی۔ اور میریا پریشان سی ہو کر رہی تھی۔ ''تم دونوں پاگل ہو۔''

اگلے دن میریا اپنے خاوند کے سامنے بشر بن حسن کی تعریف کرتے ہوئے

کہہ رہی تھی "یہ طبیب واقعی بہت قابل ہے۔"

(۵)

یہ قلعہ ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ اس کی چاردیواری دو آدمیوں کے برابر اُونچی تھی ۔ دروازے والی دیوار کے ساتھ ساتھ دومنزلہ مکانات تھے ۔ نچلی منزل میں سپاہیوں کی کوٹھڑیاں اور بالائی منزل پر فوجی افسروں کی رہائش کے لئے مکانات تھے ۔اس دیوار کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے اصطبل تھے ۔ تیسری طرف ایک مسجد تھی۔ اور چوتھی طرف پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔

بالائی منزل کے ایک سرے پر دو بہترین کمروں میں ابوداؤد اوراس کے بچوں کو جگہ دی گئی ۔وہ کمرہ جس میں ابوداؤد کی بیوی اورلڑکیوں کے بستر تھے کافی کشادہ تھا۔اوراُس کی کھڑکیاں اور روشندان باہر کی طرف کھلتے تھے ۔مکانات کی یہ منزل چونکہ فصیل سے قریباً دگنی بلندی پر تھی اس لئے ان کھڑکیوں میں سے سرسبز وادی اور اس وادی سے پرے حدنظر تک بلند پہاڑیوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔وادی کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی کا چمکتا ہوا پانی نظر آتا تھا۔

اس کمرے میں آمد روفت کے دو دروازے سے ابوداؤد کے کمرے میں کھلتے تھے اوراس سے آگے ایک کشادہ برآمدہ تھا جس کا رُخ صحن کی طرف تھا۔ابوداؤد کے کمرے کے دائیں ہاتھ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں اُس کا زخمی کوچوان ٹھہرا ہوا تھا اوراُس کے بائیں ہاتھ بدر بن مغیرہ اور بشر بن حسن کے کمرے تھے اوراُن سے آگے فوج کے عہدہ داروں کی کوٹھڑیاں تھیں۔

بدر بن مغیرہ کو دن کیوقت ابوداؤد کے پاس بیٹھنے کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی ۔وہ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہوکر سرحدی چوکیوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل

جاتا بعض اوقات وہ رات کے وقت بھی باہر رہتا لیکن اُس کی غیر حاضری میں بشر بن حسن پوری توجہ سے ابو داؤد کی میزبانی کے فرائض انجام دیتا۔ بشیر ایک بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کا عالم بھی تھا۔ وہ تاریخ، فلسفہ اور دوسرے علوم میں ابو داؤد کے کمال سے متاثر ہونے بغیر نہ رہ سکا۔ دن کے وقت اُسے بھی دور دور تک مریضوں کو دیکھنے کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن شام کو وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاتا اور سونے سے پہلے ابو داؤد کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہتا۔ وہ کھانا بھی ابو داؤد کے ساتھ اس کے کمرے میں کھاتا۔

بدر بھی جب اپنے دورے سے واپس آتا تو فرصت کے لمحات ابو داؤد کے ساتھ گزارتا۔ رات کے وقت بشیر اور ابو داؤد دیر تک باتیں کرتے رہتے لیکن بدر کھانے کے بعد زیادہ دیر باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ عالم طور پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ ربیعہ، انجلا اور میریا اپنے کمرے میں کھانا کھا لیتیں۔

ربیعہ کے کان دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ باتیں کرنیوالوں کی طرف صرف اس وقت متوجہ ہوتے جب اسے بدر کی آواز سنائی دیتی۔ اُسے روبصحت دیکھ کر بدر نے تیمارداری کے لئے اس کے کمرے میں آنا ترک کر دیا تھا۔ تاہم جب بھی وہ ابو داؤد کے کمرے میں داخل ہوتا اس کا پہلا سوال یہ ہوتا۔ ”آپ کی بیٹی کیسی ہے؟“

ربیعہ یہ محسوس کرتی کہ اس کی ابتدائی توجہ محض رحم کے جذبات کے پیداور تھی۔ انجلا ہر ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ صرف ماحول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب

دوسرے کمرے میں ابوداؤد کے ساتھ صرف بشیر ہوتا وہ اپنے باپ سے کوئی پوچھنے یا کسی اور بہانے سے دروازہ کھول کر ان کے کمرے میں چلی جاتی۔ کڑوی دوا چکھنے کے بعد اُسے دانتوں کی تکلیف سے مکمل آرام ہو چکا تھا۔ تاہم نوجوان طبیب کے ساتھ اس کی دلچسپی بڑھ گئی۔

ابو داؤد کا کوچوان تندرست ہو چکا تھا۔ ایک رات جب دوسرے کمرے میں بدر اور بشیر، داؤد کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ابوداؤد نے کہا۔ ''میرا کوچوان واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ اس کے بال بچے قسطلہ میں ہیں اور میں نے اسکے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں غرناطہ جاتے ہیں تمہیں واپس بھیج دوں گا۔ یہ بھی بال بچوں سمیت قسطلہ سے ہجرت کرنا چاہتا تھا لیکن میری عجلت کی وجہ سے یہ اُنہیں اپنے ساتھ نہ لا سکا۔ اب غرناطہ پہنچنے میں ہمیں دیر لگی جائے گی اور اس بے چارے کو اپنے بچوں کی متعلق بہت تشویش ہے۔ اس لے میرا خیال ہے کہ اسے یہیں سے رخصت کروں۔ کیا آپ اس کے سفر کا بندوبست کر دیں گے؟''

بدر جواب دیا۔ ''میرے آدمی اسے سرحد کے پار پہنچا دیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ میری سرگرمیوں کے متعلق یہ وہاں جا کر کوئی بات ظاہر نہ کرے۔''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''کسی اور آدمی کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی لیکن اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس سال سے میرے پاس ہے اور میں اسے بارہا آزما چکا ہوں۔ یہ میری زندگی کے ہر راز سے واقف ہے اور اگر یہ میرا ایک راز بھی میرے دشمنوں پر ظاہر کر دیتا تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتے۔ اب بھی میں اپنی آدھی دولت اس کے گھر چھوڑ آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بیس سال کے بعد بھی مجھے اپنی امانت واپس مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی

عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اس پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں اور میرے ساتھ اس کی عقیدت میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ مجھے عیسائی حکومت کا بدترین دشمن سمجھ کر مجھ پر جان دیتا ہے جب یہ چودہ برس کا تھا اس کے باپ کو قسطلہ کے گورنر نے بغاوت کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور اس نے وہ دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ اسے کتنی عقیدت ہے۔ آج یہ مجھ سے یہ کہتا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں اپنے بچوں کو میرے پاس غرناطہ میں چھوڑ کر آپ کو مجاہدوں کی فوج میں شامل ہو جاؤں گا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔" مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لی بہر حال وہ جب چاہے گا اسے میرے آدمی سرحد کے پار پہنچا دیں گے۔"

"اسے اپنے بچوں کے متعلق بہت پریشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے صبح ہی بھیج دوں۔"

انجلا اور میریا دروازے سے کان لگا کر یہ باتیں سن رہی تھیں اور دونوں حیران ہو کر ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بدر بن مغیرہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ابو داؤد اور بشیر حسب معمول دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میریا بیقراری کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ اُسے معلوم تھا کہ قسطلہ میں کوچوان کی بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ اُسے اس بات کی پریشانی تھی کہ ابو داؤد کہیں سچ مچ عیسائی حکومت کا دشمن ثابت نہ ہو۔

آدھی رات کے قریب ربیعہ کی آنکھ لگ گئی لیکن انجلا اور میریا دیر تک آپس میں کھسر پھسر کرتی رہیں۔ میریا بار بار اپنے شوہر کے یہ الفاظ دہرا رہی تھی کہ وہ اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی بہ نسبت اپنے کوچوان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

انجلا نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان اتنے نادان نہیں کہ انہیں یہ بھی احساس نہ ہو کہ ہم اس کمرے میں اُن کی باتیں سن سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہا ہے۔''

میریا نے کہا۔ ''بیٹی مجھے ایک مسلمان پر کوئی اعتبار نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وطن چھوڑنے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر یہ غرناطہ جا کر ہمیں زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرے تو ہم کیا کرسکتی ہیں۔''

''امی میں جانتی ہوں، ابا کو مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپ اُن سے ان باتوں کی وجہ پوچھیں گی تو آپ کی تسلی ہو جائے گی۔''

''اور جب تک میری تسلی نہیں ہوتی مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لیکن یہ طبیب اُٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ ذرا دروازہ کھول کر اپنے باپ کو آواز دو۔''

''نہیں ماں ٹھہرو! وہ ابھی اُٹھ کر چلے جائیں گے۔''

جب بشیر چلا گیا تو میریا دروازہ کھول کر ہوا کے سرکش جھونکے کی طرح ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اور ابوداؤد پر برس پڑی۔ ''ہاں تو میں اور میری بیٹی تمہارے کوچوان سے بھی گئی گزری ہیں۔''

'' آہستہ بولو۔'' ابوداؤد نے جلدی سے اُٹھ کر باہر کی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم میری باتیں سُن کر آپے سے باہر ہو جاؤ گی لیکن خدا کی لئے تھوڑی دیر صبر کرو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کردوں گا۔ چلو میں تمہارے کمرے میں چلتا ہوں۔ یہاں باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی سُن لے گا تو ہم سب کے لئے بُرا ہو گا۔''

''خدا کے لئے ہمیں قسطلہ بھیج دو۔ معلوم نہیں کہ غرناطہ پہنچ کر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ تم ہمیں وہاں کسی تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالو ۔''

ابوداؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کا منہ بند کیا اور اسے دھکیلتا ہوا اس کے کمرے میں لے آیا اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کے بعد بولا۔ ''انجلا تم یہ دریچے بند کردو۔ کسی نے ہماری باتیں سُن لیں تو ہماری خیر نہیں'' پھر وہ میریا سے مخاطب ہو کر بولا۔

''خدا کے لئے تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دیتا ہوں۔''

اس ہنگامے نے ربیعہ کو نیند سے بیدار کر دیا تھا اور وہ لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

جب انجلا نے کمرے کے دریچے بند کر دیے تو ابوداؤد نے میریا کو دھکیل کر اس کے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''بیوقوف عورت! میں تمہیں غرناطہ کی ملکہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں اور تم ہم سب کی تباہی کے اسباب پیدا کر رہی ہو۔ ٹھہرو! میں کوچوان کو ابھی یہاں بلا لاتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا تو شاید وہ تمہاری تسلی کر سکے۔''

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔ ''لیکن تم ہمیں ان کے سامنے **ذلیل** کیوں کرتے ہو۔''

ابوداؤد نے کہا۔ ''میریا غور سے سنو! کوچوان کو میں ایک اہم مہم پر بھیج رہا ہوں اور اس مہم میں کامیابی کے بعد شاید میں یہاں سے غرناطہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دوں۔ فرڈی نینڈ کی نظر میں میری یہ کامیابی غرناطہ کی فتح سے کم نہیں ہوگی اور

جب وہاں جا کر میں یہ کہوں گا کہ اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شریک تھیں تو مجھے یقین ہے کہ ملکہ ازابیلا کی نظر میں تمہارا درجہ قسطلہ کی تمام عورتوں سے بلند ہو گا۔

میریا نے ذرا اور نرم ہو کر پوچھا۔ ''یہاں آپ کس کامیابی کی توقع رکھتے ہیں؟ ''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ سرحدی کو ابوالحسن سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔''

''تو آپ اُسے ــــــ؟''

''ہاں اگر قسطلہ والوں کو یہ علم ہو جائے کہ سرحدی عقاب اپنے پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے اِس غیر محفوظ قلعے میں رہتا ہے تو وہ فوراً یہاں حملہ کر دیں گے اور کوچوان کو میں اسی مقصد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں تمہاری تسلّی کے لئے اُسے یہاں بُلا لیتا ہوں۔''

میریا نے کہا۔ ''نہیں مجھے یقین ہے کہ وقت آنے پر ہم بھی ان پر احسان کر سکیں گے۔ جب ہماری طرح یہ لوگ ہمارے رحم و کرم پر ہوں گے تو میں بھی فرڈی نینڈ سے ان کی جان بخشی کروا سکوں گا۔''

ربیعہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اُسے آنکھیں کھول کر دیکھنے یا بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انجلا بولی۔ ''ابا جان! انہوں نے ہماری جان بچائی ہے۔ وہ ہماری ساتھ انتہائی خلوص سے پیش آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہوتے تو بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کے حقدار تھے اور وہ طبیب جو صبح و شام ربیعہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے سرحدی عقاب کا ساتھ ہونے کے باوجود ایک فرشتہ ہے۔ کیا آپ اس کے تمام احسان فراموش کر دیں گے۔''

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ''اس کے متعلق شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فرڈی نینڈ اپنی آدھی دولت دے کر بھی اُسے کی دوستی خریدنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نینڈ کے پاس وہ قید ہوکر جائے گا۔اس کے ہاتھ میں طلائی بیڑیاں ہوں گی اور فرڈی نینڈ اپنے وزیرِاعظم یا لارڈ بشپ سے کہے گا کہ میرے معزز قیدی کے لئے اپنی کرسیاں خالی کردو۔ وہ ایک بار قسطلہ کے ولی عہد کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے۔قرطبہ اور اشبیلیہ کے گورنر اُسے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔وہ ان شرپسندوں کے ساتھ رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کررہا ہے۔ اس کا صحیح مقام یہ جنگل نہیں بلکہ قسطلہ ک اشاہی دربار ہے اور میں اس کے احسانات کے بدلے، اس کی مرضی کے خلاف بھی اُسے ایک لمحہ کے اندر ہی اندر اُڑا کر کہیں سے کہیں لے گیا۔

لیکن ربیعہ کی حلات اس سے مختلف تھی۔ اس کے خیالات کے محل مسمار ہورہے تھے۔وہ بدر بن مغیرہ کو فرڈی نینڈ کے دربار میں پابہ جولاں دیکھ رہی تھی۔ اُس کی اُمید کے کنول مرجھا رہے تھے۔اُس کے آسمان تمنا کے روشن ستارے ایک ایک کرکے گر رہے تھے۔ وہ مایوسیوں کے بوجھ کے نیچے دبی جارہی تھی۔اس کا دم گھٹ رہا تھا۔وہ چلانا چاہتی تھی کاش وہ چلا سکتی۔کاش وہ کچھ کہہ سکتی لیکن اس میں آنکھیں کھول کر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

ابوداؤد نے کہا۔''میں کوچوان کو بلاتا ہوں۔''

میریا نے جواب دیا۔'' مجھے آپ پر اعتبار ہے۔مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔''

''میں اُسے چند باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔اور ایسی باتوں کے لئے یہ کمرہ محفوظ ہے۔''تھوڑی دیر بعد ابوداؤد کوچوان کو اپنے ساتھ لے آیا اور دروازہ بند کرنے کے

بعد آہستہ سے بولا۔ ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے کہا۔ "یہ اچھا ہے کہ ربیعہ سو رہی ہے۔ انجلا! اس پر کوئی بات ظاہر نہ کرنا۔" پھر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ کوچوان کی طرف متوجہ ہوا۔ "یاد رکھو! اگر تم فرڈی نینڈ کا نائٹ بننا چاہتے ہو تو یہ کام ہوشیاری سے کرو۔ تمہاری ذرا سی کوتاہی یہ سارا کام بگاڑ دے گی۔ تم سیدھے سرحد کے گورنر کے پاس جاؤ اور اس کو یہ کہو کہ میں نے محض احتیاط کی وجہ سے تمہیں کوئی تحریر نہیں دی۔ میں کوشش کروں گا کہ جمعہ کی رات سرحدی عقاب یہیں رہے۔ اگر وہ یہاں ہوا تو اس کمرے کی دونوں کھڑکیوں میں شمعیں روشن ہوں گی جسے ہمارے آدمی بہت دور سے دیکھ سکیں گے۔ اگر صرف ایک کھڑکی میں شمع روشن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ یہاں نہیں ہے اور حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر رات طوفانی ہو تو بھی ہم یہ کوشش کریں گے کہ وہ ایک یا دو کھڑکیوں سے ہمارے کمرے میں روشنی دیکھ کر صورت حال کا اندازہ کر سکیں۔ اگر ہمارے کمرے کی دونوں کھڑکیاں بند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ اگر وہ اس روز آدھی رات سے قبل اس قلعے پر حملہ نہ کر سکے تو ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ہوں گی اور دیکھو سرحد عبور کرنے سے پہلے کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرنا۔ تم نے آج تک شاید کسی کوچوان کو بادشاہ کا نائٹ بنتے نہ دیکھا ہو لیکن اس مہم کو سر انجام دینے کے بعد تم فرڈی نینڈ کے دربار میں اپنے لیے عزت کی بڑی کرسی خالی پاؤ گے۔"

کوچوان نے کہا۔ "میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر میرا آقا غرناطہ کا بادشاہ بن جائے تو میں فرڈی نینڈ کا نائٹ بننے پر اس کے دروازے کا پہریدار بننے کو ترجیح

دوں گا۔"

ابوداؤد نے جواب دیا۔ "مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اگر میرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تو میرے وفاداروں میں سب سے پہلے تمہارا گھر روشن ہوگا۔ تم میرے محل کے پہرے دار نہیں ہوگے۔ بلکہ میرے دربار کی زینت بنو گے۔ تم میرے تاج کا ہیرا کا بنو گے۔ اب جا کر آرام کرو علی الصباح تمہارے سفر کا بندوبست ہو جائے گا۔ انہیں یہ ضرور بتانا کہ قلعے کی حفاظت کے لیے پچاس سے زیادہ سپاہی نہیں ہوتے۔"

کوچوان کے چلے کے بعد ابوداؤد نے پھر ایک بار تمام دروازے بند کئے اور کرسی پر بیٹھ کر دیر تک انجلا اور میریا سے باتیں کرتا رہا۔ یہ تینوں اپنے آپ کو غرناطہ کا بادشاہ، ملکہ اور شہزادی تصور کر کے مستقبل کے عیش و آرام کے اسباب و وسائل پر بحث کر رہے تھے۔ لیکن ربیعہ کو ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کوچوان کے ساتھ ابو داؤد کی گفتگو اسے پریشانی کی آخری حد تک پہنچا دینے کے لیے کافی تھی۔ وہ یہ جان چکی تھی کہ سرحدی عقاب کے لیے ایک قفس تیار ہو رہا ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ اس قفس کو توڑنا اور اس خطرے کو روکنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کی بدطینتی اور خباثت کا اسے آج پہلی بار علم ہوا تھا اور اب وہ زیادہ شدت کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگی کہ وہ اس دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ صرف سرحد کا یہ باغی نوجوان ایک ایسا شخص تھا جسے بہت کم جاننے یا سمجھنے کے باوجود بھی وہ یہ خیال کرتی تھی کہ وہ اس سے قریب تر ہے۔

چند ساعت پہلے جب وہ سمجھتی تھی کہ سرحد کا یہ باغی دنیا کے ہر خطرے سے آزاد ہے تو اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ ایک خوف سا محسوس کرتی۔ ایک ایسا خوف جو ایک سیاح کسی پہاڑ کی دلکش لیکن خطرناک بلندیوں کی طرف قدم اٹھاتے

ہوئے محسوس کرتا ہے ۔بدر بن مغیرہ اس کے لیے بیک وقت ایک دل کش نخلستان ایک آتش فشاں پہاڑ اور برف کا ایک مہیب تو دہ تھا۔اس سے قربت کا تصور اس کے لیے جس قدر دل کش تھا، اسی قدر خوفناک تھا۔لیکن اب اپنے باپ کے ناپاک ارادوں سے واقف ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اس کے لیے ایک ایسا درخت تھا جس کی شاخوں پر وہ اپنا آشیانہ بنا چکی تھی ۔ یہ درخت حوادث کے سیلاب کا سامنا کر رہا تھا۔وہ اسے گرنے سے بچانا چاہتی تھی ۔وہ اپنے نازک ہاتھوں سے سخت زمین کھود کر اس کی جڑوں پر مٹی ڈالنا چاہتی تھی ۔

ابو داؤد اپنے کمرے میں چلا گیا اور ربیعہ چند بار کروٹیں بدلنے کے بعد سو گئی ۔

ربیعہ کا اضطراب

(۱)

صبح ربیعہ کی آنکھ کھلی تو اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے سر میں درد تھا۔ کھڑکیوں کے راستے باہر کی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اس نے بستر سے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر میں لیٹ گئی۔

بشیر بن حسن ایک دن قبل اس کی پٹیاں کھول کر یہ مشورہ دے چکا تھا کہ اب اس کی ٹانگ کی رہی سہی تکلیف چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ وہ صبح و شام قلعے سے باہر تھوڑی دور گھوم آیا کرے۔ تازہ ہوا میں سیر کرنے سے اس کی جسمانی کمزوری بہت جلد رفع ہو جائے گی۔

ابو داؤد کوچوان کو رخصت کرنے کے بعد سیدھا اس کے کمرے میں آیا اور بولا ”ربیعہ! تم ابھی تک سو رہی ہو! جاؤ انجلا کے ساتھ تھوڑی دور ٹہل آؤ۔ میریا تم بھی ان کے ساتھ جاؤ!

ابو داؤد جب ربیعہ نے کوئی جواب نہ دیا تو انجلا نے کہا۔ ”شاید ربیعہ کی طبیعت خراب ہے، چلئے امی! ہم گھوم آئیں۔“

میریا نے کہا۔ ”شام کو دیکھا جائے گا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔“

ابو داؤد نے ربیعہ سے پوچھا۔ ”کیوں ربیعہ! کیا بات ہے؟ اچھی ہو نا!“

ربیعہ نے ابو داؤد کی طرف دیکھے بغیر مغموم آواز میں جواب دیا ”اچھی ہوں“۔

”نہیں نہیں، تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔“

”میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔“

ابوداؤد نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”شاید تمہیں بخار ہے۔ میں ابھی طبیب کو لاتا ہوں“۔

ربیعہ نے کہا۔ ”نہیں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ طبیب کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان! میں چاہتی ہوں کہ ہم فوراً غرناطہ چلے جائیں۔“

”لیکن جب تک تم اچھی طرح چل پھر نہیں سکتیں ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔“

ابوداؤد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن کو اپنے ساتھ لے آیا۔

بشیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”میرے خیال میں رات آپ سو نہیں سکیں۔“

ابوداؤد، میریا اور انجلا نے چونک کر ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے ان کی پریشانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں میں آج رات بہت زیادہ سوئی ہوں۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میرا سر چکرا رہا تھا۔“

”ممکن ہے کہ زیادہ سونے سے آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہو۔ بہرحال میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ شام کے وقت آپ سیر کے لیے ضرور جائیں۔ بستر پر پڑے رہنے سے بھی جسم پر برا اثر پڑتا ہے۔“

ابوداؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میری بیوی کو بھی سر درد کی تکلیف ہے“۔

بشیر نے میریا کی نبض دیکھنے کے بعد کہا۔ ”آپ بھی اگر بہت کم نہیں سوئیں تو

ربیعہ کی طرح بہت زیادہ سوئی ہوں گی۔ آپ اگر صبح وشام سیر کے لیے جایا کریں تو ایسی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"مجھے تو واقعی ہی نیند نہیں آئی"۔

بشیر نے کہا۔"میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ جب بھی آپ کو کم خوابی کی تکلیف ہو اس میں سے ایک گولی کھالیا کریں۔"

شام تک ربیعہ کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی۔ ابو داؤد کے اصرار پر وہ انجلا اور میریا کے ساتھ سیر کے لیے چلی گئی۔ وہ ابھی تک ایک ٹانگ پر زیادہ بوجھ دے کر چلتی تھی۔ قلعے سے باہر بشیر بن حسن کسی مریض کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ اس نے انہیں دیکھ کر گھوڑا روکا اور کہا۔

"اگر آپ دونوں ٹانگوں پر یکساں بوجھ ڈالنے کی کوشش کریں تو پرسوں تک آپ اچھی طرح چلنے لگیں گی۔ آج زیادہ دور نہ جائیں۔"

انجلا نے کہا۔"نیچے وادی میں ہمیں کوئی خطرہ تو نہیں؟"

بشیر نے کہا۔"مہمانوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں"۔

(۲)

دو دن اور ربیعہ سخت بے چین رہی۔ وہ بدر بن مغیرہ کو آنے والے خطرات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ یہ کام اپنے باپ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں کرسکتی۔ انتہائی غور وفکر کے بعد اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اور اس نے بدر بن مغیرہ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ بشیر بن حسن سے پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ جنگل میں اپنے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے اور شاید دو دن تک واپس نہیں آئے گا۔ جمعہ میں چار دن باقی تھے اور ربیعہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتی رہی کہ وہ چند دن

اور اپنے مستقر سے نہ لوٹے۔

دو دن وہ انجلا کے ساتھ صبح و شام سیر کے لیے جاتی رہی ۔پہلی صبح بشیر بن حسن جو بہت سویرے سویرے سیر کے لیے نکل جاتا تھا انہیں واپس آتے ہوئے ملا ۔انجلا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔"دیکھئے اب تو ربیعہ کی چال میں کوئی نقص نظر نہیں آتا"۔

بشیر نے جواب دیا"بس اب چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائیں گی"۔

انجلا نے کہا۔"ابا جان کہتے تھے کہ وہ ہفتہ کے روز سے یہاں روانہ ہو جائیں گے۔"

"ہاں!غرناطہ سے آپ کے سفر کے لیے نئی بگھی منگوائی ہے۔

"آپ اس ویرانے میں پریشان نہیں ہوتے؟"انجلا نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔

"میں شہروں میں انسانوں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتا۔"

"آپ بہت سویرے سیر کو جاتے ہیں"۔

"ہاں بہت سویرے اٹھنے کا عادی ہوں"۔

بشیر بن حسن یہ کہہ کر چل دیا اور انجلا کچھ دیر مڑ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

ربیعہ نے کہا۔"چلو انجلا"۔

انجلا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور قدرے نادم سی ہو کر بولی ۔"ربیعہ کیا تمہارے خیال میں یہ ایک دل چسپ آدمی نہیں"۔

ربیعہ نے جواب دیا ۔"اگر وہ بھی تمہارے متعلق یہی خیال کرے تو مجھ کو افسوس ہوگا انجلا زندگی میں تمہارا راستہ اس کے راستے سے بہت مختلف ہے ۔یہ دو

متوازی لکیریں ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتیں۔“

انجلا نے اپنی پریشانی کو ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔”ربیعہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تمہارے ہم مذہب طبیب کے ساتھ محبت ہو گئی ہے؟“

”نہیں انجلا! محبت تمہارے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ تسلی ہے کہ تم اس مقدس جذبے سے محروم ہو لیکن کانٹوں میں الجھنے سے فائدہ نہیں۔ بعض کانٹے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ الجھنے والے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔“

”ربیعہ! ربیعہ! تمہارا خیال غلط ہے۔ میں محبت کے جذبے سے محروم نہیں۔ میں جس کسی کو اپنے دل کا مالک بناؤں گی تو اس کے لیے سب کچھ قربان کر دوں گی۔ لیکن وہ ایسا انسان نہیں ہو گا جو میرا ہم مذہب نہ ہو، جسے شہروں سے نفرت ہو۔ میں اتنی احمق نہیں کہ برف کے تودے میں آگ کی چنگاری تلاش کروں۔ اگر میں نے بشیر میں کوئی دلچسپی لی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارا معالج ہے۔ اگر تم برا مانتی ہو تو میں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گی۔ میں آئندہ تمہارے ساتھ سیر کے لیے بھی نہیں آؤں گی۔“

ربیعہ نے کہا۔”نہیں نہیں انجلا! میں مذاق کر رہی تھی۔“

(۳)

ربیعہ کی بے قراری میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جمعے میں دو دن باقی تھے۔ ربیعہ نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی تو انجلا ہاتھ منہ دھو کر سیر کے لیے تیار کھڑی تھی۔ میریا ہر رات سونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ میں بھی صبح سیر کے لیے تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن جب صبح اسے جگایا جاتا تو وہ دردِ سر یا کسی اور تکلیف کا بہانہ کر کے پڑی رہتی۔ تاہم جانے سے پہلے وہ انجلا کو یہ ہدایت ضرور کرتی کہ بیٹی بہت

دور نہ جانا، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

آج بھی ربیعہ اور انجلا نے اتمام حجت کے لیے اسے جگایا لیکن جب وہ اٹھنے کی بجائے کروٹ بدل کر پھر سو رہی تو انجلا نے اپنے دل میں ایک طرح کی خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "چلو ربیعہ آج ہم وادی عبور کر کے اس پہاڑی پر چڑھیں گی"۔

یہ پہاڑی وہی تھی جہاں بشیر عام طور پر سیر کے لیے جایا کرتا تھا۔ وادی کے گھنے درختوں میں سے گزرنے اور ندی عبور کرنے کے بعد پہاڑی کی چڑھائی میں ربیعہ انجلا کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکی۔ اس نے قریباً ایک تہائی بلندی پر پہنچ کر کہا۔ "انجلا میں تھک گئی ہوں۔ اگر تمہیں شوق ہے تو تم اوپر تک ہو آؤ۔ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتی ہوں"۔

"بہت اچھا، میں ابھی آ جاؤں گی۔" انجلا یہ کہہ کر بھاگتی ہوئی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ اس نے راستے میں بشیر کو نہیں دیکھا تھا اور اسے یہ امید تھی کہ وہ اس وقت پہاڑی کی چوٹی پر موجود ہوگا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ربیعہ ایک پتھر پر بیٹھ کر دیر تک انجلا کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو وہ نیچے وادی کا دل کش منظر دیکھنے لگی۔ اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر ایک سوار دکھائی دیا۔ گھوڑا اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سوار بلند آواز سے عربی زبان کا ایک گیت گا رہا تھا۔ سوار کی سفید قبا دیکھ کر ربیعہ کا دل دھڑکنے لگا اور وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد وادی کی طرف چل پڑی۔ اسے یہ خدشہ تھا کہ اگر سوار ندی کے کنارے پہنچ گیا تو وہ اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔

اس نے کچھ فاصلہ معمولی رفتار سے طے کیا لیکن درختوں کے قریب پہنچ کر وہ تیزی سے بھاگنے لگی اور ندی کے قریب پہنچ کر پگڈنڈی کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ جوں جوں سوار کی آواز نزدیک سنائی دے رہی تھی اس کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

جب سوار بالکل قریب آ گیا تو ربیعہ نے چاہا کہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پگڈنڈی پر کھڑی ہو جائے لیکن اس کی ہمت نے ساتھ نہ دیا اور وہ درخت کی اوٹ سے سر نکال کر پگڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا خیال صحیح نکلا۔ یہ سوار بدر بن مغیرہ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اس کے سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا۔

باوجود اس بات کے کہ سرحدی عقاب اس کی طرف متوجہ نہ تھا، ربیعہ اسے ایک نظر سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ حیاء پریشانی اور احساس مرعوبیت کے باعث وہ ایک لمحہ کے لیے کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ لیکن جب وہ گزر گیا تو وہ کوتاہی کے فرض کے احساس سے چونک اٹھی، اس نے اپنے دل میں کہا۔ ''شاید ایسا موقع پھر نہ ملے۔ جمعہ میں صرف دو دن باقی ہیں۔'' ''ٹھہریئے!'' اس نے جلدی سے پگڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی خفیف سی آواز بدر بن مغیرہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی، وہ چند گز آگے جا چکا تھا۔ وہ زمین جس نے ایک لمحہ پیشتر ربیعہ کے پاؤں پکڑ رکھے تھے اب اسے ندی کی طرف دھکیل رہی تھی۔ وہ ندی کی طرف بڑھی۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگی۔

''ٹھہریئے! ٹھہریئے! ٹھہریئے!!'' رفتار کے ساتھ ربیعہ کی آواز بھی بلند ہوتی گئی۔ سوار نے مڑ کر دیکھا اور گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ ربیعہ کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا

اور اس کے پاؤں پھر ایک بار زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔

بدر نے قدرے حیران ہو کر کہا۔ ''آپ...... اکیلی''۔

ربیعہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکی۔ بدر اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر گھوڑے سے اترا اور قدرے توقف کے بعد بولا۔ ''آپ پریشان ہیں، آپ نے مجھے آواز دی تھی۔''

ربیعہ نے جھجکتے ہوئے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ بدر کی مسکراہٹ میں تشویش، ہمدردی اور شفقت پا کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں...... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔''

''کہیے......!''

بدر نے پہلی بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ صحت، شباب، حسن اور پاکیزگی کا پیکر مجسم تھی اور اس کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں بدر بن مغیرہ کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

''آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں؟'' بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔

ربیعہ کی آنکھیں جن میں محبت اور اطاعت کے سمندر بند تھے آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں۔ اس نے کہا۔ ''میں اینجلا کے ساتھ سیر کے لیے آئی تھی۔ وہ اس پہاڑی پر چڑھ گئی ہے۔''

بدر نے کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں۔''

''میں اس کے لیے پریشان نہیں ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ کا یہ قلعہ سرحد کے بالکل قریب ہے، اگر نصرانیوں کو خبر ہو گئی کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو......''

''آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔''

''نہیں، نہیں میرا یہ مطلب نہیں مجھے......آپ کے متعلق تشویش ہے۔آپ اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں'' اگر نصرانیوں کو پتہ چل گیا کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ......''

''آپ میری فکر نہ کریں۔میں نصرانیوں کو کئی بار سبق دے چکا ہوں''۔

''تاہم مختصر سی فوج کے ساتھ آپ کا اس غیر محفوظ قلعے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمارا نوکر واپس جا کر یہ نہ بتا دے کہ آپ جنگل کی بجائے یہاں رہتے ہیں۔''

''آپ کے والد نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ بہت قابل اعتماد آدمی ہے''۔

ربیعہ نے پریشان سی ہو کر کہا۔''میرے والد بہت خوش اعتقاد ہیں۔ممکن ہے کہ ہمارا نوکر راستے میں پکڑا گیا ہو اور اس نے لالچ میں آکر یا دھمکی سے مرعوب ہو کر انہیں سب کچھ بتا دیا ہو۔ایسے معاملات میں احتیاط ضروری ہے۔''

ربیعہ کے لہجے میں نصیحت سے زیادہ التجا تھی۔ایک مسلمان لڑکی کی تشویش اور ہمدردی بدر کی توقع کے خلاف نہ تھی۔اس نے ربیعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔''یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں ہے اور جب تک نصرانی غرناطہ سے باقاعدہ جنگ چھیڑنے کا ارادہ نہیں کرتے وہ اس پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ میں کبھی کبھی یہاں قیام کرتا ہوں تو بھی مجھے یقین نہیں کہ وہ فوری اقدام کی جرأت کریں گے۔اگر آپ کو اپنے متعلق پریشانی ہے تو بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کا خون اس قدر منجمد نہیں ہوا کہ وہ اپنے مہمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں۔جب تک آپ لوگ غرناطہ نہیں پہنچ جاتے میرے سپاہی آپ کی حفاظت کریں گے۔''

ربیعہ نے مضطرب سی ہو کر کہا۔ ''آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ مجھے اپنے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں صرف آپ کے متعلق سوچ رہی تھی اور صرف میں ہی نہیں قسطلہ بلکہ اندلس کی ہر مسلمان لڑکی صبح و شام سرحدی عقاب کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہے۔ آپ اس بدنصیب قوم کا آخری سہارا ہیں۔'' ربیعہ کی آواز رک گئی اور اس کی حسین آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ ''قوم کی بیٹیوں کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جو مردوں کو عافیت پسند بنا دیتے ہیں۔ تاہم میں آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ دیا لیکن ربیعہ نے جلدی سے کہا ''ٹھہریئے''۔

بدر نے رکاب سے پاؤں نکالتے ہوئے کہا۔ ''شاید میں آپ کو تسلی نہیں دے سکا۔ دیکھئے نصرانیوں کا کوئی حملہ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی محاذ پر مجھے سویا ہوا نہیں پائیں گے۔ یہ قلعہ اتنا غیر محفوظ نہیں جتنا آپ خیال کرتی ہیں''۔

ربیعہ نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں؟

''ہاں میں بعض خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے بچپن میں اپنے والد کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا اور وہ صحیح ثابت ہوا لیکن اس کے بعد میں نے اپنے ہر خواب کی تعبیر اپنی تلوار سے لکھی ہے۔ اگر آپ نے میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کے لیے بھی میں اپنی تلوار پر بھروسہ کروں گا۔''

ربیعہ نے پر امید ہو کر کہا۔ ''مجھے آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے۔ اندلس کے ہر مسلمان کو آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے اور میں نے جو خواب دیکھا ہے اس تعبیر صرف آپ کی تلوار سے لکھی جا سکتی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں نے اچانک

آپ کے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔آپ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔میں رات کی تاریکی میں قلعے کے اندر اور باہر خوفناک نعرے سن رہی تھی۔مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو چکے ہیں۔خوف کے باعث میری آنکھ کھل گئی۔ہو سکتا ہے کہ یہ خواب میری توہمات کا نتیجہ ہو لیکن آپ سے اس کا ذکر کیے بغیر مجھے چین نہیں آسکتا تھا۔"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔اگر آپ کا خواب صحیح ہو تو آپ انشاءاللہ قلعے کے اندر ان کے نعرے سننے کی بجائے قلعے سے باہر ان کی چیخیں سنیں گی۔"

ربیعہ نے دبی زبان سے "آمین" کہا اور اس کا مغموم چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"اس خواب کی تعبیر کے لیے شاید آپ کا چند دن اور یہاں ٹھہرنا ضروری ہو۔میں آپ کے والد سے کہوں گا شاید وہ چند دن اور سفر کا ارادہ ملتوی کرنے پر رضامند ہو جائیں"۔

ربیعہ نے خوش گوار دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔"آپ کی یہ عنایت شاید میرے کسی اور خواب کی تعبیر ہے"۔

بدر بن مغیرہ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے۔"آپ شاید اپنی بہن کا انتظار کریں گی۔میں جاتا ہوں"۔

بدر نے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنا نیزہ تھام لیا۔ربیعہ نے جھجکتے ہوئے کہا"مجھے ڈر ہے کہ آپ میری باتوں کو کہیں مذاق نہ سمجھ لیں۔میری سوتیلی ماں، انجلا اور میرا والد بھی میری باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔خدا کے لیے ان سے میرے خواب کا ذکر نہ

کریں۔"

"شاید آپ کو تسلی دینے کے لیے الفاظ کافی نہ ہوں"۔ بدر نے یہ کہتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد چند بار سیٹی بجائی۔ اس کے جواب میں آس پاس کے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے چند پہرے دار اس کے گرد جمع ہو گئے۔

بدر نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔"سلیمان! تم ابھی جنگل کی طرف روانہ ہو جاؤ، میں آج شام سے پہلے پہلے اپنی آدھی فوج کو اس پہاڑ کے عقب میں جمع دیکھنا چاہتا ہوں۔ قلعہ کے سپاہیوں میں سے کسی ان کی آمد کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔"

بدر بن مغیرہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر پہرے دار جس طرح درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے تھے اسی طرح غائب ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور۔ اب آپ کو اطمینان ہے؟ جب تک آپ یہاں ہیں میری آدھی فوج اس قلعہ کے گرد پہرا دے گی"۔

ربیعہ نے اضطراری طور پر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔"خدا کے لیے یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اپنا خوف ہے۔ میرا اضطراب صرف آپ کے لیے ہے۔ آپ قوم کی پونجی ہیں۔ آپ اندلس کے مسلمانوں کا سرمایۂ حیات ہیں۔ کاش میں آپ کو اپنے خواب سے متاثر کرنے کی بجائے کچھ اور کر سکتی۔ کاش میں ان سرفروشوں میں سے ایک ہوتی جو آپ کے دروازے پر پہرا دیتے ہیں لیکن میں صرف ایک توہم پرست لڑکی ہوں جس کے پاس آپ کے لیے خوابوں اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں۔" ربیعہ کی آواز بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ بدر بن مغیرہ کے لیے دیر تک یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ انتہائی سادگی،

عجز اور انکسار کے باوجود ربیعہ کے چہرے پر ایک ایسی متانت، سنجیدگی اور وقار تھا کہ بدر بن مغیرہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے نادم سا ہو کر کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرے الفاظ سے صدمہ پہنچا، میرا مقصد یہ نہ تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اچھا خدا حافظ!''۔

ربیعہ گھوڑے کی باگ چھوڑ کر ایک ہٹ گئی۔ بدر نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ندی میں ڈال دیا۔ ربیعہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بار بار خدا حافظ! خدا حافظ!! کہہ رہی تھی۔

(۴)

انجلا ربیعہ کو راستے میں چھوڑ کر پہاڑی کی چوٹی پر پہنچی تو بشیر بن حسن اسے سامنے چند قدم کے فاصلے پر نیچے اترتا دکھائی دیا۔ وہ سانس درست کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ جب بشیر قریب آیا تو وہ رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بشیر نے اچانک اس کی طرف دیکھا تو چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ پھر کچھ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

بشیر نے کہا ''آج آپ اکیلی آ گئیں''۔

انجلا نے جواب دیا...... ''ربیعہ میرے ساتھ تھی وہ پیچھے رہ گئی ہے۔ میں اس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ یہاں ہوں گے۔ یہ چڑھائی بہت دشوار تھی''۔

''آپ نے بہت ہمت کی''۔ بشیر کے الفاظ میں ایک روکھا پن تھا اور انجلا محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میری ہمت یہاں تک پہنچ کر جواب دے چکی ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ مل گئے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ

ہو تو چوٹی تک میرا ساتھ دیں۔''

''چلیے!''

''شکریہ! مجھے ڈر تھا کہ کہیں واپسی پر راستہ نہ بھول جاؤں''۔

''یہ راستہ اس قدر پیچیدہ نہیں'' بشیر نے بے پروائی سے جواب دیا۔

بشیر خاصی رفتار کے ساتھ اس کے آگے آگے جا رہا تھا اور سانس پھول جانے کے باعث انجلا خواہش کے باوجود اس سے کوئی بات نہ کر سکی۔

پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر انجلا بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ بشیر بن حسن نے ایک بلند اخلاق طبیب کی شان استغنا کے ساتھ ایک بار مڑ کر اس پیکر رعنائی کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر نیچے سرسبز وادی کی طرف دیکھنے لگا۔

انجلا نے رومال سے پسینہ پونچھتے اور تنفس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو شاید چڑھائی محسوس بھی نہیں ہوئی۔ میرا تو برا حال ہو رہا ہے۔''

بشیر نے بدستور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں پہاڑوں پر چڑھنے کا عادی ہوں آپ نے شاید پہلی بار ہمت آزمائی کی ہے''۔

انجلا نے کہا۔ یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی وادیاں کتنی دلفریب دکھائی دیتی ہیں۔ افسوس ربیعہ میرے ساتھ نہ آسکی۔

''اسے ابھی اتنی ریاضت کرنی بھی نہیں چاہیے''۔

انجلا نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اگر اجازت ہو تو تھوڑی دیر سستا لوں۔ میں بہت تھک گئی ہوں''۔

بشیر نے جواب دیا ''جلدی کیجیے آپ کی بہن انتظار کر رہی ہو گی۔''

انجلا نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کتنا حسین ہے یہ منظر، آپ ہر روز یہاں آیا کرتے ہیں؟''

''ہاں! لیکن یہ محض اتفاق ہے کہ آج میں یہیں سے واپس جا رہا تھا۔ ورنہ میں سامنے اس پہاڑ کی چوٹی جایا کرتا ہوں''۔

''یہ اتفاق شاید اس لیے تھا کہ قدرت کو آپ کی رہنمائی میں میرا یہاں تک پہنچانا مقصود تھا''۔

''آپ میرے بغیر بھی یہاں آسکتی تھیں۔''

''نہیں، میں سچ کہتی ہوں، میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہم پرسوں جا رہے ہیں۔ اگر آج آپ راستے میں نہ ملتے تو اس چوٹی پر پہنچنے کی حسرت شاید میں اپنے ساتھ لے جاتی۔''

''یہ کوئی ایسی حسرت نہ تھی جس کے پورا نہ ہونے کا آپ کو افسوس ہوتا۔''

''میں یہ حسین منظر کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ میں نے سنا ہے کہ سرحدی عقاب کے جنگل میں نہایت دلفریب مناظر ہیں''۔

''ہاں وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔''

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ شہروں میں جانا پسند نہیں کرتے؟

انسان ہمیشہ ایسی جگہ کو پسند کرتا ہے جہاں وہ مفید کام کر رہا ہو۔

''میرے خیال میں آپ ان پہاڑوں اور جنگلوں کی بجائے قسطلہ، اشبیلیہ اور قرطبہ جیسے شہروں میں زیادہ مفید کام کر سکتے ہیں۔ وہاں امراء گورنر اور بادشاہ تک آپ کے قدر دان ہوں گے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گی کہ آپ یہاں اپنے جوہر ضائع کر رہے ہیں۔ ابا جان کہتے ہیں کہ اگر آپ قسطلہ چلے جائیں تو

بادشاہ کے دربار میں آپ کو پہلی کرسی ملے گی۔"

آپ کے والد یقیناً مجھے قسطلہ جانے کا مشورہ نہیں دیں گے ۔ میں بدر بن مغیرہ کے ایک معمولی سپاہی کا علاج کر کے تمہارے بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے سے زیادہ خوش رہ سکتا ہوں ۔ یہ لوگ کبھی کبھی صرف جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کا علاج ہو سکتا ہے ۔لیکن تمہارے بادشاہ اور امراء ہمیشہ روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

انجلا نے مسکراتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور کہا" آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو عیسائیوں سے نفرت ہے"۔

"ایک طبیب کی حیثیت میں ہر انسان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا پہلا فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں جو اندلس میں مسلمانوں کی عزت اور آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔آپ کو انسانیت قسطلہ کے ان ایوانوں میں دکھائی دیتی ہے جہاں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں تیار ہو رہی ہیں اور مجھے انسانیت ان جھونپڑوں میں دکھائی دیتی ہے جن میں رہنے والے غیروں کی غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں"۔

انجلا نے مغموم سی ہو کر کہا ۔"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ دیر تک ہمارے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

مقابلہ صرف فتح کی امید پر ہی نہیں کیا جاتا ۔بعض حالات میں جنگ کمزور کے لیے ایک فریضہ بن جاتی ہے ۔ہمیں یہ یقین ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔خیر اب چلئے دیر ہو رہی ہے۔

انجلا نے کہا ۔"میرے خیال میں اگر آپ قسطلہ کے شاہی طبیب کے

عہدے پر فائز ہوں تو آپ بادشاہ کو خوش کر کے اسے مسلمانوں کی آزادی پر حملہ کرنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔

''آزادی خوشامد سے نہیں بلکہ خون سے خریدی جاتی ہے۔''

انجلا نے کہا۔''طبیب کی حیثیت میں آپ بادشاہ کے خوشامدی نہیں بلکہ محسن بن سکتے ہیں''۔

بشیر نے قدرے ترش لہجے میں کہا۔''ہمارے لیے اب تمہارے مغرور بادشاہ کا محسن بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کے ہاتھ سے استبداد کی تلوار چھین لیں اور جب وہ ہمارے رحم و کرم پر ہو تو ہم اپنے بزرگوں کے اخلاق پر عمل کرتے ہوئے اس کی خطائیں معاف کر دیں۔ میں اپنی قوم کی دائمی زندگی کے لیے ایک سپاہی بن کر لڑنے کو اس سے عارضی زندگی کی بھیک مانگنے پر ترجیح دیتا ہوں ۔آپ یہاں مہمان ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ بحث شروع کر دی ۔ہسپانیہ اور قسطلہ کا مقابلہ اب باتوں سے نہیں تلوار سے ہوگا۔''

بشیر آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔انجلا اٹھ کر اس کے پیچھے چل دی۔وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔''کاش میں یہ بحث نہ چھیڑتی''۔

دونوں دیر تک خاموش رہے لیکن جب وہ پہاڑی سے اتر کر درختوں میں سے گزر رہے تھے انجلا نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس قدر خفا ہو جائیں گے۔خدا جانتا ہے کہ میں آپ کی دشمن نہیں ۔آپ خواہ کچھ کریں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ مجھے معاف کر دیجئے۔

بشیر بن حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے۔

اس نے متاثر ہوکر کہا۔’’ نادان لڑکی تم رو رہی ہو؟‘‘۔

مجھے معاف کردیجیے۔اس نے پھر کہا۔

’’لیکن میں ان آنسوؤں کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔اگر یہ نصرانیوں کی طرف سے ایک فاتح کی دوستی کا پیغام دینا چاہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ یہ موتی رائیگاں جائیں گے اور اگر یہ اس لیے ہیں کہ تم ہماری جدو جہد کو بے فائدہ سمجھتی ہو تو بھی ہمدردی کا یہ پیغام قبل از وقت ہے اور اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ بشیر بن حسن کی جان اس قدر قیمتی ہے کہ وہ موت حیات کی اس کشمکش میں اپنی قوم کا ساتھ نہ دے تو بھی تم غلطی پر ہو۔‘‘

انجلا نے جذبات سے مغلوب ہوکر کہا۔’’ مجھے عیسائیوں یا مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ میں صرف آپ کی خیر چاہتی ہوں ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری باتوں سے صدمہ پہنچا۔ میں نادان ہوں ۔آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں۔‘‘

’’انجلا!انجلا!!‘‘ربیعہ کی آواز آئی۔

انجلا کی خاموشی پر بشیر بن حسن نے جواب دیا۔آپ کی بہن یہاں ہے۔پھر وہ انجلا سے مخاطب ہوا۔چلو انجلا!تمہاری بہن بلاتی ہے۔

انجلا بشیر کے آگے آگے چلنے لگی۔تھوڑی دیر بعد انجلا ، ربیعہ اور بشیر قلعے کا رخ کر رہے تھے۔

ندی عبور کرنے کے بعد انہیں ابو داؤد ملا اور اس نے انجلا اور ربیعہ سے مخاطب ہوکر کہا۔’’تم نے آج بہت دیر لگائی‘‘۔

ربیعہ نے کہا۔ابا جان!ہم نے آج پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ میں

زیادہ دور نہ جا سکی ۔ اینجلا اکیلی چوٹی پر سے ہو آئی ہے۔

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ربیعہ کے خواب کی تعبیر

(۱)

جمعہ کے دن کا بیشتر حصہ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن نے ابو داؤد کی صحبت میں گزارا۔ ان کی باتوں سے ابو داؤد کو یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وہ رات اس قلعہ میں گزاریں گے لیکن گزشتہ دو دن سے وہ اس بات پر حیران تھا کہ قلعہ کے بہت سے سپاہی اچانک غائب ہو چکے ہیں۔

دوپہر کے وقت جب وہ بدر اور بشیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے کہا ”قلعے میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے جب آپ یہاں ہوں تو آپ کی حفاظت کا پورا انتظام ہونا چاہیے“۔

بدر نے بے پروائی سے جواب دیا۔ ”اپنے لیے ہم کبھی سپاہیوں کی ضرورت محسوس نہیں کی“۔

” آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن اس قلعے کی حفاظت کے لیے بھی سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ نصرانیوں کی طرف سے اچانک حملے کا خدشہ نہ ہو تو بھی آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا ” آپ فکر نہ کریں خطرے کے مقابلے کے یے آپ یہاں کافی سپاہی موجود پائیں گے۔ اس قلعہ میں میرا قیام بالکل عارضی تھا۔ کل آپ غرناطہ روانہ ہوں گے اور میں انشاء اللہ اپنے پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ جاؤں گا۔“

تو شاید اسی خیال سے آپ نے سپاہیوں کو دو دن پہلے روانہ کر دیا ہے۔

”ہاں یہاں وہ بیکار پڑے تھے۔“

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب یہ لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہوا قلعے میں داخل ہوا اور مسجد کے دروازے کے سامنے آ رکا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ کر وہ گھوڑے سے اترا اور تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کی بات کا انتظار کئے بغیر پوچھا۔ ''کہو خیر تو ہے......تم بہت پریشان ہو''۔

سپاہی نے کہا۔ ''بادشاہ کے بھائی اور ان کے ساتھ غرناطہ کی فوج کے چند عہدیدار آپ سے ملنے کے لیے آئے تھے اور آپ کی قیام گاہ میں ٹھہر کر آپ کا انتظار کرنے کی بجائے وہ اس طرف آ رہے ہیں''۔

''وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے؟''۔

''یہاں سے آٹھ دس کوس دور ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔''

بدر بن مغیرہ نے بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست کریں۔ میں ان کی پیشوائی کے لیے جاتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد جب بدر بن مغیرہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قلعے سے باہر نکل رہا تھا۔ ابو داؤد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر گہری سوچ میں کمرے کے اندر ٹہلتا رہا۔ پھر اس نے درمیانی دروازہ کھول کر میریا کے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میریا ذرا ادھر آؤ۔

میریا کرسی سے اٹھ کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

ربیعہ اور انجلا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ ربیعہ نے آہستہ سے کہا۔

"انجلا! ابا جان آج صبح سے پریشان ہیں"۔

انجلا نے ربیعہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "ان کی پریشانی کی وجہ شاید کل کا کٹھن سفر ہو لیکن ربیعہ مجھے تم ان سے زیادہ پریشان دکھائی دیتی ہو۔ جب ہم قسطلہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو تم بہت خوش تھیں لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں غرناطہ کی نسبت یہ ویران قلعہ زیادہ پسند ہے"۔

"مجھے غرناطہ سے محبت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ ابا جان کہیں کل غرناطہ جانے کا ارادہ بدل نہ دیں"۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان غرناطہ جانے کا ارادہ تبدیل نہیں کریں گے۔ سرحدی عقاب نے ہماری لیے غرناطہ سے نئی بگھی منگوائی ہے۔ تمہاری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے۔ ربیعہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات نہیں چھپا سکتیں۔ سچ کہو تمہیں اس بات کا غم نہیں کہ سرحدی عقاب کا نشیمن غرناطہ سے دور ہوگا"۔

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں رقص کرنے لگیں، وہ انجلا کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ انجلا نے پھر کہا "ربیعہ ہم دونوں ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن میں بشیر بن حسن کا نام لیتی ہوں تو تم مجھے ملامت کرتی ہو اور تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے تصور سے تمہارا چہرہ مرجھایا جاتا ہے۔، سچ کہو! تمہیں سرحدی عقاب سے محبت نہیں؟"۔

"انجلا! میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس سے نفرت ہے لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے مختلف ہے۔ بدر بن مغیرہ اندلس کے آسمان پر چودھویں رات کا چاند ہے اور میں ان لاکھوں تماشائیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی آب و تاب سے

متاثر ہونے کے باوجود اسے آسمان سے اتار کر اپنے جھونپڑے کی زینت بنانے کا خیال دل میں نہیں لا سکتے۔ بشیر بن حسن بھی اندلس کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور تمہاری دلچسپی اگر اسے دیکھنے تک محدود رہتی تو میں یقیناً اعتراض نہ کرتی، لیکن انجلا! تم اس ستارے کو آسمان سے نوچ اپنے دامن کی زینت بنانا چاہتی ہو اور ان بلندیوں سے آنکھیں بند کر لیتی ہو جو تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں کھول دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں"۔

انجلا کا خوبصورت چہرہ مرجھا گیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "اپنی گذشتہ بدسلوکیوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ دنیا میں تم سے زیادہ میرا خیر خواہ کوئی نہیں۔ لیکن برا نہ ماننا تم ایک شاعرہ ہو۔ میں نے اسے آسمان پر نہیں اسی زمین پر دیکھا ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اگر اسے اپنے دامن کی زینت نہ بنا سکی تو بھی اس کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھاتے جھجک محسوس نہیں کروں گی۔ ربیعہ! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل نے گواہی دی تھی کہ وہ میرا ہے۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تھی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے کان اس آواز سے مانوس ہیں۔ جب تک میری آنکھیں اسے دیکھتی رہیں گی اور میرے کان اس کی آواز سنتے رہیں گے، میرا دل یہ کہتا رہے گا کہ وہ میرا ہے، وہ میرا ہے۔ ربیعہ! سچ کہو تم بدر بن مغیرہ کے متعلق یہی کچھ محسوس نہیں کرتیں کہ وہ ایک مرد ہے اور تم ایک عورت ہو......؟"

ربیعہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "انجلا! تم یہ محسوس نہیں کرتیں کہ تم عیسائی ہو اور وہ ایک مسلمان اور اندلس میں عیسائیت اور اسلام کی جنگ

جاری ہے''۔انجلا نے جواب دیا۔''مجھے اس کی پرواہ نہیں۔میں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کروں گی اور اگر میں اسے اپنی طرف نہ لاسکی تو مجھے اس کی طرف جانے میں کوئی تامل نہیں ہوگا''۔

ربیعہ نے کہا۔''انجلا! فرض کرو۔اگر آج ہی غرناطہ اور قسطلہ کی سلطنتوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ جائے تو تمہارے اور بشیر بن حسن کے درمیان تمام راستے مسدود نہیں ہو جائیں گے''۔

''ہوسکتا ہے کہ عارضی وقفہ کے لیے ہمارے درمیان تمام راستے مسدود ہو جائیں لیکن اس جنگ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمام اندلس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارے درمیان منافرت کی رہی سہی دیواریں نابود ہو جائیں''۔

ربیعہ نے کہا۔انجلا! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ بشیر بن حسن جیسا سپاہی اپنی قوم کی شکست اور تباہی کے بعد تم سے عشق کرنے کے لیے زندہ رہے گا۔

انجلا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔اس نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔''ربیعہ! فرض کرو اگر حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں اور اس کے لیے اپنی زندگی کے باقی دن وہاں گزارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو کیا پھر بھی میرے اور اس کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل رہیں گی؟''

ربیعہ نے جواب دیا''یہ اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دینے والے حالات پر منحصر ہے۔ایک قیدی کی حیثیت سے وہ اپنی دشمن کی کسی لڑکی سفارش پر رہا ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرے گا۔البتہ ایک فاتح کی حیثیت میں شاید وہ تمہاری محبت کی زنجیریں پہننا منظور کر لے لیکن تم یہ کیسے معلوم کیا کہ حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں گے''۔

انجلا نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''ایک پھول کا صحیح مقام باغ ہے ۔شاید وہ خود ہی زیادہ عرصہ اس ویرانہ میں رہنا پسند نہ کرے''۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور میریا ان کے کمرے میں داخل ہوئے ۔ابو داؤد کے ہاتھ میں دو جلتی ہوئی شمعیں تھیں جب اس نے دونوں دریچوں میں یہ شمعیں رکھ دیں تو ربیعہ نے معصومانہ انداز میں کہا۔ابا جان! کمرے میں فانوس سے پہلے ہی کافی روشنی ہے ۔یہ شمعیں جلانے سے کیا فائدہ؟

ابو داؤد نے پریشان ہو کر کہا ''ربیعہ تمہیں زیادہ روشنی سے نفرت ہے؟''

نہیں ابا جان! لیکن یہ ہوا سے بجھ جائیں گی ۔اگر آپ کہیں تو میں کھڑکیاں بند کر دوں؟

نہیں تازہ ہوا کے لیے کھڑکیوں کا کھلا رہنا ضروری ہے۔پھر اس نے میریا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''اگر یہ بجھ جائیں تو نہیں فوراً دوبارہ جلا دینا ۔میرے کمرے میں اور شمعیں پڑی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ اور لا کر رکھ دینا۔'' ابو داؤد یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

(۲)

عشاء کی نماز کے وقت بدر بن مغیرہ، شاہ غرناطہ کے بھائی الزغل اور غرناطہ کی فوج کے دو نامور سالار موسیٰ اور الزبغری کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔غرناطہ کے پندرہ سپاہی اور معمولی عہدہ دار بھی ان کے ساتھ تھے۔

چونکہ قلعہ کی مسجد میں مؤذن اذان دے رہا تھا اس لیے یہ لوگ گھوڑے سے

اترتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ابو داؤد اور بشیر بن حسن نے مسجد کے دروازے پر انہیں خوش آمدید کہا۔الزغل نے بشیر بن حسن کے ساتھ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ابو داؤد کی طرف دیکھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔''یہ ابو داؤد ہیں۔میں راستے میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر چکا ہوں''۔

الزغل نے ابو داؤد کے ساتھ مصافہ کرتے ہوئے کہا''بدر نے آپ کی بہت سی خوبیاں بیان کی ہیں لیکن میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا سرحدی عقاب آپ کا عقیدت مند ہے''۔

ابو داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔''میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں ایک انتہا درجہ کے فیاض طبع نوجوان کا مہمان ہوں جس نے اپنے بے کس مہمان کی بے جا تعریف بھی مہمان نوازی کے فرائض میں شامل کر لی ہے۔وہ حادثہ جس کے باعث مجھے چند دن کے لیے سرحدی عقاب کی ہم نشینی نصیب ہوئی ہے میری زندگی کا ایک انتہائی خوش گوار واقعہ ہے۔غرناطہ کا رجل عظیم جسے میں دور سے دیکھ لینا بھی اپنی خوش قسمتی خیال کرتا آج میرے سامنے ہے۔اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں اس مقدس ہاتھ پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جسے صدیوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی تلوار اٹھانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے''۔

الزغل ان باعمل انسانوں میں سے تھا جو خوشامد سے بہت پریشان ہوتے ہیں لیکن ابو داؤد کا لب ولہجہ اسے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔اس کے ساتھ ہی دو گرم گرم آنسو جو ابو داؤد کی آنکھوں سے انتہائی ضرورت کے وقت ٹپکا کرتے تھے الزغل کے ہاتھ پر گر پڑے۔

قریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ابو داؤد نے موسیٰ اور الزیغری سے متعارف ہوتے وقت بھی کیا۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ امامت کے فرائض ابو داؤد نے انجام دیئے۔

نماز کے بعد یہ لوگ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہے تھے ابو داؤد ان پر اثر ڈالنے کے لیے اپنے دماغ اور زبان کی تمام صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ الزغل جو خود بھی بہت سے علوم میں غیر معمولی استعداد رکھتا تھا، ابو داؤد کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا اور جب اس نے اپنی ان خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کیا جن کا مقصد قسطلہ کی ظالم حکومت کا تختہ الٹنا تھا تو الزغل نے کہا" خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اپنی سرگرمیوں کے لیے وہ جگہ منتخب کی ہے جہاں آپ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ غرناطہ میں آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرسکیں گے۔ بدر بن مغیرہ نے آپ کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا ہے اس سے میرا اندازہ ہے کہ آپ نوجوانوں کو متاثر کرنا جانتے ہیں۔ میں غرناطہ میں ایک ایسا نوجوان آپ کے سپرد کروں گا جسے راہ راست پر لانا ہمارے لیے اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے سے کم نہیں۔ میری مراد اپنے بھتیجے اور اندلس کے ولی عہد عبداللہ سے ہے۔ وہ پرلے درجے کا وہمی، ڈرپوک، خوشامد پسند اور جلد باز نوجوان ہے۔ وہ تعمیر سے زیادہ تخریب میں خوش ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی اصلاح کرسکیں تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی"

۔

ابو داؤد نے اپنی مسرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جوب دیا۔" غرناطہ کے نوجوانوں کی اصلاح کے لیے آپ کی آنکھ کا اشارہ کافی ہے۔ تاہم جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوشی سرانجام دوں گا"۔

الزغل نے کہا۔''ابو عبداللہ کو آنکھ کے اشارے کی جگہ چابک کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہو کہ وہ چابک آپ کے پاس ہے۔آپ غرناطہ کب جا رہے ہیں؟''

''تو جب تک آپ وہاں پہنچیں گے میں بھی آجاؤں گا۔میرا بھائی آپ جیسے باکمال آدمی کو اپنے بیٹے کا اتالیق بنانے پر اعتراض نہیں کرے گا لیکن ابو عبداللہ پر یہ ظاہر نہ کیجئے کہ آپ نے یہ ذمہ داری میری ایما پر قبول کی ہے۔وہ میری ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔''

''آپ اس کی فکر نہ کریں۔''

اس کے بعد الزغل ،موسیٰ اور الزیغری ابو داؤد سے قسطلہ کی فوجی تیاریوں کے متعلق سوالات پوچھتے رہے اور وہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے خوش کرنے کے ارادے سے جوابات دیتا رہا۔

آدھی رات کے قریب جب یہ لوگ اٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے قلعے کے چاروں طرف نقاروں کی گونج سنائی دی۔اور یہ لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے ۔الزغل نے جواب طلب نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور باقی لوگوں کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر حیرانی یا اضطراب کا شائبہ تک نہ تھا۔'' آپ گھبرائیں نہیں''۔اس نے اطمینان کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔بشیر بھی اٹھا لیکن بدر بن مغیرہ نے کہا۔''آپ مہمانوں کے پاس بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں''۔

بدر بن مغیرہ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک پہریدار بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا ۔اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔''نصرانیوں نے حملہ کر دیا ہے۔''

یہ سنتے ہی سب نے اٹھ کر تلواریں نکال لیں لیکن بدر بن مغیرہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''نصرانیوں نے گذشتہ بیس برسوں میں اس سے بڑی حماقت نہ کی ہو گی۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ رات کے وقت ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی اس قلعے کے قریب نہیں آ سکتی۔ میں اپنی گزشتہ تمام زندگی میں شاید کسی غیر متوقع حملے کے لیے اس قدر تیار نہ تھا۔''

ابو داؤد نے کہا۔ ''لیکن قلعے میں تو آج میں نے بیس پچیس سے زیادہ سپاہی نہیں دیکھے''۔

قلعے کی حفاظت اس کی چار دیواری سے بہت دور کی جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے آج میرے نصف سے زیادہ سپاہی یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ہی کسی سپاہی کے تیر کا نشانہ نہ بن جائیں۔ میں شاید خود بھی باہر لڑنے والوں کی راہنمائی کے لیے نہ جا سکوں۔ میں صرف قلعہ کے پہریداروں کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں۔

الزغل نے مطمئن ہو کر کہا۔ ''تو آپ کو اس حملے کی توقع تھی''۔

اس سوال پر ابو داؤد چونک کر بدر کی طرف دیکھنے لگا۔ بدر نے جواب دیا۔'' مجھے قدرت کی طرف سے ایک اشارہ ہوا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے وہم نہیں سمجھا۔''

بشیر بن حسن نے بدر کے ساتھ جانے پر اصرار کیا لیکن مین نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ میرے بہت سے سپاہی صرف اس لیے تیروں کی باش میں کھڑے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے زخموں کا علاج کر سکتے ہو۔ تم یہیں ٹھہرو اور زخمی ہونے والوں

کے لیے مرہم پٹی کا سامان تیار کرو۔

بدر بن مغیرہ باہر نکل گیا۔ایک ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور بولا۔"آپ اگر چاہیں تو بے فکر ہو کر سو سکتے ہیں۔نصرانی اس قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر غیر متوقع استقبال دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اگر ان میں دس آدمی بھی بچ کر نکل گئے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔میں آپ میں سے کسی اس شاندار فتح میں حصہ دار بننے سے نہیں روکنا چاہتا لیکن پوچھنے سے پہلے آپ کا باہر نکلنا مناسب نہیں۔صبح کی روشنی میں آپ قیدیوں کو اکٹھا کرنے اور بھاگنے والوں کو تیروں کو نشانہ بنانے میں میرے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے"۔

یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا۔آپ ذرا اپنے کمرے میں جائیں اور باہر کھلنے والے دریچے بند کروا دیں، ورنہ روشنی بجھا دیں اور بچوں کو ہدایت کریں کہ کوئی دریچے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔مجھے پہریداروں نے اطلاع دی ہے کہ حملہ آوروں کی ایک بھٹکی ہوئی ٹولی قلعہ کے قریب دیکھی گئی ہے۔اگرچہ قلعہ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں۔تاہم یہ اندیشہ ضرور ہے کہ ان میں کوئی روشنی دیکھ کر تیر چلا دے۔"

مجھے امید نہ تھی کہ وہ ایسی غلطی کریں گی۔یہ کہہ کر ابوداؤد بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

الزغل نے ہنستے ہوئے کہا۔ایک اچھا عالم شاذونادر ہی ایک اچھا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳)

ابوداؤد تھوڑی دور جا کر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔بدر بن

مغیرہ کی باتوں سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی دعوت پر حملہ کرنے والوں کی تباہی یقینی ہے۔ اس لیے روشنی جلانے یا بجھانے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حملہ آوروں کے ساتھ اس کا نوکر بھی نہ ہو جسے اس نے سرحد کے گورنر کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ بظاہر اس بات کا امکان بہت کم تھا تاہم اسے تشویش تھی اور اس سے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ کہیں حملہ آور فوج کا سپہ سالار گرفتار ہونے پر بدر بن مغیرہ کے سامنے اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔ اس مرحلہ پر وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا تھا کہ سرحد کے گورنر نے اسے فرڈی نینڈ کا خاص آدمی سمجھ کر اس کی ہدایات پر ضرور عمل کیا ہوگا اور کسی فوجی عہدہ دار پر اس کا راز افشا نہیں کیا ہوگا۔

وہ ہر قدم پر طرح طرح کے خدشات محسوس کرتا اور انہیں جھٹلاتا اپنے کمرے کے قریب پہنچا تو ایک نئے خیال نے اس کے جسم پر کپکپی طاری کر دی۔ اس نے سوچا ۔"کیا یہ ممکن نہیں کہ سرحد کا گورنر شہرت اور ناموری کے شوق میں خود ہی اس فوج کے ساتھ چلا آیا ہو اور وہ گرفتار ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اور الزغل کے سامنے یہ کہہ دے کہ تمہارا مجرم میں نہیں ہوں، ابو داؤد ہے جس نے مجھے اس قلعہ پر حملہ کی دعوت دی ہے؟"

وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے سوچ رہا تھا کہ اسے کسی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ساتھ والے کمرے سے ایک اور چیخ کے بعد کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اتنی دیر میں وہ عقبی کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے اس کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔ انجلا اور میریا فرش پر بے ہوش پڑی تھیں۔

انجلا کے سینے میں ایک تیر پیوست تھا۔ ربیعہ سکتے کے حال میں اس کے قریب کھڑی تھی۔ابو داؤد نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے اضطراری حالت میں دریچوں کی طرف اشارہ کیا۔ابو داؤد نے شمعیں اٹھا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کھڑکیاں بند کر دیں اور انجلا اور میریا کی طرف متوجہ ہوا۔"میریا! انجلا!!" اس نے دونوں کو یکے بعد دیگرے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن میریا بے ہوش تھی۔

ربیعہ نے کہا" ابا جان! طبیب کو بلا لیجئے۔ انجلا زخمی ہے اور امی جان صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔انجلا دریچے کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ باہر سے کسی نے تیر چلا دیا۔آپ جلدی کریں۔انجلا کا خون بہہ رہا ہے"۔

ابو داؤد اٹھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۴)

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد کے ساتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کمرے میں داخل ہوئے۔بشیر نے انجلا اور میریا پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد دونوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر ان کے بستروں پر لٹا دیا۔اتنی دیر میں ایک نوکر اس کے دواؤں کا تھیلا لے کر پہنچ گیا۔

بشیر نے تھیلا کھول کر ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے اپنے رومال پر چھڑک کر ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔" آپ اپنی بیوی کو یہ دوا سنگھا دیجئے۔وہ ابھی ہوش میں آجاء گی"۔

اس کے بعد وہ انجلا کی طرف متوجہ ہوا۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔بشیر بن حسن نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد تیر کی طرف ہاتھ

بڑھایا۔ اینجلا دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانے لگی۔ ”نہیں نہیں“۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ”دیکھو یہ تیر جتنی دیر سے نکالا جائے گا اتنی ہی تم کو زیادہ تکلیف ہوگی۔ تم ڈرو نہیں۔ میرا ہاتھ نہیں پکڑو ورنہ مجھے بے ہوش کرنے کی دوا دینی پڑے گی“۔

بشیر بن حسن نے بدر بن مغیرہ اور اپنے نوکر کی طرف اشارہ کیا۔ اینجلا نے چلا کر کہا ”نہیں ہیں، میرے ہاتھ پاؤں مت پکڑیئے۔ میں کچھ نہیں کروں گی“۔

بشیر نے کہا۔ ”میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم بہادر لڑکی ہو۔ صرف ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کرلو...... گھبراؤ نہیں“۔

لیکن اینجلا اطاعت، محبت اور عقیدت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اب کے بشیر بن حسن نے تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور ایک ہلکی سی جھرجھری کے بعد بے اختیار اس کے ہاتھ زخم کی طرف بڑھے لیکن بشیر کے ہاتھ کی ایک ہی جنبش میں تیر زخم سے باہر آچکا تھا۔ بشیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”زخم زیادہ گہرا نہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد آرام آجائے گا“۔

اس اثناء میں میریا کو ہوش آچکا تھا۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد پھر بند کرلیں اور پھر چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھی ”میری بیٹی! میری اینجلا!“ کہتی ہوئی اینجلا کے بستر کی طرف بھاگی۔ ”اینجلا تم ٹھیک ہو نا! میری بیٹی بچ جائے گی نا، بتایئے خدا کے لیے بتایئے!“ وہ نیم دیوانگی کی حالت میں بشیر بن حسن کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی!

بشیر بن حسن نے کہا۔ ”دیکھئے مجھے پٹی باندھنے دیجئے۔ آپ کی یہ ہمدردی اس

کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے‘‘۔

بشیر بن حسن کو چھوڑ کر میریا بدر بن مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ ’’خدا کے لیے میری لڑکی کی جان بچایئے!‘‘

ابو داؤد نے آگے بڑھ کر میریا کا بازو پکڑ لیا اور کھینچ کر زبردستی بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ ’’میریا دیوانی نہ بنو۔ صبر سے کام لو۔ انجلا بہت جلد تندرست ہو جائے گی۔ زخم بہت معمولی ہے۔‘‘

میریا نے چلا کر کہا ’’تمہارے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ انجلا زندہ رہے یا مر جائے تمہیں اس سے کیا، تمہیں تو غرناطہ......‘‘

میریا ’’غرناطہ‘‘ کہہ کر رک گئی۔ ابو داؤد نے محسوس کیا کہ قضا کا ہاتھ اس کے گلے تک پہنچ کر رک گیا ہے۔ وہ سراپا التجا بن کر اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میریا کی نگاہیں یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ اس خطرناک موضوع پر مزید روشنی نہیں ڈالے گی تو ابو داؤد نے بلند آواز میں کہا۔ ’’ہاں ہاں! مجھے غرناطہ کی فکر ہے۔ غرناطہ کو ایسے وحشیوں کی یلغار سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے جو لڑکیوں پر تیر چلانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے اور انجلا کے زخمی ہونے کا میرے غرناطہ جانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ جب باہر سے حملے کا خطرہ ہو تو روشن کمرے کی کھڑکیاں نہیں کھولی جاتیں اور تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ تم انجلا کو کھڑکی کے سامنے کھڑی ہونے سے منع کرو اور ربیعہ تم تو ایک عقل مند لڑکی ہو۔ تم نے ہی انجلا کو منع کر دیا ہوتا‘‘۔

ربیعہ نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا۔ ’’ابا جان! انجلا میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی میرے بستر سے اٹھ کر یہ اپنے بستر کی طرف جا رہی تھی کہ اسے کھڑکی میں

سے تیر آ لگا۔"

ابو داؤد کی تمام شاطرانہ صلاحیتیں سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ چکی تھیں۔ میریا کو اس کی آنکھوں کی ایک خوفناک چمک اکثر مرعوب کر دیا کرتی تھی۔ وہ خاموش تھی لیکن یہ واقعہ معمولی نہ تھا۔ وہ اپنی سہمی ہوئی آنکھوں سے یہ کہہ رہی تھی کہ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں صرف میدان خالی ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ جس انہماک کے بشیر بن حسن انجلا کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ توجہ کے ساتھ ابو داؤد اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کارروائی کے دوران میں چند بار ربیعہ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک سراسیمگی کی حالت میں انجلا کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور انجلا کے زخمی ہونے سے زیادہ وہ اس بات سے متاثر تھی کہ دشمن کے اچانک حملے کے باوجود بدر یا بشیر کے چہرے پر ذرہ برابر خوف یا اضطراب نہ تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ دشمن کے تیروں کی زد میں آ چکا ہے"۔

بدر بن مغیرہ خود اس سے کچھ کہنے کے لیے بیقرار تھا۔ ربیعہ کی آواز نے اسے فوراً متوجہ کر لیا اور اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا کوئی بھٹکا ہوا سپاہی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک آ پہنچا اور اپنی موت کو یقینی سمجھ کر اس نے اس طرف تیر چلا دیا ہے۔ اگر اب تک وہ مارا نہیں جا چکا تو گرفتار ضرور ہو چکا ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ دشمن کے سواروں کی ایک ٹولی قلعے کے قریب دیکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ انہی میں سے ایک ہو۔ مجھے آپ کی بہن کے زخمی ہونے کا افسوس ہے۔ اگر میری طرف سے تھوڑی سی کوتاہی نہ ہوتی اور میں بر وقت آپ کے کمرے کے کھڑکیاں بند کروا دیتا تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ آپ

بیٹھ جائیں، گھبرائیں نہیں آپ کی بہن بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی"۔

ربیعہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ بدر نے بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میں ذرا مہمانوں کو تسلی دے آؤں"۔

بشیر نے کہا۔ "بس میں بھی قریباً فارغ ہو چکا ہوں۔ اب صرف انہیں دوا پلانی ہے"۔

(۵)

کمرے سے نکلتے وقت بدر بن مغیرہ، ربیعہ کے بستر کے قریب رکا، اور دبی زبان میں بولا۔ "آج کی فتح ایک شریف خاتون کے خواب کی تعبیر ہے۔ اگر اجازت ہو تو بادشاہ کے بھائی کے سامنے اس کا نام ظاہر کر دوں"۔

ربیعہ نے گھبرا کر پہلے کمرے کے دوسرے کونے میں اپنے ماں باپ اور پھر ملتجی نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں نہیں۔ خدا کے لیے نہیں"۔ پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی جو دنیا و مافیہا سے بے خبر میریا کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے سانپ اپنے شکار کی طرف دیکھ رہا ہو۔

بدر نے کہا۔ "تو مجھے الزغل کے سامنے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ مجھے اس غیر متوقع حملے کے لیے اتنی بڑی تیاری کی کوئی اور وجہ بتانی پڑے گی"۔

ربیعہ نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا۔ "میرا خواب صرف آپ کے لیے تھا"۔

اس ایک فقرے میں ربیعہ نے تمام وہ رنگین داستانیں بیان کر دیں جو ابتدائے آفرینش سے حوا کی بیٹیاں فرزندان آدم کو سناتی چلی آئی ہیں۔ بولتے وقت اسے ان الفاظ کی گہرائیوں کا اندازہ نہ تھا لیکن دل کو لطیف اور خوش گوار دھڑکنوں

نے اسے فوراً آگاہ کر دیا کہ وہ ایک بہت بڑی چھلانگ لگا چکی ہے۔اس کی آنکھیں جھک گئیں،اس کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا۔

بدر جا چکا تھا لیکن وہ یہی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک اس کے سامنے کھڑا اس کی طرف گھور رہا ہے اور صرف وہی نہیں کمرے کی ہر شے اسے گھور رہی ہے۔ اپنے رگ و پے میں ایک تو ارتعاش محسوس کرتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور اانجلا کے بستر کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

بشیر بن حسن نے پیالی دوا ڈالی تو اس نے کہا۔"لایئے میں پلا دیتی ہوں"۔

بشیر بن حسن اور اس کا نوکر باہر جانے لگے تو ابوداؤد نے کہا۔"ٹھہریئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں"۔

بشیر نے کہا"آپ آرام کریں"۔

"نہیں اب صبح ہونے والی ہے اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ علی الصباح حملہ کریں گے۔اگرچہ میری تربیت سپاہیانہ نہیں ہے لیکن میرے جیسے آدمی کو سرحدی عقاب کی قیادت میں لڑنے کا موقع بار بار نہیں ملے گا۔اگر میں نیزے اور تلوار کا صحیح استعمال نہ کرسکوں تو کم از کم قیدیوں کو گننے میں آپ کے ضرور کام آسکوں گا"۔

بشیر نے کہا۔"میرے خیال میں ابھی ان کے جانے میں کچھ دیر ہے۔آپ اتنی دیر بچوں کا دل بہلائیں۔میں آپ کو وقت پر بلا لوں گا"۔

اتنی دیر میں الزغل کی صحبت میں بیٹھوں گا۔ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بار بار نصیب نہیں ہوتا۔

دراصل ابوداؤد الزغل کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ اپنی بیوی کی قہر آلود نگاہوں سے دور رہنا چاہتا تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ کمرہ خالی ہونے کا انتظار کر رہی

ہے اور اس کے بعد قسطلہ کی عام فہم زبان کے تیروں کی بارش رکنے کا نام نہیں لے گی ۔میریا نے نگاہوں کے جال بچھائے لیکن وہ اٹھ کر چل ہی پڑا تو اس نے کہا "تمہیں انجلا کا بھی خیال نہیں ۔وہ زخم سے کراہ رہی ہے اور تمہیں سیر کا شوق چرایا ہے"۔

انجلا بھی اپنی ماں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی ۔وہ اس کی نگاہوں میں آنے والے طوفان کے ابتدائی جھونکے دیکھ چکی تھی ۔اس نے کہا "ابا جان آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں"۔

ابو داؤد نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔"ربیعہ تم اندر سے دونوں کمروں کے دروازے بند کرلو"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔"دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں ۔برآمدے میں کافی سپاہی گشت لگا رہے ہیں ۔ میں انہیں ہدایت کر جاتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتو یہ اندر سے آواز دیں ۔ہاں کھڑکیاں ضرور بند کرلیں اور تسلی رکھیں کہ حملہ آوروں کے قلعے تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ۔انہیں بہت دور روکا جاچکا ہے"۔

ابو داؤد چلا گیا تو میریا ربیعہ کی طرف بھوکے بھیڑیئے کی طرح دیکھنے لگی ۔ انجلا فوراً صورت حال کی نزاکت بھانپ گئی اور اس نے کراہتے ہوئے کہا ۔" ربیعہ ذرا میرا سر دبا دو ۔مجھے درد ہو رہا ہے"۔

ربیعہ اٹھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئی تو میریا بھی اٹھ کر انجلا کے بستر کے قریب پہنچی اور کہنے لگی ۔"میری بیٹی! کہاں ہوتا ہے تمہیں درد؟" اور پھر ربیعہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے جھنجھوڑ کر بولی "جاؤ تم"۔

انجلا نے کہا۔"نہیں نہیں امی جان! ربیعہ ایک دعا پڑھتی ہے جس سے میرا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے"۔

مامتا نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔ میریا نے ملتجی ہو کر کہا۔ ''بیٹی ربیعہ! تمہاری دعا میں اثر ہے دعا کرو انجلا کا زخم اچھا ہو جائے۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی''

۔

ربیعہ ایسے الفاظ سے فوراً نرم ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے کہا ''امی جان! کیا انجلا کے لیے دعا کرنا بھی آپ پر احسان ہے۔ کیا انجلا میری بہن نہیں''۔

''ربیعہ تم فرشتہ ہو۔ اچھا بیٹھ جاؤ اپنی بہن کے پاس۔'' اس نے ایک طرف سمٹتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کہا ''امی جان! آپ آرام کریں''۔

بیٹی جب تک تم تندرست نہیں ہو جاتیں مجھے آرام کہاں؟

''نہیں امی آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

میریا نے کہا ''میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کے ساتھ پھر کوئی نہ ختم ہونے والی داستان شروع کرنا چاہتی ہو''۔

ربیعہ نے کہا ''امی جان آپ سو جائیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ بالکل محفوظ ہے''۔

میریا نے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''خدا کرے کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔ ورنہ ہمیں انجلا کے ساتھ اس حالت میں سفر کرنا پڑے گا''۔

ربیعہ نے کہا ''وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شاید زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

''

میریا نے مایوس ہو کر کہا۔ کون کہتا تھا؟

''سرحدی عقاب نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ کو تسلی دوں''

ـ

تھوڑی دیر بعد جب اونگھتے اونگھتے بستر پر لیٹ گئی تو انجلا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''ربیعہ تمہیں یقین ہے کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا''۔

ربیعہ نہ کہا۔ ''مجھے یقین ہے''۔

''ربیعہ ہم شاید چند دن اور یہیں رہیں''۔

''جب تک تم سفر کے قابل نہیں ہوتیں ہمیں یہیں رہنا پڑے گا''۔

انجلا نے یہ جاننے کے لیے کہ اس کی ماں جاگ رہی ہے یا نہیں اسے آہستہ سے آواز دی اور اس کی طرف کوئی جواب نہ پا کر ربیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی ''میں نے سر درد کا بہانہ کیا تھا''۔

ربیعہ نے جواب دیا ''مجھے معلوم ہے''۔

تمہیں کیا معلوم ہے؟

تم مجھے ماں کے غضب سے بچانا چاہتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ابا جان باہر نکل گئے ورنہ امی آسمان سر پر اٹھا لیتیں۔

ربیعہ نے کہا۔ ''انجلا تمہیں زخم کی وجہ سے تکلیف تو ہوگی؟''

''نہیں جس زخم پر ان کے ہاتھ مرہم رکھیں وہاں درد نہیں ہوسکتا۔ ربیعہ سچ کہو تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ ہمارا سفر ملتوی ہوجائے گا''۔

اس نے جواب دیا ''مجھے تمہارے زخمی ہونے کا افسوس ہے''۔

''کیا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ نہیں تھی کہ کل کا سفر ملتوی ہو جائے؟''

یہ بیہودہ باتیں ہیں۔ میں کیسے یہ خواہش کرسکتی تھی کہ تم زخمی ہوجاؤ۔

انجلا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”ربیعہ جب وہ تمہارے علاج کے لیے آیا کرتا تھا تو میں یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ تم میرا حق چھین رہی ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے زخمی ہونے کا کوئی افسوس نہیں۔ وہ آج بہت پریشان تھا اور میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے پریشان ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا زخم اچھا ہوتا دیکھ کر اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔“

”میرے خیال میں اس کی پریشانی دلچسپی ہو جائے گی۔“

”لیکن تم تو کہا کرتی ہو کہ میرے اور اس کے راستے مختلف ہیں۔“

”آئندہ میں یہ نہیں کہوں گی۔“

”ربیعہ میں تمہیں اس وقت دیکھ رہی تھی جب تمہارا اعقاب آہستہ آہستہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا اور تمہاری آنکھیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔ تمہارا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔“

تو تم اس حالت میں بھی میری ہی طرف دیکھ رہی تھیں؟

ہاں! کیا کہہ رہا تھا وہ؟

کچھ نہیں، وہ کہہ رہا تھا کہ قلعہ محفوظ ہے۔

نہیں وہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ میرے کان بہت تیز ہیں۔ بتاؤں وہ کیا کہہ رہا تھا

۔

بتاؤ؟

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ”خدا کا شکر ہے تمہیں چند دن اور یہاں رہنا پڑے گا“۔

”جھوٹی کہیں کی“۔ انجلا ہنس پڑی۔

(۶)

الزغل، موسیٰ اور الزیغری صبح کی روشنی میں محاذ جنگ کا نقشہ دیکھ کر بدر بن مغیرہ کے انتظامات پر حیران تھے۔ حملہ آوروں میں بہت کم ایسے تھے جنہیں جان بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ بدر بن مغیرہ کے تیر اندازوں نے حملہ آوروں کو وادیوں اور کھڈوں میں گھیر رکھا تھا۔

عیسائی اگر تیروں کی بارش میں کسی وادی سے نکلنے ہمت کرتے اور کسی دوسری وادی میں پہنچ کر ایک لمحہ کے لیے اطمینان کا سانس لیتے تو دوسرے لمحہ انہیں تیروں کی زیادہ خطرناک بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ پو پھٹتے ہی جب بدر بن مغیرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا تو قلعے کے نقارے پر چوٹ پڑی اور آن کی آن میں چاروں طرف بیسویں نقارے بجنے لگے۔ پھر آس پاس کے جنگلوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیں اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار سوار قلعے کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔

الزغل نے کہا۔ ''اگر میں جادو کا قائل ہوتا تو یہ کہتا کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ یہ فوج کہاں سے آئی''۔

''یہ سوار رات کے وقت محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے رات کی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ان کا کام اب شروع ہو گا۔ میرے تیر اندازوں نے مختلف جگہوں پر حملہ آوروں کے ریوڑ گھیر رکھے ہیں اور یہ نیزہ باز اب انہیں ایک جگہ جمع کریں گے۔''

دوپہر تک بدر بن مغیرہ کے ساتھ دشمن کے بقیتہ السیف آدمیوں کو گھیر کر ایک وادی میں جمع کر چکے تھے۔

ابو داؤد بھی زرہ اور خود پہن کر اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔
اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ حملہ آور فوج کا سپہ سالار مارا جا چکا ہے اور سرحد کا گورنر اس حملہ میں شریک نہیں تھا تاہم اسے ایک پریشانی اب بھی تھی اور اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے وہ بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگ رہا تھا اور اس بھاگ دوڑ میں دشمن کے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار چکا تھا۔

جب قیدیوں کو لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا کیا گیا تو اس نے ایک ایک آدمی کو اچھی دیکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔

ایک وادی کے گھنے جنگل میں سے گزرتے ہوئے اچانک اسے چند پیادہ سپاہی قیدیوں کی ایک ٹولی کو گھیرے میں لیے آتے دکھائی دیئے۔ وہ اپنے دستہ سے الگ ہو کر گھوڑا بھگاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ پندرہ بیس قیدیوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ ایک شخص پر مرکوز ہو کر رہ گئی اور اس نے جلدی سے خود کا نقاب ذرا اور نیچے کھسکا لیا۔ یہ قیدی اس کا کوچوان تھا۔ سپاہی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر رک گئے۔ اس نے ایک نوجوان سے اس گروہ کا افسر معلوم ہوتا تھا سوال کیا" کیا آپ نے اس شخص کو دشمن کی فوج کے ساتھ گرفتار کیا ہے؟"

ہاں! اس نے جواب دیا" یہ ایک درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"بڑا ملعون ہے یہ" یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ گھوڑے کی باگ ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کوچوان کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا۔ "مجھے یہ خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ میرا اپنا نوکر اتنا نمک حرام اور منافق ہو سکتا ہے۔ کہو اس قلعے کی طرف تم نے دشمن کی فوج کی راہنمائی نہیں کی؟ تم زخمی تھے اور انہوں نے تمہیں اپنے قلعے میں پناہ دی اور تمہارا علاج کیا اور تم انے

احسانات کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔ اب کیا منہ لے کران کے سامنے جاؤ گے؟ تم نے مجھے بھی شرمسار کیا"۔

کوچوان جو خود کے باعث اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا اس کی آواز پہچان کر بھونچکا سارہ گیا۔ یہ آواز اس کے آقا کی تھی لیکن الفاظ کسی اور کے تھے۔ معاًاس کے دل میں خیال آیا کہ شاید مصلحت اسی میں ہو، اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا" میرے آقا آپ جانتے ہیں کہ میں بےقصور ہوں۔ میں......"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ابوداؤد نے اچانک پوری قوت کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔

نوجوان افسر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔"تم کون ہو؟ قیدی کو قتل کرنا ہمارے دستور کے خلاف ہے۔ تمہیں سرحدی عقاب کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا"۔

ابوداؤد نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔" آپ فکر نہ کریں میں اس کا جواب دے لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خود اتار دیا اور پھر کہا" شاید آپ مجھے پہچانتے ہوں "۔

نوجوان افسر نے کہا۔ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ ہمارے امیر کے مہمان ہیں۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس شخص کو کسی معقول وجہ کے بغیر قتل نہیں کیا ہوگا لیکن اس وقت وہ جنگی قیدی تھا۔

ابوداؤد نے کہا" یہ شخص بیس سال سے میرا ملازم تھا۔ میں انتہائی مصیبت کی حالت یں قسطلہ سے فرار ہوا۔ وہ ہمارا پیچھا کر رہے تھے تو سرحدی عقاب نے ہماری

جانیں بچائیں۔ چند دن یہ بھی ہمارے ساتھ ان کا مہمان رہا۔ میں نے اسے گھر جانے کی رخصت دے دی تو یہ نصرانیوں کی فوج کی راہنمائی کرتا انہیں یہاں تک لے آیا۔ مجھے پکڑوا کر یہ زیادہ سے زیادہ چند درہم حاصل کر سکتا تھا لیکن اگر خدانخواستہ آپ مدافعت کے لیے تیار نہ ہوتے تو اس شخص کی جان بھی خطرے میں تھی جو اندلس کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ عیسائی ہوتو میں یقیناً اسے قتل نہ کرتا لیکن یہ مسلمان تھا۔ ایسے شخص کے لیے دنیا کے کسی قانون میں رحم کی گنجائش نہیں۔ بتائیے اگر آپ میں سے کوئی میری جگہ ہوتا تو اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟''۔

نوجوان افسر نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ''معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ بے شک ایسے آدمی کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔''

ابوداؤد سپاہیوں سے پہلے بدر بن مغیرہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنے نوکر کے قتل کا واقعہ اس انداز سے اس کے سامنے بیان کیا کہ وہ اس کی نیک نیتی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب بشیر بن حسن کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا۔ تاہم ابوداؤد نے خود اس کے ساتھ یہ قصہ چھیڑ کر اس کے شکوک رفع کر دیئے۔

(۷)

بدر بن مغیرہ نے تمام قیدیوں کو ایک تنگ وادی میں جمع کر کے ان کے گرد تیر اندازوں کا پہرہ بٹھا دیا اور ایک دستہ ایک سوا جو اسیروں اور زخمیوں کے گھوڑے جمع کرنے میں مصروف تھا باقی تمام سواروں کو جوابی حملہ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد اس نے الزغل سے کہا ''میرا تھوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ

قلعہ میں آرام کریں میں انشاء اللہ فارغ ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔اس چھوٹی سی مہم کی راہنمائی کے لیے میں آپ کی شخصیت بہت بڑی سمجھتا ہوں ۔اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔اس کے علاوہ غرناطہ نے ابھی تک قسطلہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ نہیں کیا ہے۔میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو تیاری کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور دشمن کو یہی غلط فہمی رہے کہ ان کی جنگ سر دست ہمارے ساتھ ہے''۔

الزغل نے کہا''تم کس جگہ حملہ کرنا چاہتے ہو''

بدر نے جواب دیا''میں کوئی خاص مقام معین نہیں کیا۔دشمن کا خیال تھا کہ ہم سو رہے ہیں۔ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم جاگ رہے تھے۔ہماری اس مہم میں لڑائی کم ہوگی اور سفر زیادہ ہوگا''

الزغل نے اپنی قبا اور عمامہ اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔مجھے ایک سپاہی کے لباس کی ضرورت ہے۔ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے۔آج کے دن تم ہمارے سپہ سالار ہو۔وہ دن آنے والا ہے جب تم غرناطہ کا جھنڈا اٹھاؤ گے لیکن آج میں سرحدی عقاب کا جھنڈا اٹھاؤں گا۔بدر گھبراؤ نہیں میں صرف حکم دینا ہی جانتا حکم ماننا بھی جانتا ہوں''۔

موسیٰ اوالزیغری اور ان کے ساتھیوں نے الزغل کی تقلید کی ہے اور بدر کے سپاہیوں کا لباس پہن کر اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور اپنا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لیے سفید قبا اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

شام کے وقت فرڈی نینڈ کی مملکت کے سرحدی شہروں اور قصبوں کے

باشندے اپنے فاتح سپاہیوں پر پھول نچھاور کرنے کی بجائے سرحدی عقاب کے طوفانی حملے کا سامنا کر رہے تھے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد یہ فوج سرحد کے ایک وسیع و عریض علاقے کو تاخت و تاراج کر کے واپس عقابوں کی وادی میں پہنچ چکی تھی۔ بعض سواروں کے آگے مویشیوں کے ریوڑ تھے اور بعض اپنے گھوڑوں پر مال غنیمت لادے ہوئے تھے اور یہ فوج تاجروں کا ایک بہت بڑا قافلہ معلوم ہوتی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے مستقر پر پہنچ کر اعلان کیا کہ اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ غرناطہ کے بیت المال میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد اس نے پانچ سو تازہ دم سواروں کو ایک نوجوان کی قیادت میں سرحدی قلعہ کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو ہانک کر سرحد کے پار پہنچا آئیں اور ایک خاص ایلچی کو بشیر بن حسن کے نام یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ دشمن کے وہ زخمی جو چلنے پھرنے کے قابل نہ ہوں گھوڑوں پر سرحد کے پار پہنچا دیئے جائیں اور جن کی حالت زیادہ خراب ہو ان کا علاج کیا جائے۔ میں ایک دو دن یہیں رہوں گا۔

اس کے بعد جب بدر بن مغیرہ، الزغل، موسیٰ اور الزیغری کے ساتھ غرناطہ کے آئندہ اقدامات پر بحث کر رہا تھا تو الزغل نے کہا۔ ”فرڈی نینڈ باقاعدہ لڑائی شروع کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا اور اگر وہ اس قلعہ پر قبضہ کر لیتا تو باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی۔ اسے مزید تیاری کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ تمہاری اس شاندار کی فتح کی خبر سن کر غرناطہ کے لوگوں کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں خود غرناطہ کے لوگوں کو تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سناؤں۔ اس کے بعد تم غرناطہ پہنچ جاؤ۔ اہل غرناطہ نے برسوں سے اپنی قوم کے کسی فاتح سپاہی کا استقبال نہیں کیا اور

غرناطہ کے شعرا زندوں سے مایوس ہو کر قبروں میں سونے والے سپاہیوں کے متعلق قصائد لکھتے ہیں، تمہیں دیکھ کر وہ یقیناً یہ خیال کریں گے کہ قدرت نے ان کے لیے حوادث کے سیلاب کا رخ بدلنے والا سپاہی بھیج دیا ہے اور عوام کا جوش و خروش دیکھ کر میرا بھائی فوراً اعلان جنگ کر دے گا۔ وہ پہلے ہی سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اسے ڈر ہے کہ قوم اس کا ساتھ نہیں دے گی"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "گزشتہ ملاقات کے بعد سے میں اپنے آپ کو غرناطہ کی فوج کا ایک سپاہی سمجھتا ہوں۔ اس محاذ پر میری پیہم جنگ کا مقصد صرف ایک تھا اور وہ یہ کہ جب تک اہل غرناطہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے ہم فرڈی نینڈ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں لیکن اب مجھے وہ دن دور نظر نہیں آتا جب وہ پوری قوت کے ساتھ غرناطہ پر حملہ کر دے گا۔ ارغون کی ملکہ اور قسطلہ کے بادشاہ نے اپنی شادی کے دن یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ غرناطہ فتح کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اب تک تیاریوں میں مصروف ہیں۔ غرناطہ کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیے پست کر دیئے جائیں"۔

الزغل نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ ہم صخرہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور میں اس مقصد کے لیے آپ کو لینے آیا تھا"۔

بدر نے کہا۔ میری فوج کے تمام سپاہی حاضر ہیں۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔

الزغل نے کہا۔ نہیں آپ کے سپاہیوں کا اس محاذ پر رہنا ضروری ہے۔ سر دست آپ انہیں کسی قابل اعتماد آدمی کی قیادت میں سونپ کر غرناطہ پہنچ جائیں۔ شاید آپ کے پہنچنے سے ایک دو دن بعد ہی ابوالحسن جنگ کے اکھاڑے میں کودنے

کے لیے تیار ہو جائیں۔

موسیٰ نے کہا۔ میرے خیال میں اگر یہ فوج کے چند دستوں کے ساتھ غرناطہ پہنچیں تو لوگوں پر اس کا خوشگوار اثر ہو گا اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ابتدائی جنگوں میں غرناطہ کی فوج کے طوفانی دستوں کی قیادت ان کے سپرد کر دی جائے۔ ان کی موجودگی میں لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائے گا۔ اس کے بدلے ہم اس سرحد کی حفاظت کے لیے اپنی فوج کے کچھ سپاہی یہاں بھیج دیں گے۔

بدر نے کہا۔ "ہمارا مقصد دشمن پر فتح پانا ہے اور میں ہر اس محاذ پر پہنچتا رہوں گا جہاں میری ضرورت ہو گی۔ سر دست مجھے یہ اطمینان ہے کہ اگر میں دو ہزار سپاہی بھی یہاں سے لے جاؤں تو بھی ہمارا یہ مورچہ کمزور نہیں ہو گا۔ تاہم مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق ہے کہ یہاں سپاہیوں کی تعداد میں کمی نہ آئے۔ اگر یہاں سے ایک ہزار تجربہ کار سپاہی نکالے جائیں تو ان کی جگہ غرناطہ سے اتنے ہی نئے سپاہی بھرتی کر کے بھیج دیئے جائیں۔ اس صورت میں یہ علاقہ ہمیں ایک دفاعی مرکز کا کام دے گا اور دوسرے ہم سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھ کر فرڈی نینڈ کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر بانٹ سکیں گے"۔

الزیغری نے سوال کیا "آپ کو یقین ہے کہ فرڈی نینڈ اس تازہ شکست کے بعد غرناطہ سے پہلے اس علاقے کو فتح کرنا ضروری خیال کرے گا؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ گزشتہ تجربات نے اسے بہت دور اندیش بنا دیا ہو گا۔ اسے یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ باقی تمام اندلس پر قبضہ کر لے تو بھی اسے برسوں تک ان چٹانوں کے ساتھ ٹکرانا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ ایسا فیصلہ کرے تو یہ مسلمانان اندلس کے لیے ایک نیا شگون ہو گا۔ ہم کم از کم دس

برس تک اس کی تمام قوت اس محاذ پر مبذول رکھ سکیں گے اور اگر اہل غرناطہ خودکشی کا پورا ارادہ نہیں کر چکے تو اتنی مدت میں وہ کروٹ ضرور بدلیں گے"۔

الزبغری نے سوال کیا "اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس کتنی فوج ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "اب تک جتنے سپاہی آپ نے دیکھے ہیں اتنے ہی اور ہوں گے"۔

موسیٰ نے کہا "فرض کیجئے کہ حالات ہماری یا آپ کی توقع سے زیادہ آپ کو غرناطہ میں ٹھہرنے پر مجبور کردیں تو آپ کے سالاروں میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کی غیر موجودگی میں ایسی ہوشیاری سے کام لے سکے جو آپ نے کل دشمن کے غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کرنے میں دکھائی ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص جس کی موجودگی میں آپ کے سپاہیوں کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو"

اس میں شک نہیں کہ میرے سپاہی مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے پاس دس سے زیادہ آدمی ایسے ہیں جن میں ہر ایک میری جگہ لے سکتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ "آپ کی نظر میں ان میں سے بہترین کون ہے؟"

"میرا نائب منصور بن احمد"۔

"منصور بن احمد وہ نوجوان تو نہیں جو آپ کے ساتھ شکی گھوڑے پر سوار تھا؟"

نہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ قرطبہ گیا ہوا ہے۔

قرطبہ؟ کیا وہ قرطبہ کا باشندہ ہے؟

نہیں وہ اشبیلیہ کا باشندہ ہے اور قرطبہ کے دورے پر گیا ہوا ہے۔

دورے پر؟

”نئے سپاہی بھرتی کرنے کے لیے“۔

اور وہ اشبیلیہ سے خود یہاں کیسے پہنچا؟

جس طرح دوسرے سپاہی پہنچے ہیں ۔ اسے بشیر بن حسن لایا تھا۔

اگلے دن الزغل اور اس کے ساتھیوں نے بدر بن مغیرہ سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ ایک ہفتہ کے بعد ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ غرناطہ پہنچ جائے گا وہاں سے کوچ کیا ۔

☆

قوم اور اس کا سپاہی

(۱)

سرحدی عقاب ایک ہزار سواروں کے ہمراہ غرناطہ میں داخل ہوا۔اس کی تازہ فتح کی خبر سلطنت کے ہر شہر میں پہنچ چکی تھی۔اہل غرناطہ کو برسوں کی آرزوؤں کے بعد اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملا تھا۔برسوں کے بعد انہوں نے ایک فاتح کا جلوس نکالا۔موسیٰ اور غرناطہ کی فوج کے چند بڑے بڑے عہدہ دار جنہوں نے غرناطہ سے ایک منزل آگے پہنچ کر بادشاہ کی طرف سے اس کا استقبال کیا تھا اس کے ہمرکاب تھے۔غرناطہ کے تاجدار ابوالحسن، اس کا ولی عہد ابوعبداللہ محمد اور بادشاہ کا بھائی ابوعبداللہ الزغل شاہی محل کے دروازے کے برج پر کھڑے اس کا شاندار جلوس دیکھ رہے تھے۔لوگوں کا جوش وخروش اس زمانے کی یاد تازہ کر رہا تھا۔جب اندلس کے مجاہد شمال میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

لوگ مکانوں کی چھتوں سے پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔بدر بن مغیرہ حسب معمول سفید قبا میں ملبوس تھا۔لیکن آج اس کے چہرے پر نقاب نہ تھا۔اس کے دائیں ہاتھ موسیٰ اور بائیں ہاتھ الزبغری سوار تھا۔غرناطہ کی فوج کے ایک اور جانباز سپاہی نعیم رضوان نے اس کے گھوڑے کی باگ تھام رکھی تھی اور سب سے آگے ایک مجاہد اپنے ہاتھ میں سرحدی عقاب کا ہلالی پرچم اٹھائے چل رہا تھا۔

یہ جلوس پھولوں کی سیج روندتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے رکا۔ابوالحسن نے الزغل کی طرف دیکھا اور مسرت کے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ ہمارا ہے۔"پھر وہ ابوعبداللہ کی طرف متوجہ ہوا۔"بیٹا تمہیں اس کے استقبال کے لیے باہر جانا چاہیے تھا"۔

مجھے؟ ابوعبداللہ نے حیران ہو کر کہا۔

ہاں تمہیں۔ یہ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔

لیکن شاہی گھرانے کا وقار۔

ابوالحسن نے کہا۔ شاہی گھرانے کا وقار ہمیشہ ایسے مجاہدوں کی تلوار کا شرمندۂ احسان ہوا کرتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ ''آپ دربار میں جائیں۔ اسے وہاں لانے کے لیے میں خود جاتا ہوں''۔

ابوالحسن نے کہا۔ ''نہیں اب جب ابوعبداللہ نے شاہی گھرانے کے وقار کا سوال اٹھایا ہے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ بدر بن مغیرہ کی پیشوائی کے لیے میں خود چلتا ہوں۔ آپ دربار میں جمع ہونے والے تمام امرا کو حکم دیجئے کہ وہ بھی باہر آ جائیں اور میرے لیے پھولوں کا ایک ہار بھی بھیج دیجئے اور موسیٰ کو یہ کہلا بھیجئے کہ وہ تھوڑی دیر اور جلوس کو دروازے پر روکے۔''

لوگ قلعے کے دروازے کے سامنے بدر بن مغیرہ کے گرد گھیرا ڈالے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر راستہ صاف کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ یہ جلوس آگے روانہ ہو شاہی ایوان کا ناظم بھاگتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا اور موسیٰ کے قریب پہنچ کر بولا۔ ''شاہی فرمان ہے کہ معزز مہمان کو تھوڑی دیر کے لیے یہاں روکا جائے''۔

''تھوڑی دیر بعد ابوالحسن امرائے سلطنت کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا اور لوگ تصویر حیرت بنے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ابوالحسن کو سیڑھیوں سے نیچے اترتا دیکھ کر موسیٰ اور الزیغری گھوڑوں سے اتر پڑے۔ نعیم رضوان نے جو بدر بن مغیرہ کے

گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا اس کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ''بادشاہ سلامت خود تشریف لا رہے ہیں'' بدر بن مغیرہ نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔''

(۲)

اتنی دیر میں ابوالحسن اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے مصافحہ کرنے کی بجائے اسے گلے لگانے کے بعد اس کی گردن میں پھولوں کا ہار ڈال دیا اور پھر علمبردار کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر اسے بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ ''موسیٰ! اہل غرناطہ کو خوشخبری دو کہ آج سے ہمارے محل پر سرحدی عقاب کا پرچم لہرائے گا۔ ہمارے پرچم بوسیدہ ہو چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لیے ایک نیا پرچم لے کر آیا ہے۔ ہماری تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں قدرت نے انہیں نئی چمک عطا کرنے والا بھیج دیا۔ ہم اپنے معزز مہمان کی تشریف آوری کے لیے ان کے شکر گزار ہیں''۔

موسیٰ سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر ہجوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے۔ وہ موسیٰ کو غرناطہ کی زبان ا سمجھتے تھے۔ جب اس نے ہاتھ بلند کیے تو لوگ دم بخود

☆☆☆

فٹ نوٹ :۱: موسیٰ بن ابی غسان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کے قصے اب تک مشہور ہیں۔ جہاں تک شجاعت کا تعلق ہے اس کی شخصیت ہندوستان کے سلطان ٹیپو اور ترکی کے انور پاشا کے سے مختلف نہیں۔ اسپین کے مؤرخین نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ جب اندلس میں مسلمانوں کی کشتی طوفان حوادث میں ڈگمگا رہی تھی موسیٰ کی شخصیت ان کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ اندلس کے مسلمانوں کے زوال کی داستان اس وقت مکمل ہوئی جب اس اولوالعزم مجاہد کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔ دارالحمرا، کی دیواریں اس وقت متزلزل ہوئی جب یہ آہنی ستون گر چکا تھا۔ اس کی ولولہ انگیز تقریروں نے کئی بار غرناطہ کے لوگوں کو خواب

غفلت سے جگایا۔ اس کی تلوار انہیں بارہا فتح اور آزادی کی شاہراہ تک لے گئی لیکن وہ اس قوم کو تباہی سے نہ بچا سکا جس کے اکابرین میں سے اکثر خودکشی کا فیصلہ کر چکے تھے۔

☆☆☆

ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ موسیٰ نے تقریر شروع کی:۔

"غرناطہ کے لوگو! آج تمہارے درمیان وہ اولوالعزم مجاہد کھڑا ہے جس نے اندلس کی تاریخ میں اپنا نام نوکِ شمشیر سے لکھا ہے جس نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ کئی بار فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل افواج کو شکست دی ہے۔ بدر بن مغیرہ تمہارا سرحدی عقاب، تمہارے لیے ایک پیغام لے کر آیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ جماعت جو اپنی عزت اور آزادی کے لیے خون میں نہانے اور آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی"۔

قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ میں ہماری عظمت کے جھنڈے اس لیے سرنگوں ہو گئے کہ ہم خود وہ راستہ اختیار کر چکے تھے جو قوموں کو اوجِ کمال سے قعرِ مذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے ان شہروں میں اپنے خون سے جو نقش و نگار بنائے تھے، انہیں ہم نے اپنے آنسوؤں سے

دھو ڈالا۔ مسلمانو! اگر تم نے اہل قرطبہ کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی تو یاد رکھو مستقبل کے مورخ صرف ماضی کے کھنڈروں میں تمہاری داستان کے بکھرے ہوئے اوراق تلاش کیا کریں گے۔

قرطبہ اور اشبیلیہ کی عظیم الشان سلطنتیں کسی دشمن کی قوت نے ہمارے ہاتھ سے نہیں چھینیں، انہیں ہم نے خود کھویا ہے۔ ہماری ترقی اور فلاح کا راز اس شاہراہ عظیم پر چلنے میں تھا جو ہمیں محمد مصطفٰے نے دکھائی تھی۔ اس شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم عرب کے ریگزاروں سے نکل کر ہسپانیہ کے مرغزاروں تک آ پہنچے۔ اسی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم نے قیصر اور کسرٰی کے تاج پاؤں تلے روند ڈالے۔ یہ شاہراہ ہمیں افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور کوہ البرز کی برفانی چوٹیوں تک لے گئی۔

ہمارا تنزل اس وقت شروع ہوا جب ہم یہ شاہراہ چھوڑ چکے تھے۔ اسلام نے ہمارے لیے قدرت کے انعامات کا دروازہ کھولا تھا۔ لیکن ہم نے اپنے ہاتھوں سے رحمت کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ اسلام نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا تھا لیکن ہم خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسلام نے ہمیں

ایک ہونے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے ۔ اسلام نے نسلیت کے بت توڑ کر اسلامی اخوت کی بنیاد ڈالی تھی اور عربی اور عجمی کو ایک صف میں کھڑا کیا تھا لیکن ہم نے اس بت کو دوبارہ اپنی آستینوں میں جگہ دی ۔ ہم نے ایک خدا کی رسی چھوڑ دی اور نسلیت اور وطنیت کے بتوں کے سامنے سر جھکا دیا۔ دنیا کے ہر گوشے میں ایک نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواریں اور دوسری نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں ۔ عربی نے عجمی اور عجمی نے عربی کا گلا کاٹا ۔ ترکی اور ایرانی ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور اسلام کی چٹان ریت کا انبار بن کر رہ گئی ۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہماری اجتماعی قوت ایک ایسا سیلاب تھا جو مزاحمت کی ہر دیوار کو بہا کر لے گیا لیکن جب ہم میں نسلیت کا فتنہ بیدار ہوا، ہمیں دنیا کی حقیر ترین اقوام کے ہاتھوں بدترین شکست دیکھنی پڑیں ۔ اس کے باوجود ہم نے ان واقعات سے عبرت حاصل نہ کی ۔

غرناطہ کے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں کیا صدیوں کی حکومت کے بعد قرطبہ، اشبیلیہ اور

اندلس کے دوسرے شہروں کا ہمارے ہاتھ سے
چھن جانا اس لیے نہ تھا کہ ہم میں نسلیت کا فتنہ
بیدار ہو چکا تھا۔مقام عبرت ہے کہ جب عیسائیوں
کی افواج ان شہروں کا محاصرہ کر ہی تھی اندلس کے
مسلمانوں میں عربی ہسپانوی اور بربری ایک
دوسرے کا گلہ کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے، اندلس
کے شہر ایک ایک کر کے ہمارے قبضہ سے نکل گئے
۔مسلمان اس قوم کے غلام بنا دیئے گئے جس پر
انہوں نے صدیوں حکومت کی تھی ۔آج صرف
غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت ہمارے قبضہ میں رہ گئی
ہے ۔یہ ہمارا آخری حصار ہے اور دشمن اس پر بھی
قبضہ کرنے کی فکر میں ہے ۔لیکن ہمیں ابھی تک
ہوش نہیں آیا۔ہم میں ابھی تک نسلیت کا فتنہ موجود
ہے ۔ہم اب بھی ہسپانوی، عربی اور بربری کا فرق
مٹانے کے لیے تیار نہیں۔

اندلس کے وہ مسلمان جو عیسائیوں کی غلامی
میں بدترین اذیتیں برداشت کر رہے ہیں اس امید
پر زندہ ہیں کہ غرناطہ کے مسلمان ان کی مدد کے لیے
پہنچیں گے ۔تم ان کا آخری سہارا ہو لیکن اگر خدا
نخواستہ تم اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے ۔تو اندلس کے

مسلمانوں کی تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے ایک
عبرت ناک داستان بن کر رہ جائے گی۔اور سیاح
ان اجڑی ہوئی عمارات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کیا
انہیں تعمیر کرنے والے واقعی مسلمان تھے۔

فرڈی نینڈ نے ہم سے خراج مانگا ہے اور ہم
نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے دارالضرب
میں صرف تلواریں بنتی ہیں اور یہ جواب اس یقین
کے ساتھ ہم نے دیا ہے کہ ہماری تلواریں ہماری
آزادی کی حفاظت کر سکتی ہیں۔''

موسیٰ کی تقریر کے بعد لوگ شور مچانے لگے کہ ہم سرحدی عقاب سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ابوالحسن نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''آپ ضرور کچھ کہیں۔میرے محل کے سامنے کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہیں ہوئے۔''

بدر بن مغیرہ تذبذب کی کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ موسیٰ نے بازو سے پکڑ کر اسے سیڑھیوں پر کھڑا کر دیا۔

بدر بن مغیرہ کے لیے اتنے آدمیوں کے سامنے تقریر کرنا ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔چند لحات کے لیے وہ تذبذب کی حالت میں لوگوں کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر اس نے جھجکتے ہوئے ابتدا کی:۔

''زندہ دالان غرناطہ! موسیٰ بن ابی غسان
کی تقریر کے بعد میں کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں
سمجھتا اور شاید تم بھی خواب غفلت سے جاگنے کے

لیے صور اسرافیل کے بعد کسی اور ہنگامے کی ضرورت محسوس نہ کرو۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جو قوم اپنے دور انحطاط میں بھی ابوموسیٰ جیسا مجاہد پیدا کر سکتی ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا لیکن یہ ضروری ہے کہ تم جس شخص کو اپنا راہنما سمجھو اس کی آواز پر صدق دل سے لبیک کہو۔ وہ جو کہے اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو! دنیا کا بڑے سے بڑا طبیب ایسے مریض کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا جو مرنے پر تلا ہوا ہو۔ تم اپنے گرد و پیش سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے افق پر چاروں طرف مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ قرطبہ اور اشبیلیہ میں ہماری سطوت کے محل مسمار ہو چکے ہیں۔ اس ملک میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد ہماری قوم کے لاکھوں افراد ایک ایسے دشمن کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں جس کے دل میں ہمارے لیے نہ رحم ہے اور نہ انصاف۔ آج صرف غرناطہ ہمارا آخری حصار رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ان غلطیوں کا اعادہ کیا جو قرطبہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ وغیر میں ہمارے بھائیوں سے سرزد ہو چکی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جب شمال کے

عیسائی امراء ہمارے خلاف متحد ہو رہے تھے۔ ان شہروں میں ہمارے ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے۔ ایک کافر دوسرے کافر کر گلے لگا رہا تھا لیکن ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا۔ ہمارے دشمنوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام کفر ایک ہے لیکن ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ اگر تمام کفر ایک تو تمام اسلام بھی ایک ہے۔ وہ فتوحات کے شوق میں متحد ہو گئے لیکن ہمیں اپنی شکست کا خوف بھی متحد نہ کر سکا۔ مراکشی مسلمان بربری مسلمان کا دشمن بنا رہا۔ اور بربری مسلمان اندلسی مسلمان کے خون کا پیاسا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شہر ایک ایک کر کے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔

دشمنان اسلام پھر ایک بار متحد ہو رہے ہیں ۔ اب ان کی نظر غرناطہ پر ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم غرناطہ کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس میں مسلمانوں کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ سب باتیں ابوموسیٰ تم سے کہہ چکا ہے۔ میں صرف ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اب الفانسو کی بجائے فرڈی نینڈ ہمارے ساتھ تلوار کی زبان سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے اور ہمیں یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان آج

بھی تلوار کی زبان بولنا جانتا ہے۔ اہل غرناطہ!

قوموں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے

جب قلم کی بجائے تلوار کی زبان زیادہ صحیح ہوتی ہے

اور تمہارے لیے وہ وقت آچکا ہے"۔

بدر بن مغیرہ کی تقریر کے جب لوگ نعرے لگا رہے تھے ابوالحسن نے اس سے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے بے قرار ہوں۔ جلوس کے اختتام پر ابوموسیٰ آپ کو میرے پاس لے آئے گا"۔

(۳)

سرحدی عقاب کی آمد سے دس دن بعد غرناطہ کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں شہر سے باہر کھڑے ہو کر ابوالحسن کی فوج کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ برسوں کے بعد غرناطہ کی فوج پہلی بار اپنی سلطنت کے کسی امیر کی سرکوبی کی بجائے دشمن کے خلاف کسی محاذ پر جا رہی تھی۔ برسوں کے بعد ہسپانوی، بربری اور عربی مسلمان امراء اور سپاہی ایک امیر کے جھنڈے تلے جمع ہوئے تھے۔

ابوالحسن نے کوچ کا حکم دینے سے پہلے فوج کا معائنہ کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ سے کہا۔ "بدر! تم نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا ہے۔ خدا کی قسم! اگر عربی، بربری اور ہسپانوی مسلمان اسی طرح دوش بدوش کھڑے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اپنے اسلاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہم پھر ایک بار فرانس تک پہنچیں گے"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ کی تلوار نیام سے باہر رہے گی۔ اہل غرناطہ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو ایک صف میں

کھڑا کرنے کے لیے ایک متحدہ محاذ کی ضرورت تھی۔ جب تک ہماری تلواریں نصرانیوں کے ساتھ ٹکراتی رہیں گی اس وقت تک مسلمان گھریلو جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے"۔

الزغل اس مہم میں اپنے بھائی کا ساتھ دینے پر مصر تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ابوالحسن نے دارالسلطنت کی حفاظت اوراس سے زیادہ اپنے بیٹے کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی کو دارالخلافہ میں چھوڑنا مناسب خیال کیا۔

موسیٰ ابن ابی غسان اس کا نائب سالار تھا اور ہراول کے طوفانی دستوں کی قیادت بدر بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ابوالحسن نے سرحد کے چند علاقے مسخر کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کرلیا اور جب غرناطہ میں اس شہر کے محاصرہ کی خبر پہنچی تو عوام میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ صخرہ کا عیسائی حاکم مسلمانوں پر اپنے وحشیانہ مظالم کے باعث فرڈی نینڈ کے تمام عمال سے زیادہ بدنام تھا۔اہل غرناطہ برسوں سے صخرہ سے بھاگ کر غرناطہ میں پناہ لینے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستانیں سن رہے تھے صخرہ کے محاصرہ کی خبر سن کرانہوں نے مساجد میں ابوالحسن کی فتح اور درازی عمر کے لیے دعائیں کیں۔

ابوالحسن کا خیال تھا کہ صخرہ کا محاصرہ طول کھینچے گا لیکن چار دن کے بعد رات کے تیسرے پہر شہر کے باغی مسلمانوں کی ایک جماعت نے پہریداروں پر حملہ کر کے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اور ابوالحسن کی فوج جسے وہ پہلے ہی اپنے اس ارادے سے باخبر کر چکے تھے معمولی مزاحمت کو کچلنے کے بعد شہر پر قابض ہوگئی۔

اس جنگ میں زخمیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انہیں ابوالحسن کے حکم سے گورنر کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔دوپہر کے وقت ابوالحسن،موسیٰ، بدر

اور چند اور سالاروں کے ساتھ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے آیا۔ چند جراح جوان زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو نگے لیکن ایک شخص جو انتہائی انہماک کے ساتھ ایک سپاہی کے ایک سر اور گردن کے زخموں پر پٹی باندھ رہا تھا، ابو الحسن کے قریب پہنچنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ لباس سے بھی وہ ایک طبیب یا جراح کی بجائے سپاہی معلوم تھا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔

ابو الحسن نے ایک ثانیہ کے لیے زخمی کی طرف دیکھا اور طبی دستہ کے سالار کو آواز دے کر کہا ”اس آدمی کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے“۔

طبی دستے کا سالار بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور زرہ پوش کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا۔ ”میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ یہ ہمارا کام ہے“۔

جب زرہ پوش نے اس پر بھی سنی ان سنی کر دی تو اس نے ذرہ ترش ہو کر کہا۔ ”اگر آپ کو میرا لحاظ نہیں تو کم از کم بادشاہ سلامت کی موجودگی کا لحاظ ضرور ہونا چاہیے۔ سپاہی کا مقام میدان جنگ ہے یہ جگہ نہیں“۔

زرہ پوش نے ایک ثانیہ کے لیے گردن اوپر اٹھائی اور جواب دیا۔

”آپ میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ زخمی کی حالت بہت نازک ہے“۔

بدر بن مغیرہ زرہ پوش کی آواز سن کر چونک پڑا لیکن چونکہ آنکھوں کے سوا اس کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ زرہ پوش کو فوراً نہ پہچان سکا۔ طبی دستے کا سالار رسٹ پٹا گیا اور اس نے کہا۔ ”اگر آپ کو پٹی باندھنے کا شوق ہے تو باہر جا کر دشمن کے کسی مقتول پر طبع آزمائی کریں“۔

زرہ پوش نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا ”مجھے پٹی باندھنے کا شوق نہیں، زخمیوں کا علاج کرنے کا شوق ہے“۔

ابو الحسن کی حیرت دل چسپی میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن طبیب کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک اور طبیب کو آواز دے کر کہا۔ ''اسے باہر لے جاؤ۔ یہ کوئی جنونی قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے''۔

دوسرا طبیب آگے بڑھا لیکن ابو الحسن کا اشارہ پا کر اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

طبی دستہ کے سالار نے زخمی کی پٹی کھولنے کی کوشش کی لیکن زرہ پوش نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ نے پٹی کھول دی تو اس کی موت یقینی ہے۔ میں آپ کے کام میں دخل نہ دیتا لیکن آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے اسے ناقابل علاج سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔''

اس دوران میں بدر بن مغیرہ کے تمام شکوک دور ہو چکے تھے۔ آواز کے علاوہ وہ زرہ پوش کا تھیلا بھی پہچان چکا تھا۔ وہ ان ہاتھوں سے مانوس تھا جو کئی بار اس کے اپنے زخموں پر مرہم رکھ چکے تھے۔ اس کی حیرانی مسرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے طبی دستے کے سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ بشیر! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟''۔

زرہ پوش نے خود کا نقاب اوپر سرکا دیا اور اٹھ کر ادب کے ساتھ ابو الحسن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔ ''بشیر بن حسن!...... آپ یہاں کب آئے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔''

موسیٰ نے ابو الحسن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''یہ بشیر بن حسن ہیں۔ یہ ہمارے

عقاب کے پروں کی رکھوالی کرتے ہیں"۔

ابوالحسن نے گرم جوشی کے ساتھ بشیر بن حسن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔" میں آپ کی تعریف سن چکا ہوں"۔

بشیر بن حسن نے ابوالحسن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔" معاف کیجئے میری طرف سے آداب بجالانے میں کوتاہی ہوئی زخمی کی حالت خراب تھی"۔

طبی دستے کا سالار پریشانی، ندامت اور بے کسی کی حالت میں کھڑا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس سے مخاطب ہوکر کہا" میں بے جا مداخلت کا مجرم ہوں لیکن یہ شخص بازار میں بے ہوش پڑا تھا اور سپاہی اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ مجھے اس میں زندگی کے آثار دکھائی دیئے اور اسے یہاں اٹھا لایا۔ آپ چونکہ بے حد مصروف تھے اس لیے آپ اس پر توجہ نہ دے سکے"۔

طبی دستہ کے سالار نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔" بشیر بن حسن کے سامنے اپنی کمتری کا اعتراف کرنا بھی میرے لیے باعث فخر ہے۔ جب آپ اسے یہاں لائے تھے تو میری نگاہ میں اس کی حالت مایوس کن تھی۔ اسے طبیب سے زیادہ معجزہ کرنے والے کی ضرورت تھی اور اندلس میں فقط بشیر بن حسن کے نام کے ساتھ ایسے معجزات وابستہ کئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس چند اور زخمی بھی آپ کی توجہ کے محتاج ہیں"۔

ایک اور نوجوان جراح نے آگے بڑھ کر کہا۔" میں نے آپ کو قرطبہ میں دیکھا تھا لیکن خود کے باعث آج میں پہچان نہ سکا"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔" مجھے ڈر تھا کہ خود کے بغیر آپ کو میری اجنبیت اور زیادہ محسوس ہوگی۔ اس کے علاوہ زخمیوں میں ہمارے چند ساتھی بھی ہیں۔ مجھے خطرہ تھا

کہ وہ مجھے دیکھ کر شور مچائیں گے اور آپ میں سے بعض زخمیوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جائیں گے اور میں بھی اس زخمی کی حالت پر پوری توجہ نہیں دے سکوں گا"۔

ابوالحسن نے کہا۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس بات کا احساس نہیں کیا۔" آپ دوسرے زخمیوں کو دیکھیں اور فارغ ہو کر مجھ سے ضرور ملیں"۔

ابوالحسن، بدر بن مغیرہ اور موسیٰ چلے گئے اور بشیر بن حسن دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔ اندلس کے باقی شہروں کی طرح غرناطہ میں بھی اس کے نام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ طبی دستہ کے تمام افراد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے، ہم کلام ہونے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے احساس مرعوبیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ بشیر بن حسن سرحدی عقاب کا ساتھی تھا۔

طبی دستے کا سالار دیر تک اپنے طرز عمل پر پریشان رہا۔ بالآخر اس نے بشیر بن حسن سے کہا "میں ابھی تک معذرت کے لیے موزوں الفاظ سوچ رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ نے میرے متعلق بہت بری رائے قائم کی ہو گی"۔

بشیر نے جواب دیا۔ "آپ پریشان نہ ہوں ممکن ہے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو ایک اجنبی کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آتا"۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ زخمی جس کی بشیر بن حسن نے سب سے پہلے مرہم پٹی کی تھی، نیم بے ہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ بشیر بن حسن نے اپنے تھیلے سے ایک دوا نکال کر پیالی میں ڈالتے ہوئے ایک طبیب سے کہا۔ "یہ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ جائے گا۔ جب آنکھیں کھولے آپ فوراً اسے یہ دوا پلا دیں۔ دوا پیتے ہی اسے نیند آ جائے گی۔ شام کے وقت میں خود آ کر اس کی حالت دیکھوں گا۔ اس

وقت آپ یہ خیال رکھیں کہ کوئی اسے جگانے یا اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش نہ کرے“۔

(۴)

دوپہر کے وقت جب بدر بن مغیرہ کو تنہائی میں بشیر کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے دوست کی غیر متوقع آمد کی وجہ پوچھی۔ بشیر بن حسن نے جواب دیا ”میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں غرناطہ سے ابوالحسن کی فوج کی روانگی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں لیکن مجھے اس وقت اطلاع ملی جب یہ فوج غرناطہ سے کوچ کر چکی تھی۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ میں جنگ کے دوران میں ضرور پہنچ جاؤں گا...... ابو داؤد بھی مجھے غرناطہ تک اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا۔ منصور بن احمد نے میری درخواست اور ابو داؤد کی سفارش پر مجھے اجازت دے دی۔ غرناطہ پہنچ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ صخرہ کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ میں یلغار کرتا ہوا آج صبح یہاں پہنچا تو یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔“

بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اور میں زخمی نہ تھا اس لیے تمہاری ادویات دوسروں کے کام آئیں۔ سچ کہو تمہاری یہ بھاگ دوڑ میری وجہ سے نہ تھی“۔

”تمہاری سلامتی میری زندگی کا ایک مقصد ہے“۔

”ایک فرد کی سلامتی میرے خیال میں ایسا بلند مقصد نہیں جس پر فخر کیا جا سکے“ ۔

بشیر بن حسن نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بدر! تم میرے لیے ایک فرد نہیں ایک قوم ہو اور اگر میں ایک طبیب کی زبان

استعمال کروں تو میں یہ کہوں گا کہ تم ہسپانیہ کے جسد نا تو اں میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہو"۔

بدر نے کہا "یہ ایک شاعر کی زبان ہے"۔

بشیر نے جواب دیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ میں شاعر نہیں ۔ میں نے الزغل کے دستر خوان پر غرناطہ کے چند شعراء سے ملاقات کی ہے ۔ وہ تمہاری تعریف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے"۔

"کیا کہتے تھے میرے متعلق وہ؟"

"بس یہی کہ تم ہوا میں اڑ سکتے ہو، پانی پر چل سکتے ہو، تمہیں دیکھ کر سمندر کی طوفانی لہروں میں سکون آ جاتا ہے اور دریا......"

"دریا کیا......؟"

"مجھے یاد نہیں رہا، شاید وہ یہ کہتے تھے کہ دریا پہاڑوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں"۔

بدر نے کہا "احمق کہیں کے"۔

بشیر بن حسن نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں سب کے سب احمق نہیں تھے ۔ ایک نے عقل کی چند باتیں بھی کہی تھیں"۔

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ سرحدی عقاب کا گھوڑا کوہ سرا نوادا کی برف سے زیادہ سفید ہے جب وہ چلتا ہے تو زمین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے ۔ اس کی تلوار کی چمک سے سورج کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "بشیر اس زندہ دلی کا باعث یہ فتح ہے یا کچھ اور؟"

بشیر نے جواب دیا "بدر میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ برسوں کے خوابوں کی تعبیر کا زمانہ شروع ہو چکا ہے؟"

بدر نے سوال کیا "انجلا کیسی ہے؟"

بشیر نے جواب دیا "وہ ٹھیک ہے لیکن تم ربیعہ کے متعلق نہیں پوچھا"۔

"اسے کیا ہوا؟"

"واہ تمہیں یہ خبر بھی نہیں"۔ بشیر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"بشیر! تم اس کے متعلق کوئی بری خبر تو نہیں لائے۔"

بشیر ہنس پڑا۔

بدر نے کہا "تم بڑے مسخرے ہو"۔

بشیر نے کہا "ربیعہ تمہیں سلام کہتی تھی"۔

"جھوٹ!"

"اچھا بھائی یہی سمجھ لو کہ وہ تمہاری سلامتی کے لیے دعا کرتی تھی۔"

مجھے یہ مان لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ خیر اب مذاق چھوڑو۔ ابو داؤد کا حال کیا ہے؟

"وہ بہت خوش ہے۔ غرناطہ پہنچتے ہی الزغل نے اسے شہزادہ ابو عبداللہ کا مصاحب خاص بنا دیا ہے۔ اسے رہنے کے لیے قصر الحمراء میں ایک مکان دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ شہزادے کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنا لے گا"۔

موسیٰ کی آمد پر ان کی گفت گو کا رخ بدل گیا۔ اس نے اطلاع دی کی ابو الحسن آپ کو بلاتے ہیں۔

☆

نئے عزائم

(۱)

صخرہ کی فتح کے بعد ابوالحسن نے عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے وسیع پیانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے وہ بااثر سردار اور قبائل کے رہنما جو اب تک بربری، عربی اور ہسپانوی مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے لگے۔ ہسپانوی اور بربری سرداروں کے لیے ابوالحسن ایک حکمران کی بجائے ایک مسلم حکمران بن چکا تھا۔ اس نے صلیب کے پرچم کے مقابلہ میں ہلال کا پرچم بلند کیا تھا۔ علماء کا ایک بااثر طبقہ اس جنگ کو جہاد قرار دے چکا تھا۔ صخرہ کی فتح کے بعد جب ابوالحسن غرناطہ لوٹا تو اس نے پہلی بار یہ محسوس کیا وہ صحیح معنوں میں غرناطہ کا حکمران بن چکا ہے۔ عوام نے فوجی مستقر سے لے کر الحمراء تک اس کے راستے میں پھولوں کی سیج بچھا رکھی تھی۔ رات کے وقت اس نے قصر الحمراء کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام شہر میں چراغاں تھا اور لوگ گلیوں اور بازاروں میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ ابوالحسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

"رب العزت! میرے کمزور بازوؤں کو طاقت عطا کر۔ مجھے طارق بن زیاد کا عزم اور موسیٰ بن نصیر کا حوصلہ عطا کر۔ میری قوم کو پھر ایک بار ان مجاہدین کا ولولہ عطا کر جن کے گھوڑے ایک طرف فرانس اور دوسرے طرف چین کے دریاؤں کا پانی پیا کرتے تھے۔ ہماری نااتفاقی کو اتفاق میں بدل دے۔ اس ریت کے انبار کو تو ایک چٹان بنا سکتا ہے۔ میرے مولیٰ! ان لوگوں کو مایوس نہ کیجیو جو اس معمولی سی فتح پر اس قدر شادمان ہیں۔ میں اس کام کا اہل نہ تھا لیکن اگر تو نے مجھے اس کے لیے منتخب کیا

ہے تو مجھے ہمت، عزم اور استقلال دے اور اگر میں اپنی زندگی میں اسلاف کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے سکوں تو ابو عبداللہ کو یہ توفیق دے ۔ورنہ مجھے یہ توفیق دے کہ میں غرناطہ کی سلطنت کے لیے کوئی صحیح جانشین منتخب کرسکوں“۔

جب ابوالحسن مینار پر کھڑا یہ دعا مانگ رہا تھا، اس کی ولی عہد شہزادہ ابوعبداللہ اپنے نئے اتالیق ابو داؤد کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔چند دن میں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے بہت مانوس ہو چکے تھے اور ابوعبداللہ کا چچا الزغل جس نے ابوداؤد کو اس منصب تک پہنچایا تھا اس بات پر پھولا نہ سماتا تھا کہ اس کا آوارہ مزاج بھتیجا اپنے باکمال اتالیق کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ابو داؤد فطرتاً محتاط تھا۔اسے یہ احساس تھا کہ اس کے شاگرد کی رگوں میں عربی خون ہے۔اس لیے اس نے اپنے عزائم اور مقاصد کے اظہار میں عجلت سے کام لینا مناسب نہ سمجھا۔وہ ایک بے تکلف مصاحب بن کر ابوعبداللہ کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتا رہا اور چند ہی دنوں میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ وقت آنے پر غرناطہ کے ولی عہد کو اپنا آلہ کار بنا سکے گا۔

ابوعبداللہ سے تنہائی میں پہلی ملاقات کے بعد وہ اسے اپنا گرویدہ بنا چکا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ دیکھا اور ہتھیلی کی چند لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔” شہزادے! تم غرناطہ کی حکمرانی کے لیے پیدا نہیں ہوئے“۔

ابوعبداللہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔یہ لکیریں تمہارے لیے سکندر کے بخت اور عبدالرحمٰن اعظم کے جاہ وجلال کی شہادت دیتی ہیں۔اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دیتا تو پرنیز سے لے جبل الطارق تک تمہاری سطوت کے پرچم لہرائیں گے۔مراکش اور فرانس کے حکمران تمہارے

باجگذار رہوں گے۔"

ابوعبداللہ کچھ دیر تک اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ "لیکن میرا چچا مجھے نالائق کہتا ہے"۔

"شہزادے! پھل پکنے اور پھول کھلنے کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ جب تک تمہارے عروج کا وقت نہیں آئے گا تمہارے عزیز اور خیر خواہ ایسی ہی باتیں کرتے رہیں گے لیکن ان مقصد تمہاری بہتری ہے برائی نہیں ...... وقت کا انتظار کرو"۔

اس دن سے ابوعبداللہ اپنے آپ کو سکندر اور اپنے اتالیق کو ارسطو سمجھا کرتا تھا ۔دونوں اپنے اپنے خیال کے مطابق کسی موقع کے منتظر تھے...... چند ملاقاتوں کے بعد استاد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا شاگرد کون سے وقت کا انتظار کر رہا ہے لیکن شاگرد کو اپنے استاد کے ارادوں کے متعلق کوئی علم نہ تھا اور آج ابوعبداللہ کا یہ پیغام سن کر ابوداؤد اپنے مکان سے نکل کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہی نظر میں یہ بھانپ لیا کہ اس کا شاگرد کسی نئی پریشانی میں مبتلا ہے۔

(۲)

ابوعبداللہ نے اپنے استاد کی تعظیم کے لیے اٹھتے ہوئے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ وہ دروازہ بند کر دے۔ استاد اور شاگرد آبنوس کے کرسیوں پر جو مخمل کے گدیلوں سے آراستہ تھیں بیٹھ گئے۔

ابوداؤد نے کہا "شہزادے! مجھے تو قع تھی کہ تم اس وقت غرناطہ کے بازاروں میں مسرت کے ساتھ نعرے لگا رہے ہو گے۔ وہ کون سا خیال تھا جس نے اس وقت غرناطہ کے ولی عہد کو پریشان کر رکھا ہے"۔

ابوعبداللہ نے کہا۔ ''کیا میرے استاد کا بھی یہی حکم ہے کہ میں موسیٰ، الزیغری اور بدر بن مغیرہ کی فتح کے نعرے لگاؤں ۔کیا اس کام کے لیے میرے سوتیلے بھائی کافی نہیں جو آج کے جلوس میں نوکروں کی طرح ان کے گھوڑوں کے آگے آگے پیدل جارہے تھے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ میرے متعلق جانتے ہیں کہ میں اس قسم کی خوشامد نہیں کرسکتا اور وہ میرے والد کو ایک بار پھر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ میں نالائق ہوں''۔

ابوداؤد نے کہا۔ ''تمہارے سوتیلے بھائیوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا لیکن الزغل کے متعلق میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ تمہارا بدخواہ نہیں اور اگر وہ بدخواہ بھی ہو تو تمہیں تدبر سے کام لینا چاہیے۔تم غرناطہ کے ولی ہو اور ولی عہد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تاج پہننے تک اپنے بدترین دشمنوں کو بھی دوست بنائے رکھے۔ایک بادشاہ اپنے مخالفین کو تلوار سے مرعوب کرتا ہے لیکن ایک ولی عہد یہ نہیں کرسکتا اور اس صورت میں جب کہ تخت کے دعویدار اور بھی موجود ہوں اسے بہت محتاط رہنا چاہیے ۔اگر تمہارا یہ اراد ہو کہ تم کل حکمران بن کر اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا دو تو آج یہ ضروری ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کے گلے میں پھولوں کے ہار پہناؤ تا کہ ان کی رگوں میں سختی نہ آنے پائے ۔تاہم الزغل کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا مخالف نہیں''۔

ابوعبداللہ نے کہا۔'' آپ میرے چچا کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں ۔آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اقتدار چاہتا ہے۔اس نے میرے باپ کو بھی اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنا رکھا ہے ۔وہ جانتا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔اس لیے اس کی خواہش یہی ہو گی کہ میرے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھا کر خود

حکومت کرے“۔

”لیکن خدا سلطان کی عمر دراز کرے، میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں تمہارے جیسے ہونہار بیٹے کو غرناطہ کا تخت و تاج سونپ دیں گے“۔

ابو عبداللہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ کیا تو چچا کے مشورے کے بغیر نہیں ہوگا اور چچا کا مشورہ کبھی میرے حق میں نہ ہوگا“۔

ابو داؤد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔ ”شہزادے! تمہارا ہاتھ دیکھ کر میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔ مجھے ڈر لگتا تھا“۔

ابو عبداللہ نے کہا۔ ”خدا کے لیے ضرور بتایئے“۔

ابو داؤد نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے ڈر ہے کہ یہ بات اگر کسی تیسرے آدمی کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپ کے ساتھ مجھے بھی مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا“۔

ابو عبداللہ نے کہا۔ ”آپ فکر نہ کریں یہاں کوئی سننے والا نہیں“۔

”میرا علم یہ گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے باپ کی زندگی میں غرناطہ کا تخت و تاج سنبھالو گے اس کی مرضی کے خلاف۔ قدرت تمہیں موقع دے گی۔ یہ فیصلہ بہت تلخ ہوگا لیکن تمہیں کرنا پڑے گا۔ اندلس کی تسخیر ابوالحسن کے مقدر میں نہیں تمہارے مقدر میں ہے“۔

ابو عبداللہ نے مسرت، اضطراب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ ”وہ وقت کب آئے گا؟“

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”بہت جلد، لیکن میری نصیحت یاد رکھو۔ وقت آنے

سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تمہارے باپ اور چچا کے دل میں تمہارے متعلق کوئی شک پیدا نہ ہو وہ الزغل کو یہاں کیوں چھوڑ گئے تھے؟''

ابوعبداللہ نے جواب دیا ''میں جانتا ہوں ۔انہیں مجھ پر اعتبار نہ تھا۔''

''تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم ان کا کھویا ہوا اعتماد دوبارہ حاصل کرو۔ تاج اور تخت کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے سلطان یا تمہارے چچا کو تمہارے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے تو تم ہمیشہ کے لیے میری اعانت سے محروم ہو جاؤ گے۔''

ابوعبداللہ نے کہا۔''میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا''۔

''تو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ابھی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔اگر وہ سو نہیں گئے تو انہیں فتح کی مبارکباد دو اور یہ بھی کہوں کہ تمہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہنے کا افسوس ہے ۔اس کے بعد علی الصباح فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں سے ملو اور ہو سکے تو ان میں انعامات تقسیم کرو۔سلطان اس بات پر خوش ہوگا اور ان لوگوں میں سے بعض تمہارے کام آئیں گے''۔

''میں ابھی ابا کے پاس جاتا ہوں۔''

اگلے دن ابو الحسن نے الزغل سے کہا۔'' آپ نے ابوعبداللہ کے لیے جو اتالیق مقرر کیا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں وہ کوئی قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے آج ابوعبداللہ کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی ہے ۔وہ اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں اسے جنگ میں ساتھ کیوں نہیں لے گیا''۔

الزغل نے جواب دیا۔''خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسا آدمی مل گیا ہے''۔

ان واقعات کے تیسرے دن بدر بن مغیرہ کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں نے سرحد

پر دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے اور اس نے اپنے سپاہیوں کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

رخصت سے پہلے جب وہ ابوالحسن سے ملا تو اس نے کہا۔ ”میں نے پوری تیاری سے پہلے صحرہ پر اس لیے حملہ کیا تھا کہ لوگ خوب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اب اس فتح کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ میں چند ماہ میں انہیں فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کر لوں گا۔ اتنی دیر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ میں اشد ضرورت کے بغیر آپ کو نہیں بلاؤں گا۔ اگر آپ سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہمیں تیاری کا زیادہ موقع مل جائے گا اور فرڈی نینڈ کو توجہ بھی دو محاذوں پر بٹ جائے گی“

۔

ابوالحسن سے ملاقات کے بعد جب بدر بن مغیرہ قصر الحمراء سے باہر نکل رہا تھا ایک لونڈی نے کاغذ کا ایک پرزہ اس کے ہاتھ میں دیا۔ بدر بن مغیرہ نے دیکھا تو کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

”آپ کو نئی فتح مبارک ہو...... ربیعہ!“

ایک لمحہ کے لیے بدر بن مغیرہ کے دل میں لطیف دھڑکنیں پیدا ہوئیں اور ایک جانی پہچانی صورت اس کی نظروں کے سامنے آموجود ہوئی۔ بدر بن مغیرہ نے لونڈی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجئے اور کہیے میرے لیے دعا کیا کریں“۔

شام کے وقت ربیعہ کو اپنے باپ سے یہ معلوم ہوا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن کی طرف جا چکا ہے۔

(۳)

فرڈی نینڈ سرحدی عقاب سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اسے صخرہ پر ابوالحسن کے قابض ہو جانے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے تمام گورنر اور سرداروں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہودی تاجروں کے بھیس میں اس کے جاسوس اسے ابوالحسن کے عزائم سے باخبر کرتے رہے۔ اس نے ایک بہت بڑی صلیب اپنے محل کے دروازے پر نصب کرائی اور قسطلہ کے عوام کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ جب تم میں یہ صلیب قصر الحمراء کے دروازے پر نصب نہ کروں گا دم نہ لوں گا۔ سلطنت کے تمام امراء نے اس کی تقلید کی۔ اس کے بعد سلطنت کے ہر گوشے سے لوگ قسطلہ پہنچتے اور اس صلیب کے سامنے یہ عہد کرتے کہ وہ غرناطہ کو فتح کیے بغیر اپنی تلواریں نیام میں نہیں ڈالیں گے۔

ایک دن غرناطہ کا ایک یہودی فرڈی نینڈ کے پاس پہنچا اور اس نے ایک خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر فرڈی نینڈ نے ایلچی سے کہا۔ "تم نے ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے اور اگر اس خط کا جواب غرناطہ پہنچا سکو تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا"۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "اگر تم تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس کرو تو ہم کل تمہیں ایک زبانی پیغام دیں گے"۔

یہودی نے کہا "میں تحریری پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ غرناطہ سے آتے ہوئے کئی چوکیوں پر تلاشی لینے کے باوجود وہ یہ خط نہیں دیکھ سکے"۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ "تم ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن تلاشی کے وقت تم نے یہ خط کہاں چھپا رکھا تھا؟"

یہودی نے جواب دیا "یہ خط ابوداؤد نے میرے جوتے کے اندر سی دیا تھا"۔

''بہت اچھا کل ہم سے ملو''۔ یہ کہتے ہوئے فرڈی نینڈ نے ایک سپاہی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ایلچی کو شاہی مہمان خانے میں لے جائے۔

ایلچی کے چلے جانے کے بعد فرڈی نینڈ نے دوبارہ غور کے ساتھ خط پڑھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اٹھ کر ملکہ کے کمرے میں پہنچا۔

''ملکہ تم ہار گئیں'' اس نے اپنی بیوی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کا مطلب؟''

''تم نے ابو داؤد کے متعلق شرط لگائی تھی کہ ہمارے ساتھ وہ غداری کر رہا ہے۔ لو یہ خط پڑھ لو، تمہارے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔'' بادشاہ نے خط ملکہ کو پیش کر دیا۔

ملکہ نے خط پڑھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''اس خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے شکوک بے بنیاد تھے لیکن ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ لکھنے والا ابو داؤد ہے اور وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس نے ہمیں الحمہ پر اچانک حملہ کی ترغیب دی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال نہ ہو''۔

فرڈی نینڈ نے جواب دیا۔ ''ابوالحسن کے ارادوں اور تیاریوں کے متعلق مجھے اپنے جاسوسوں کی زبانی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے ابو داؤد کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمیں صخرہ کے نقصان کی تلافی کے لیے غرناطہ کی سرحد کے کسی اہم شہر پر اچانک قبضہ کر لینا چاہیے۔ اس سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لیے ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں قادس کا گورنر ان پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر دے تو جس قدر آسانی کے ساتھ

انہوں نے صخرہ پر قبضہ کرلیا ہے اسی قدر آسانی کے ساتھ ہم الحمہ پر قبضہ کرسکیں گے"

۔

"لیکن آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بے خبر ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ابوداؤد نے غرناطہ پہنچ کر اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کردی ہو اور یہ خط اس نے ابوالحسن کے ایما سے بھیجا ہو"۔

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارے خدشات بے بنیاد ہیں لیکن اگر یہ ہو بھی تو وہ ہمارے ارادوں سے باخبر ہونے کے لیے اس خط کے جواب کا انتظار کریں گے اور میں یہ احتیاط کرسکتا ہوں کہ جب تک حاکم قادس الحمہ پر قبضہ نہ کرے وہ ہمارے خط کا انتظار کرتے رہیں۔ ابوداؤد کا یہ کہنا غلط نہیں کہ الحمہ غرناطہ کی کنجی ہے اور اس پر قابض ہو کر ہم آدھی جنگ جیت جائیں گے۔ میں آج ہی قادس کے گورنر کو پیغام بھیجتا ہوں اور خود کل لوشہ کی طرف کوچ کردوں گا۔ ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی اور قادس کی فوج کو الحمہ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کو بھی پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں۔ اگر ہم کسی محاذ سے نقصان اٹھائیں گے تو وہ یقیناً الحمہ کا محاذ نہیں ہوگا"۔

(۴)

ابوالحسن کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ اپنے لشکر جرار کے ساتھ قسطلہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے قرطبہ اور اشبیلیہ کی افواج کی نقل وحرکت کی اطلاع بھی ملی۔ اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ الزغل کی قیادت میں دے کر اشبیلیہ کی فوج کا راستہ روکنے کا حکم دیا، دوسری فوج کی قیادت کے لیے اسے موسیٰ سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نظر نہیں آتا تھا، لیکن

بعض امراء کے مشورے پر اس نے موسیٰ کو غرناطہ میں ابوعبداللہ کے پاس چھوڑ دیا اور فوج کی قیادت کے لیے بدر بن مغیرہ کو بلا بھیجا۔

بدر بن مغیرہ اپنی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی لے کر غرناطہ پہنچا اور قرطبہ کی سرحد کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج کی قیادت سنبھال لی۔

باقی فوج کی قیادت ابوالحسن نے اپنے ہاتھ میں لی۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے ابوعبداللہ کو بلا کر کہا۔ ''بیٹا! میری اور الزغل کی غیر حاضری میں تم پر ایک بہت ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ دارالسلطنت کا انتظام سنبھال سکو۔ تاہم میں موسیٰ کو تمہاری مدد کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کا درجہ الزغل سے کم نہیں۔ اس کے مشورہ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ یاد رکھنا کہ جب تک اندلس کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نے لے لوگے، میری روح بے چین رہے گی''۔

ابوعبداللہ نے کہا'' یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے اس موقع پر بھی آپ کی فوج کا ایک سپاہی بننے کی سعادت نصیب نہیں تاہم جو فرض آپ نے مجھ پر عائد کیا ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو ہر محاذ پر موسیٰ جیسے تجربہ کار جرنیل کی ضرورت ہو گی۔ اس کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ میری مدد کے لیے آپ کسی اور کو چھوڑ سکتے ہیں''۔

ابوالحسن نے جواب دیا۔'' تمہارا خیال درست ہے لیکن موسیٰ کو یہاں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کمک کے لیے نئے سپاہی بھرتی کر سکے گا''۔

غرناطہ سے کوچ کرنے کے بعد ابوالحسن نے سرحد کے ایک شہر کے پاس پڑاؤ ڈال دیا اور فرڈی نینڈ کی افواج کا انتظار کرنے لگا۔ موسیٰ کی جگہ لینے کے لیے غرناطہ

کی فوج کے دو بہترین سالار الزیغری اور نعیم رضوان اس کے ساتھ تھے۔

دو ہفتے گزر گئے اور ابوالحسن کو پتہ چلا کہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحد کے پار ایک مقام پر آ کر رک گئی ہیں۔الزغل اور بدر بن مغیرہ کی طرف سے بھی اسی قسم کی اطلاعات ملیں کہ اشبیلیہ اور قرطبہ کی طرف سے پیش قدمی کرنے والی افواج سرحد کے قریب رک گئی ہیں۔

لیکن تیسرے ہفتے اسے اچانک یہ خبر ملی کی حاکم قادس نے فوری پیش قدمی کے بعد الحمہ پر قبضہ کرلیا ہے۔اس خبر سے اسے یہ احساس ہوا کہ سرحد کے پار تین محاذوں پر قسطلہ،قرطبہ،اشبیلیہ کی افواج کے رک جانے کی کیا وجہ تھی۔الحمہ کی فتح کے ساتھ ہی ابوالحسن کو اس قسم کی اطلاعات ملیں کہ حاکم قادس نے اس شہر کے ہزاروں باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

الحمہ غرناطہ کے دفاع کے لیے اہم ترین قلعہ تھا۔وہاں سے دشمن کی افواج کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کرسکتی تھیں۔غرناطہ کے طول وعرض سے ''میر الحمہ'' کی صدا بلند ہوئی۔سب یہ کہتے تھے کہ غرناطہ کی کنجی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔

ابوالحسن نے محسوس کیا کہ فرڈی نینڈ اب اس کی توجہ الحمہ کی طرف مبذول کر کے کسی شہر پر حملہ کر دے گا اس لیے اس نے الزغل اور بدر بن مغیرہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر رہیں اور خود اپنی نصف فوج الزیغری کو دے کر الحمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

الزیغری نے الحمہ کو محاصرہ میں لے لیا اور باہر سے رسد و کمک کے تمام راستے بند کرا دیئے۔فرڈی نینڈ کو الحمہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تینوں اطراف سے پیش قدمی کا حکم دیا۔

سب سے پہلے بدر بن مغیرہ کے ساتھ قرطبہ کی افواج کا تصادم ہوا۔ بدر بن مغیرہ نے انہیں سرحد میں داخل ہونے کا موقع دینے کی بجائے خود سرحد عبور کر کے حملہ کر دیا۔ قرطبہ کے لشکر کے مقابلہ میں اس کی فوج کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے طریق جنگ کے سامنے قرطبہ کی افواج کی پیش نہ گئی۔ بدر بن مغیرہ کسی میدان میں اپنی فوج کی قوت کی نمائش کرنے کی بجائے چند دن اپنی فوج کے طوفانی دستوں کے عقبی حملوں سے قرطبہ کی فوج کو سخت نقصان پہنچاتا رہا۔ اس کے سواروں کے چند دستے اچانک دشمن کے ہراول کے سامنے نمودار ہوتے اور باقی میمنہ اور میسرہ اور عقب کی صفیں درہم برہم کرنے کے بعد غائب ہو جاتے اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرایا جاتا۔

قرطبہ کے سپاہیوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غرناطہ کی فوج کا سالار سرحدی عقاب ہے اور وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، دونوں صورتوں میں ان کی تباہی ناگزیر ہے۔

دوسری طرف الزغل کی فوج کے ساتھ اشبیلیہ کے لشکر کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی۔

فرڈی نینڈ کو قرطبہ کے سالار کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے لوشہ پر چڑھائی کر دی۔ ابوالحسن اس کا ارادہ بھانپتے ہی لوشہ کے نواح میں جا پہنچا۔ لیکن جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ کی افواج اس کے اندازے سے بہت زیادہ ہیں۔ ابوالحسن کو غرناطہ سے کسی بھاری کمک کی توقع نہ تھی اس لیے اس نے الزغل کو بلا بھیجا۔ الزغل نے بھی لوشہ کے محاذ کی اہمیت معلوم کی لیکن بھائی کی مدد کو پہنچنے سے پہلے اس نے اشبیلیہ کی فوج پر زوردار حملہ کیا اور اسے کافی نقصان پہنچانے کے بعد لوشہ کا رخ

کیا۔اس کے ساتھ ہی اس نے الزیغری کو یہ حکم بھیج دیا کہ اگر اشبلیہ کی افواج الحمہ کارخ کریں تو تم محاصرہ اٹھا کر لوشہ پہنچ جاؤ۔

الزیغری ایک مقام سے الحمہ کی فصیل توڑ چکا تھا کہ اشبلیہ کی ٹڈی دل فوج پہنچ گئی ۔اب شہر کو فتح کرنے کی بجائے اس کے سامنے اہم ترین مسئلہ اپنے سپاہیوں کو بچا کر نکالنا تھا۔جن کے گرد چاروں طرف سے اشبلیہ کی فوجوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔الزیغری نے مایوسی کے عالم میں بھی ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑنے کی ترجیح دوں اور فوج کو منظم کر کے ایک طرف دھاوا بول دیا۔سب سے آگے نیزہ بازوں کی قطاریں تھیں اور ان کے پیچھے پیادہ فوج تھی ۔نیزہ بازوں نے گھیرا توڑ کر پیادہ فوج کے لیے راستہ صاف کیا اور الزیغری کے سپاہی کسی نقصان کے بغیر لڑتے بھڑتے ایک ندی کے پل تک پہنچ گئے لیکن دشمن کی فوج کا ایک دستہ اس پل کے دوسرے سرے پر پہلے ہی تاک لگائے بیٹھا تھا۔الزیغری کی فوج پھر ایک بار دشمن کے نرغے میں تھی اور ان پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک ندی کی دوسری طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ سنائی دیا اور آن کی آن میں پانچ سو سوار گرد کے بادلوں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے پل کے دوسرے سرے پر الزیغری کا راستہ روکنے والے دستے پر حملہ کر کے پل بھر میں ان کا صفایا کر دیا۔

جب الزیغری کے پیادہ اور سوار سپاہی ندی کے دوسرے کنارے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کے مددگار غرناطہ سے آئے تھے۔اس نے دستے کے سالار کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک نقاب پوش نے گھوڑا آگے بڑھا کر تحکمانہ لہجے میں ''یہ باتوں کا وقت نہیں تم فوراً لوشہ پہنچ جاؤ''۔

الزیغری نے نقاب پوش کی آواز پہچانتے ہوئے چونک کر کہا۔''میرے

ساتھ اس طرح بات کرنے والا موسیٰ بن ابی غسان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے"۔

نقاب پوش نے کہا۔ "لیکن میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ سلطان بہت ناراض ہو گا۔ ان سے میرا ذکر نہ کرنا۔ میرے لیے غرناطہ چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ابوعبداللہ کو یہی خیال ہے کہ میں فوجی مستقر میں موجود ہوں"۔

یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ الزیغری کے سپاہیوں نے جس طرح ان پانچ سو سواروں کو گرد کے بادلوں سے نمودار ہوتے دیکھا تھا۔ اسی طرح انہیں غائب ہوتے دیکھ رہے تھے۔

(۵)

بدر بن مغیرہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ غرناطہ کی باقی تمام فوج فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے لوشہ کے نواح میں جمع ہو رہی ہے تو اس نے قرطبہ کے لشکر پر آخری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور اپنے نائب منصور بن احمد کو پیغام بھیجا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ہمراہ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں پہنچ جائے۔

منصور بن احمد اپنے راستے کے شہروں اور بستیوں کو تاراج کرتا ہوا ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ قرطبہ کے لشکر کے عقب میں جا نکلا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی اطلاع ملتے ہی اپنی پیادہ فوج کو چند میل ہٹا دیا اور سواروں کو دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قرطبہ کے سپہ سالار نے مسلمانوں کی پیادہ فوج کے پیچھے ہٹنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرحدی عقاب بھی الزغل اور الزیغری کی لوشہ کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے یہ محاذ خالی کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ فرڈی نینڈ کی طرف سے اسے حکم مل چکا تھا کہ وہ لوشہ کی جنگ کا فیصلہ ہونے تک اس محاذ پر دشمن کی فوج کو مصروف

پیکار رکھے۔ابھی تک وہ منصور بن احمد کی آمد سے بے خبر تھا۔اس نے قلب لشکر کے سواروں کو پیچھے ہٹنے والی پیادہ فوج کا تعاقب کرنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں پیادہ فوج کے تیر انداز ایک خندق کے پیچھے مورچہ بنا کر بیٹھ گئے تھے۔

قرطبہ کے نیزہ بازوں کو خندق کے قریب پہنچ کر تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا اوران کے سپہ سالار کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا لیکن اتنے میں منصور بن احمد عقب سے حملہ کر چکا تھا اور قرطبہ کے عقبی دستے پیچھے سے مار کھا کر اپنے قلب لشکر کو آگے دھکیل رہے تھے۔

دائیں اور بائیں سے بدر بن مغیرہ اور عقب سے منصور بن احمد کے سوار قرطبہ کی فوج کو ایک تنگ گھیرے میں لے چکے تھے اور ان کے سامنے وہ خندق تھی جس کے پار تیر اندازوں کے مورچے تھے۔قرطبہ کی فوج کی حالت اس کشتی سے مختلف نہ تھی جس سمندر کی طوفانی لہریں ساحل کی چٹانوں کے طرف دھکیل رہی ہوں۔

افراتفری کے عالم میں قرطبہ کے سینکڑوں سپاہی اپنی فوج کے بد حواس گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔سینکڑوں سوار گھوڑوں سمیت خندق میں جا گرے۔سپاہی اپنے افسروں اور افسر اپنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔قرطبہ کی فوج جو فتح کی امید انتہائی بہادری کے ساتھ لڑ سکتی تھی، مایوسی کے عالم میں ہمت ہار چکی تھی ۔صرف چند ایسے تھے جنہیں بھاگنے کا راستہ ملا۔دوپہر تک میدان میں قرطبہ کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور بچے کھچے سپاہی ہتھیار پھینک چکے تھے۔

(۶)

لوشہ کے محاذ پر ابو الحسن تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرڈی نینڈ کی پچاس ہزار

فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہو چکا تھا۔ دو دن سے فرڈی نینڈ کے نائٹ اور غرناطہ کے جانباز انفرادی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ فرڈی نینڈ کی فوج سے ایک نائٹ جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا گھوڑا بھگاتا ہوا میدان میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے تلوار بلند کی۔ نعیم بن رضوان جو سر پر خود اور جسم پر ہلکی چمکدار زرہ پہنے ہوئے تھا۔ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا۔

دونوں سواروں کی تلواریں ٹکرائیں۔ قسطلہ کا نایٹ اپنے بھاری آہن کے باعث نعیم بن رضوان کی سی پھرتی نہ دکھا سکا لیکن اس کی بھاری زرہ سے نعیم کی تلوار بار بار اچٹ کر رہ گئی۔ اس کے چند وار اپنی ڈھال پر روکنے کے بعد نعیم نے پوری قوت کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ زرہ کی وجہ سے زیادہ زخم نہ آیا لیکن ضرب کی شدت کے ساتھ اس کا جسم ایک طرف جھک گیا۔ نعیم نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور پے در پے چند وار کئے۔ اس کا گھوڑا اچھلا اور وہ اسلحہ کے بوجھ کے باعث سنبھل نہ سکا۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نعیم نے فوراً اپنے گھوڑے سے کود کر اس کا خود اتارا اور تلوار سے سر قلم کر دیا۔ ابوالحسن کی فوج نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ فرڈی نینڈ کا دوسرا سپاہی میدان میں آیا تو الزیغری نے نیزہ سنبھال کر گھوڑے کو ایڑ دی۔ قسطلہ کے نائٹ نے زرہ کے علاوہ اپنے سینے پر آہنی خول بھی پہن رکھا تھا۔ دونوں حریف ایک دوسرے کی طرف نیزے تان کر بڑھے۔ الزیغری نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے سینے پر نیزہ مارا۔ نیزے کی انی آہنی خود سے ٹکرا کو ٹوٹ گئی۔ لیکن عیسائی سوار زبردست دھکا لگنے کے سبب زمین پر آ رہا اور الزیغری نے گھوڑے سے کود اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے دو بہادروں کا یہ انجام دیکھ کر فرڈی نینڈ نے عام حملے کا حکم دیا۔ شام تک

گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ رات کی تاریکی میں دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔

دوسرے دن بھی اسی طرح لڑائی کی ابتدا ہوئی ۔ دونوں طرف سے چند بہادروں نے یکے بعد دیگرے میدان میں آ کر اپنے جوہر دکھائے اور اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ دونوں طرف قتل اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہلے دن سے زیادہ تھی ۔ تیسرا دن دونوں فوجوں کے لیے تشویش کا دن تھا لیکن ابوالحسن اپنے دشمن کی نسبت کہیں زیادہ پریشان تھا۔ غرناطہ سے موسیٰ دو ہزار سپاہیوں کی کمک بھیج چکا تھا لیکن گزشتہ دو دن میں اس کے پانچ ہزار سپاہی قتل اور زخمی ہو چکے تھے۔ ابوالحسن کی فوج کے افسروں کے اندازے کے مطابق عیسائی مقتول اور زخمی سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی ۔ لیکن جنگ کے دو دنوں میں اس کے پاس اندلس کے مختلف شہروں سے پندرہ ہزار کے قریب تازہ دم سپاہی پہنچ چکے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے متعلق ابوالحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ قرطبہ کے لشکر ایک بہت بڑا سیلاب روکے ہوئے ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابوالحسن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔ اس کی فوج کا ہر سپاہی فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر تلا ہوا تھا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ اگر وہ میدان سے منہ موڑ کر بھاگے تو دشمن چند دن تک غرناطہ کی دیواروں تک پہنچ جائے گا۔

تیسرے دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو قسطلہ کی فوج سے ایک نائٹ نے جس کے تمام جسم پر لوہے کا غلاف چڑھا ہوا تھا میدان میں آ کر مقابلے کی دعوت دی۔ اس کے خود کی شکل بیل کے چہرے سے مشابہ تھی۔ اس کے

ہتھیار اس قدر بھاری تھے کہ گھوڑے کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔ایک بربری نوجوان اس کے مقابلے کے لیے نکلا اور اس کے نیزے کی ضرب کھا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد ایک قوی ہیکل ہسپانوی مسلمان آگے بڑھا لیکن اس کی تلوار اور نیزے کی ضربیں اس آہن میں چھپے ہوئے نائٹ پر بےکار ثابت ہوئیں۔تھوڑی دیر میں یہ نائٹ اپنے دوسرے مدمقابل کو بھی قتل کر چکا تھا اور فرڈی نینڈ کے سپاہی مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔آہن پوش نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے میدان میں ایک چھوٹا سا چکر لگایا اور غرناطہ کی فوج کی طرف منہ کر کے اپنے نئے مدمقابل کا انتظار کرنے لگا۔

نعیم بن رضوان ابوالحسن سے اجازت لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا۔اس کا پسینے میں بھیگا ہوا گھوڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کہیں دور سے آ رہا ہے۔اس کا لباس بھی غرناطہ کے سپاہیوں سے مختلف تھا۔ زرہ کی بجائے جسم پر سفید قبا تھی اور خود کی بجائے سر پر عمامہ تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا باقی چہرہ سرخ رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔اس نے غرناطہ کی فوج کی صفوں سے آگے نکل کر ایک لمحہ کے لیے اپنا گھوڑا روکا اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام میں ڈال لی۔لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ نیزے سے حملہ کرے گا لیکن اس نے نیزہ بھی زمین میں گاڑ دیا۔دونوں طرف تماشائی اس کی اس حرکت پر حیران تھے۔

نقاب پوش نے اچانک گھوڑے کو ایڑ لگائی۔عیسائی آہن پوش نیزہ تان کر اس کی طرف بڑھا لیکن وہ کترا کر آگے نکل گیا۔اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایک چھوٹا سا چکر دینے کے بعد نقاب پوش دوبارہ اپنے مدمقابل کی طرف متوجہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے ایک لمحہ پیشتر اسے خالی ہاتھ دیکھا تھا اب اس کے ہاتھ میں ایک کمند دیکھ

رہے تھے۔ قبل اس کے آہن پوش گھوڑا موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر پھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔

ہسپانیہ کا یہ نائٹ جو طاقت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، جسے بھاری اسلحہ کے باعث چار آدمیوں نے مشکل سے گھوڑے پر لادا تھا ایک چٹان کی طرح گھوڑے سے گرا، کمند کا دوسرا سرا نقاب پوش کے گھوڑے کی زین کے ساتھ منسلک تھا۔ غرناطہ کی فوج آہنی انسان کی بے بسی پر مسرت کے قہقہے لگا رہی تھی۔ نقاب پوش نے آن کی آن میں اسے گھسیٹ کر ابوالحسن کے پاؤں میں لا ڈالا اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا "میں قرطبہ کے محاذ سے فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں"۔

ابوالحسن مسرت سے بے خود ہو کر چلا اٹھا۔ بدر! جس فتح کا تم پیغام لے کر آئے ہو وہ یقیناً شاندار ہو گی لیکن مجھے فتح سے زیادہ تمہارے آنے کی خوشی ہے۔ میں تائید غیبی کا منتظر تھا۔ کتنی فوج بچا کر لائے ہو۔

صرف پانچ سو سپاہیوں کا نقصان ہوا ہے لیکن ساتھ ہی فوج میں دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔ منصور بھی پہنچ چکا ہے۔

ابوالحسن نے اچانک پریشان سی صورت بناتے ہوئے کہا۔ لیکن فوج کو ساتھ کیوں نہیں لائے۔ آج کا دن فیصلہ کن ہے۔

بدر نے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں وہ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے"۔

الزغل نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے "مسلمانو! آج کا دن تمہارے لیے مبارک ہے۔ قرطبہ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہے اور تمہارا سرحدی عقاب تمہاری مدد کے لیے پہنچ گیا ہے"۔

سپاہیوں نے سنتے ہی مسرت کے نعرے بلند کیے۔ بدر نے الزغل سے مخاطب

ہو کر کہا۔ معاف کیجئے..... آپ نے انہیں پوری خبر نہیں سنائی۔ ہم نے قرطبہ کی فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تقریباً تمام کی تمام میدان میں پڑی ہے۔ صرف پانچ یا چھ سو سپاہی بچ نکلے ہوں گے۔

نعیم بن رضوان نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑے کی باگیں درست کیں اور کہا ''اس فتح کی خوشی میں آج قسطلہ کے پندرہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عہد کرتا ہوں لیکن شگون کے لیے آپ کا نیزہ استعمال کروں گا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا نیزہ اس کے سپرد کیا اور آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کا نیزہ جو ابھی تک زمین میں نصب تھا اکھاڑ لیا۔

فرڈی نینڈ کے چار نائٹ یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں اور نعیم نے چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخری نائٹ کے قتل پر فرڈی نینڈ نے فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔

(۷)

دوپہر کے وقت جب لڑائی زوروں پر تھی منصور بن احمد، بدر کی فوج لے کر پہنچ گیا۔ تیسرے پہر فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار نمودار ہونے لگے۔

نعیم چودہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور پندرہ آدمیوں کو قتل کرنے کا عہد پورا کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص کا نیزہ اس کے سینے میں لگا۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے بٹھا لیا۔ بدر بن مغیرہ اسے زخمیوں کے خیمے میں پہنچانے کے لیے میدان سے باہر نکلنا چاہتا تھا لیکن نعیم نے کہا: ''بدر! میں جانتا ہوں کہ میرا وقت آ گیا ہے لیکن میں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا۔ میں نے دشمن کے چودہ سپاہی قتل کیے ہیں۔ ابھی ایک باقی ہے۔ میرے زخم کو

ہاتھ سے دبا کر خون بند رکھو۔اپنا نیزہ مجھے دو اور مجھے دشمن کے قریب لے چلو ۔ مجھے اپنا عہد پورا کر لینے دو ۔پھر مجھے جہاں جی چاہے لے جانا ۔ بدر! یہ ایک درخواست ہے''۔

بدر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔اس نے اپنا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس کے بہتے ہوئے زخم پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے کا رخ دشمن کی ایک صف کی موڑ دیا۔لیکن جب وہ دشمن کے ایک سوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔بدر نے محسوس کیا کہ نیزے پر نعیم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے۔اس نے نیزے کو سیدھا رکھنے کے لیے نعیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور بولا''ہوشیار! یہ تمہارا پندرھواں شکار ہے''۔

نعیم نے نیم بے ہوشی کی حالت میں کہا''بدر! مجھے اپنے ساتھ چمٹائے رکھو کاش میں اپنا عہد پورا کر سکتا''۔

''تم اپنا وعدہ پورا کر چکے ہو''۔یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے نیزہ ایک مقابلے پر آنے والے سوار کے سینے میں اتار دیا۔عیسائی سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نعیم نے بے ہوشی کی حالت میں سر جھکا دیا ۔بدر گھوڑا بھگاتا ہوا زخمیوں کے خیموں کی قریب پہنچا۔چند نوجوان نعیم بن رضوان کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے گئے۔

بدر بن مغیرہ گھوڑے سے کود کر خیمے میں داخل ہوا ۔بشیر بن حسن زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھا وہ فوراً نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔

بدر نے کہا۔''بشیر اسے بچانے کی کوشش کرو''۔

بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد جلدی سے اس کی زرہ کھول

کر زخم کا معائنہ کیا اور دوبارہ اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے بدر کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا۔

بدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تم کچھ نہیں کر سکتے“۔

بشیر نے جواب دیا ”اس زخم کے بعد اس کا چند لمحے زندہ رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ارادے کی تکمیل کی خواہش موت کا ہاتھ روک رہی ہے۔ یہ ہوش میں آرہا ہے“۔

”اگر ہوش میں آئے تو اسے بتادیں کہ وہ اپنا عہد پورا کر چکا ہے۔“ یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار دیکھ کر بدر بن مغیرہ نے بہترین تربیت یافتہ سواروں کو منظم کرنے کا حکم دیا کہ وہ تعاقب کے لیے تیار رہیں۔

شام سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نینڈ کی فوج میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔

جب سپاہی ابوالحسن کے گرد جمع ہو کر فتح کے نعرے لگا رہے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر سربسجود ہو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو بہہ رہے تھے۔

ابوالحسن ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا ”ہمارا سرحدی عقاب کہاں ہے؟“

الزغل نے جواب دیا۔ ”وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جا چکا ہے“

”کہاں؟“

”بھاگنے والوں کے تعاقب میں۔“

''ہم نے منع کیا تھا، سپاہی بہت تھکے ہوئے تھے''۔

''لیکن وہ مجھے آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لیے کہہ گیا ہے۔ وہ ادھوری فتح کا قائل نہیں۔ تاہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس نے غرناطہ کا کوئی سپاہی اپنے ساتھ نہیں لیا''۔

ابوالحسن نے کہا ''تم نے ہمیں غلط سمجھا۔ خدا کی قسم اگر وہ میری تمام فوج اپنے ساتھ لے جاتا تو بھی مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ میں اس کے ایک آدمی کا نقصان بھی ناقابل تلافی سمجھتا ہوں''۔

الزغل نے کہا ''آپ پریشان نہ ہوں وہ اپنا کام جانتا ہے وہ مقابلہ کرنے والوں پر شیر کی حملہ کرتا ہے اور بھاگنے والوں پر عقاب کی جھپٹتا ہوں''۔

ابوالحسن نے کہا ''ہم قرطبہ کے محاذ پر اس کی فتح کے تمام حالات سننا چاہتے ہیں۔ عباس! تم اس کے ساتھ تھے کہیں اس نے فوج کی ہمت بڑھانے کے لیے مبالغہ سے کام تو نہیں لیا؟''

عباس غرناطہ کی فوج کا ایک سالار تھا۔ اس نے کہا ''یہ واقعات ایسے ہیں جب کا صرف دیکھنے والے کی آنکھ یقین ہوسکتا ہے سننے والوں کے کان شاید یقین نہ کریں۔ اس کے بعد عباس نے جنگ کی تمام تفصیلات سنائیں۔ جب اس نے منصور بن احمد کے کارناموں کا ذکر کیا تو ابوالحسن نے کہا۔ ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بدر بن مغیرہ کے ترکش میں اس قسم کے تیر ہیں تو میں آج سے چند برس پہلے اعلان جنگ کر چکا ہوتا''۔

رات بھر آرام کرنے کے بعد تھکے ہوئے سپاہی علی الصباح موذن کی اذان سن کر بیدار ہوئے۔ ابوالحسن کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا تھا۔ جب وہ نماز کے

لیے خیمے سے باہر نکلا تو پہریداروں سے اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ "بدر بن مغیرہ نہیں آیا"۔

پہریداروں نے نفی میں جواب دیا۔

نماز کے بعد ابوالحسن کی تحریک پر بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی سلامتی کے لے دعا کی گئی۔ دوپہر تک ابوالحسن کی پریشانی تشویش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے سواروں کے ایک دستے کو بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا اور خود اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اس کی راہ دیکھنے لگا۔

اچانک ایک افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھئے"۔

ابوالحسن کا دل مسرت سے اچھلنے لگا۔ حد نظر پر گرد کے بادل اٹھ رہے تھے۔

ابوالحسن نے چند سواروں کو اس طرف جانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے واپس آ کر سرحدی عقاب کی واپسی کی خبر دی۔

الزغل نے کہا۔ "ایک خوشخبری مجھ سے بھی سن لیجئے"۔

ابوالحسن نے کہا "وہ کیا؟"

الزغل نے جواب دیا۔ "سرحدی عقاب رسد کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ لا رہا ہے"۔

ابوالحسن کے استفسار پر سواروں نے اس بات کی تصدیق کی کہ بدر بن مغیرہ کے ساتھی مویشیوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ ہانک کر لا رہے ہیں۔ بھیڑوں بکریوں کے علاوہ سینکڑوں گھوڑے اور خچر اناج سے لدے ہوئے ہیں۔

☆

باپ اور بیٹا

(۱)

جب لوشہ کی جنگ میں نعیم بن رضوان جیسے مجاہد اپنے خون کی روشنائی سے اسلامیان اندلس کی قسمت کا فیصلہ لکھ رہے تھے غرناطہ کے شاہی ایوان میں ایک اور فیصلہ لکھا جا رہا تھا۔

الحمہ پر عیسائیوں کے قبضے کی خبر سن کر ابو داؤد فوراً اپنے شاگرد کے پاس پہنچا اور اسے مغموم دیکھ کر بولا۔ ”شہزادے! میں کہتا نہ تھا کہ قدرت نے سلطنت غرناطہ کی تعمیر نو کے لیے ابوالحسن کو نہیں بلکہ تمہیں منتخب کیا ہے۔ اندلس کے مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ اس وقت چمکے گا جب تمہارے سر پر غرناطہ کا تاج رکھا جائے گا۔ شہزادے تمہارا وقت آرہا ہے۔“

”میرا وقت خدا جانے کب آئے گا۔ الحمہ ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔ اب وہ کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتے ہیں“۔

”لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ الحمہ کے چھن جانے کے بعد عوام اور بعض سردار بھی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس نازک دور میں غرناطہ کی امارت بدلنا ضروری ہے۔ میں چند بربری اور ہسپانوی سرداروں سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے اپنی کوئی زیادہ قیمت مقرر نہیں کی ہے“

”لیکن موسیٰ کی موجودگی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی“۔

”وقت آنے پر ہم اس کے ساتھ بھی نپٹ لیں۔ وہ سردار جن کو ابوالحسن نے بغاوت پھیلانے کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے اگر رہا کر دیئے جائیں تو آپ کے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے“۔

"لیکن موسیٰ کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں"۔

"میرے خیال میں وہ آپ کا دوست ہے"۔

"لیکن اس معاملہ میں وہ میرا بدترین دشمن ہوگا"۔

"وقت آنے پر دیکھا جائے"۔

"وقت کب آئے گا؟"

"ابوالحسن کی شکست کے بعد غرناطہ کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے"۔

"لیکن اگر اسے فتح ہوئی تو؟"

"مجھے اس کی امید نہیں۔فتوحات صرف تمہارے مقدر میں ہیں لیکن اگر اسے ایک آدھ کامیابی نصیب بھی ہوگئی تو ہ ایک بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔وہ تمہارے سوتیلے بھائی کو تخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گا۔یہی وجہ ہے کہ وہ اسے عوام کا منظور نظر بنانے کے لیے جنگ میں ساتھ لے گیا ہے"۔

"اگر یہ ہوا تو میں اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ لڑسکوں"۔

"آپ مطمئن رہیں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی"۔

چند دن بعد جب ابوعبداللہ نے قرطبہ کے لشکر کی تباہی کی خبر سنی تو اس نے اپنے استاد سے کہا۔"ایلچی یہ خبر لایا ہے کہ سرحدی عقاب قرطبہ کے محاذ سے فارغ ہوتے ہی لوشہ کی طرف روانہ ہوگیا ہے"۔

ابوداؤد نے کہا۔"شہزادے!اب وہ وقت آگیا ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔ ممکن ہے کہ لوشہ کے میدان میں ابوالحسن کو فتح ہو۔یہ فتح تمہارے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ثابت وہ گی۔جب سلطان شہر میں داخل ہوگا تو غرناطہ کے عوام اس کے ہر صحیح یا غلط فیصلے کی تائید کریں گے۔ان کی نگاہ میں تمہارے سوتیلے بھائی کا درجہ

تمہاری نسبت کہیں بلند ہو گا بلکہ ان کے نزدیک اس مہم کا ایک معمولی سپاہی بھی تمہاری نسبت زیادہ قابل احترام ہوگا“۔

ابوعبداللہ نے مایوس ہو کر کہا۔”مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ جب میں آپ کی باتیں سنتا ہوں تو مجھے پریشانی ہوتی ہے۔میرا دماغ مجھے ایک ایسے سمندر میں کودنے پر آمادہ کرتا ہے جس کی گہرائی سے میرا دل کانپتا ہے لیکن جب میں اپنی والدہ کے پاس جاتا ہوں تو ان کی باتیں مجھے کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔وہ آج بھی یہی کہتی تھی کہ میرے والد بارہا اس بات کا حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنانے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں گے“۔

ابو داؤد نے کہا”اب شاید وقت آ گیا ہے کہ میں آپ کو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنے دوں۔میری بات غور سے سنیے۔میں تھوڑی دیر کے لیے مان لیتا ہوں کہ آج آپ کے والد کا ارادہ آپ کے متعلق برا نہیں لیکن اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کو پہنچ چکی ہے۔فرض کیجئے آپ کے والد بیس سال اور زندہ رہتے ہیں اس وقت تک آپ کی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی اور یہ عمر کا وہ حصہ ہے جب زندگی کی امنگیں سرد پڑ جاتی ہیں۔جب انسان آئینے میں اپنی صورت دیکھنے سے گھبراتا ہے، جب انسان کی سب سے بڑی ضرورت ایک بستر ہوتی ہے۔خواہ وہ ایک محل میں ہو یا ایک جھونپڑی میں۔اس وقت آپ کی عقل یقیناً پختہ ہوگی۔لیکن وہ گرم خون جو انسان کو تسخیر عناصر پر آمادہ کرتا ہے منجمد ہو چکا ہوگا......اور پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ بیس سال کے واقعات سلطان کو آپ کے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے پر آمادہ نہیں کر دیں گے۔شہزادے! عزت،شہرت اور ناموری کا دروازہ ایسا نہیں کہ کوئی خواہش کرے اور یہ کھل جائے۔اسے کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور بعض اوقات توڑنا پڑتا ہے

۔ بڑے انسانوں کی زندگی میں ایک فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے ۔ جو سوچ میں وقت گنواتے ہیں وہ پیچھے رہ جاتے ہیں ۔وقت کی ریت میں ان کے پاؤں کے نشان گم ہو جاتے ہیں اور جو جرأت سے کام لیتے ہیں ۔ وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں ۔ اگرچہ آپ نے مجھے اپنے دل کا حال نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ غرناطہ کے تخت پر بیٹھنے کے لیے بے قرار ہیں ۔آپ کو اب تک اگر اپنی زندگی کی عزیز ترین خواہش کی تکمیل کی جرأت نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کے دل میں آپ کے والد کا احترام ہے، نہیں، برا نہ مانئے گا آپ کے دل پر ایک خوف سوار ہے ۔اس بات کا خوف کہ دنیا آپ کو کیا کہے گی، عوام آپ کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے ۔لیکن یاد رکھئے یہ دنیا ایک کامیاب ڈاکو کو فاتح کہتی ہے اور ناکام مصلح کو باغی بنا دیتی ہے ۔ اگر ابوعبداللہ غرناطہ کے تخت پر قابض ہو کر سارے اندلس پر اپنی عظمت کے جھنڈے لہراتا ہے تو دنیا اس کے متعلق یہ کہے گی کہ وہ ایک بدنصیب باپ کا خوش نصیب بیٹا تھا ۔اس کو حق تھا کہ وہ اپنے باپ کا تخت و تاج چھین لیتا اور اگر ابوعبداللہ ساٹھ ستر سال کی زندگی میں تخت نشیں ہونے کا انتظار کرتے کرتے چل بستا ہے تو تاریخ کے صفحات میں شاید اس کا نام بھی نہ لکھا جائے گا ۔میں نے آپ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر آپ کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ نہیں کی لیکن اگر آپ تذبذب میں اپنی تمام زندگی گنوانا چاہتے ہیں تو آج سے ہمارے راستے مختلف ہیں“۔

ابوعبداللہ نے کہا۔”خدا کے لیے یہ نہ کہیے“۔

”تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہے ۔یہ موقع شاید پھر نہ آئے“۔

”میں تیار ہوں لیکن کیا میں اس وقت اس قابل ہوں کہ باپ کے خلاف بغاوت کر سکوں“۔

آپ بیس سال کی عمر میں اس قابل تھے لیکن آپ نے اپنی زندگی کے کئی برس ضائع کر دیئے۔ پولیس ہمارے ہاتھ میں ہے۔ محل کے داروغہ کو آپ خرید چکے ہیں۔ بربری اور ہسپانوی امراء میں سے اکثر آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

"اور موسیٰ......؟"

"اسے قید کرنا مشکل نہیں"۔

"لیکن شہر کے عوام؟"

"ان میں پھوٹ ڈالی جا سکتی ہے۔ عربی، ہسپانوی اور بربری کے اختلاف کی آگ دب گئی ہے بجھی نہیں۔ مجھے عربوں کے تعاون کی توقع نہیں۔ ان میں سے صرف چند آدمی خریدے جا سکتے ہیں لیکن آپ عربی عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ ہسپانوی اور بربریوں کو مقرر کر دیں تو اس سے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، دوسرا یہ کہ بربری اور ہسپانوی مسلمانوں اور عربی مسلمانوں میں نزاع شروع ہو جائے گی۔ اول الذکر اپنے سرداروں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ انہیں زیادہ خوش کرنے کے لیے آپ ان کے قیدیوں کو رہا کر دیں۔ آپ کے پاس فیصلے کے لیے صرف دو دن ہیں۔ اس کے بعد شاید موقع ہاتھ نہ آئے۔ موسیٰ کو گرفتار کرنے کا طریقہ میں نے سوچ لیا ہے۔"

(۲)

رات کے وقت قصر الحمراء کا ایک کشادہ کمرہ چاندی اور سونے کی قندیلوں سے روشن تھا۔ غرناطہ کے بربری اور ہسپانوی مسلمان امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ابو عبداللہ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، موسیٰ داخل ہوا اور مجلس پر ایک لمحہ کے لیے سناٹا

چھا گیا۔

موسیٰ نے اہل مجلس پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور ابو عبداللہ کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ''میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں''۔

ابو عبداللہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گیا لیکن ایک ثانیہ کے بعد سنبھل کر بولا۔ ''تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو یہیں کہہ سکتے ہو۔ یہ سب خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں''۔

موسیٰ نے کہا ''بعض باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کہی جا سکتیں''۔

''لیکن اس وقت ہم یہ مجلس برخاست کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تم اگر کوئی کام کی بات کہنا چاہتے ہو تو یہیں کہو''۔

موسیٰ مجلس کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہیں پہلی بار قصر الحمراء میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔ آج تک سلطنت کے کسی امیر نے یہ جرأت نہ کی تھی کہ وہ موسیٰ کو دیکھ کر اپنی کرسی پر بیٹھا رہے۔ ابو عبداللہ کے الفاظ سن کر وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کان اسے دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تاہم اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''شہزادے! میں نے سنا ہے کہ آپ نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے''۔

''تم درست سنا ہے''۔

''اور آپ نے سلطنت کے چند وفاداروں کو معزول کر دیا ہے''۔

''مجھے ان کی وفاداری پر شک تھا''۔

''اور آپ نے غرناطہ کے بدترین غداروں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کر دیا ہے''۔

ابو عبداللہ نے گرج کر کہا۔ ''موسیٰ ہمارے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنا

تمہارے فرائض میں داخل نہیں‘‘۔

’’فرض کا احساس کبھی کبھی انسان کو بہت بے باک بنا دیتا ہے‘‘۔

’’ہم اس بے باکی کو پسند نہیں کرتے، تمہیں چور دروازے سے قصر میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوئی؟‘‘

’’جب اس قسم کے شیاطین کے لیے دارالحمراء کے دروازے کھل جائیں تو میرے لیے چور دروازے سے آپ تک پہنچنے کے سوا کیا چارہ تھا‘‘۔

امراء یہ سن کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے اور ایک بربری سردار اٹھ کر بولا: ’’کیا ابوعبداللہ کے جانثاروں کی عزت اس کے دربار میں بھی محفوظ نہیں‘‘ ۔

موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ’’وہ کون ہے جو میرے مقابلہ میں ابوعبداللہ کا جانثار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے‘‘۔

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا ’’ولی عہد اگر حکم دیں تو گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے ہماری تلواریں حاضر ہیں‘‘۔

موسیٰ نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ’’تمہاری یہ جرأت؟ کیا تم وہی غدار نہیں جس نے بربری مسلمانوں کو عربوں کے خلاف اکسایا تھا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم قید خانے سے قصر الحمراء تک پہنچ کر اپنے گذشتہ جرائم کی تلافی کر چکے ہو...... اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ الحمراء میں چند غداروں کا اجتماع دیکھ کر موسیٰ کی تلوار کا لوہا نرم ہو جائے گا۔ میں ابوعبداللہ کے پاس آیا ہوں اور اگر تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تلوار مجھے ابوعبداللہ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار سے روک سکتی یہ تو میں اسے سامنے آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو

اس جگہ اپنی گردن سے سر کا بوجھ اتارنے کی خواہش لے کر آیا ہے۔ اور شہزادے! تم کو ان بزدلوں سے جاں نثاری کی توقع ہے جو میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہیں ۔لیکن اپنے ہاتھ تلوار کے قبضہ تک لے جانے کی جراُت نہیں رکھتے ۔تم غرناطہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتے ہو؟''

ابوعبداللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر بولا۔ ''موسیٰ مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہو؟''

''میں اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنی تلوار کھول کر ابوعبداللہ کو پیش کر دی''۔

ابوعبداللہ نے تلوار لے ایک طرف پھینکتے ہوئے تالی بجائی۔ آٹھ مسلح بربری اور حبشی کمرے میں داخل ہوئے اور عبداللہ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔ ابو عبداللہ نے کہا۔ ''مجھے یقین تھا کہ الحمراء کے دروازوں پر سخت سے سخت پہرا بھی تمہیں یہاں پہنچنے سے نہیں روک سکے گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے سے آئے ہو اس راستے سے واپس نہیں جا سکو گے''۔

موسیٰ حیرت زدہ ہو کر ابوعبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اس ابوعبداللہ کی طرف جس کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گزارا تھا جسے اس نے گھوڑے پر چڑھنا اور تلوار اور نیزے کے ساتھ کھیلنا سکھایا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ صبح ابو عبداللہ نے اسے خود بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ تم آس پاس کی بستیوں اور شہروں میں جا کر رضا کار بھرتی کرو۔ شام کے وقت جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ ابوعبداللہ نے چند باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور چند وفادار عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے۔ وہ اس خبر سے پریشان ہوا، تاہم اسے یہ یقین تھا کہ وہ چند باتیں کرنے کے بعد اسے اپنی غلطی کی

تلافی پر آمادہ کرلے گا۔وہ کھانا کھائے بغیر گھر سے نکلا۔الحمراء کے دروازے اس کے لیے بند تھے اور ان پر نئے پہریدار متعین تھے۔وہ ایک خفیہ راستے سے محل میں داخل ہوا۔ابوعبداللہ کے ساتھ وہ اس سے قبل کئی موقعوں پر زیادہ سخت کلامی سے پیش آچکا تھا لیکن آج اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ محسوس کیا کہ اس کا بچپن کا دوست بدلا ہوا ہے جب اس نے اپنی تلوار اتار کر اسے پیش کی تھی تو اسے یقین تھا کہ ابوعبداللہ نادم ہوکر اسے بازو سے پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے جائے اور کہے گا ''تم اتنی سی بات پر بگڑ گئے''۔

لیکن جب اس نے تلوار لے کر پھینک دی تو موسیٰ کے دل پر ایک چرکا لگا۔وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے''میں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے آئے ہو اس راستے واپس نہیں جاسکو گے''۔اس نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھا تو اسے یہ خیال آیا کہ یہ سب عبداللہ کی دل لگی ہے۔یہ صرف مذاق ہے۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا''ابوعبداللہ! میں تمہارا مجرم ہوں۔میں لوشہ کی جنگ کے لیے رضاکار بھرتی کرنے کا مجرم ہوں، میں الحمراء میں خفیہ راستے سے داخل ہونے کا مجرم ہوں اور میں ان غداروں کو غدار کہنے کا مجرم ہوں۔میرا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔میری سزا تجویز کرو''۔

موسیٰ نہ یہ کہہ کر اپنا سر جھکا دیا۔ابوعبداللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پر رکھنا چاہتا تھا لیکن ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔یہ ابوداؤد تھا۔

ابوعبداللہ نے اپنے اتالیق کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا دیا۔

ابوعبداللہ نے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا ''اسے لے جاؤ''

۔

موسیٰ نے گردن اوپر اٹھائی ۔ وہ سپاہیوں کی ننگی تلواروں کے درمیان کھڑا تھا اور وہ سردار جنہیں اب تک ابوعبداللہ کی مستقل مزاجی پر شبہ تھا اپنی تلواریں نکال چکے تھے۔

موسیٰ جس کی گرجتی ہوئی آواز ہسپانیہ کی دیواروں پر لرزہ طاری کر دیا کرتی تھی سکتے کے عالم میں ابوعبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔غرناطہ کے مجاہد کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔

ابوعبداللہ اس منظر کی تاب نہ لا سکا، اس نے منہ پھیر لیا اور بلند آواز میں چلایا ''اسے لے جاؤ''لیکن اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب تھا۔

موسیٰ کوئی بات کہے بغیر سپاہیوں کے آگے آگے چل دیا اور ابوعبداللہ اپنے رومال سے آنکھیں پونچھتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ابوداؤد نے سرداروں سے کہا۔''آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں''۔

دوسرے کمرے میں جا کر ابوداؤد نے اپنے شاگرد سے کہا ''شہزادے!بڑے آدمیوں کا دل بڑا ہونا چاہیے''۔

عبداللہ نے دردبھری آواز میں کہا ''لیکن میرا دوست تھا میرا بچپن کا دوست''

۔

ابوداؤد نے کہا ''وہ تمہاری راہ کا ایک خوبصورت کانٹا تھا جسے تم پیار کرتے تھے لیکن اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے تمہیں اس قسم کے کئی کانٹے ہٹانے پڑیں گے ۔موسیٰ اگر چاہے تو اب بھی تمہارے تاج کا ہیرا بن سکتا ہے لیکن اس سے یہ توقع اسی صورت

میں ہو سکتی ہے۔ جب سلطنت غرناطہ کا دوسرا دعویدار نہ ہو۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ تم ابوالحسن کی جگہ لے چکے ہو تو اسے قید سے نکل کر تمہاری خدمت کرنے پر اعتراض نہ ہوگا۔ اب اٹھو یہ وقت سوچنے کا نہیں، کام کرنے کا ہے۔"

(۳)

لوشہ کی فتح کے بعد جب اگلے دن بدر بن مغیرہ فرڈی نینڈ کے لشکر کا تعاقب کرنے کے بعد واپس آیا تو ابوالحسن نے فوج کے سرداروں کی مجلس شورائی بلائی۔ بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ غرناطہ پہنچ کر زیادہ مکمل تیاری کے بعد فرڈی نینڈ کی مملکت پر چڑھائی کی جائے لیکن بدر بن مغیرہ نے اس رائے پر زور دیا کہ فرڈی نینڈ کو دم لینے کی مہلت نہ دی جائے۔

اس نے کہا۔ "اس فتح کے بعد اگر ہم فوراً چڑھائی کر دیں تو دشمن کسی میدان میں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم غرناطہ پہنچ کر چند ہزار مزید سپاہی بھرتی کر سکیں گے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دشمن کے ذرائع ہمارے مقابلے میں بہت وسیع ہیں۔ وہ اس وقفہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے گا۔ نہ صرف اندلس کے عیسائی بلکہ فرانس اور اطالیہ کے پرستاران صلیب اس کی مدد کے لیے دوڑیں گے اور سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ فرڈی نینڈ اس شکست کا بدلہ اپنی مسلمان رعایا سے لے گا جو اس وقت بھی تعداد میں غرناطہ کی آبادی سے کم نہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم فوراً پیش قدمی کر دیں تو اندلس کی ہر بستی کے مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے اور وہ تعداد میں ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جنہیں ہم غرناطہ جا کر بھرتی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ رسد کی فراہمی ہے۔ اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

الزغل نے بدر بن مغیرہ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''اس فتح کے بعد قسطلہ کی دیواروں تک پہنچتے ہوئے بھی ہمیں کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمیں گرتے ہوئے دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ جہاں تک غرناطہ سے مزید سپاہی حاصل کرنے کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے موسیٰ سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہوسکتا''۔

ایک بوڑھے سردار نے کہا۔ ''میں بھی اس بات کا حامی ہوں کہ ہمیں پیچھے لوٹنے کی بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ سلطان کو یہ مہم الزغل کے سپرد کر کے غرناطہ لوٹ جانا چاہیے۔ گذشتہ صدیوں میں ایسے مراحل پر ہمیں گھر کی پھوٹ بہت نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موسیٰ ایک سمجھدار نوجوان ہے لیکن غرناطہ کے متعلق ہمیں جو اطمینان سلطان کی موجودگی میں ہوسکتا ہے وہ کسی اور کی موجودگی میں نہیں ہوسکتا۔ شر پسند عناصر سلطان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے لیکن سلطان کی موجودگی میں کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی''۔

ابوالحسن نے جواب دیا۔ ''غرناطہ کے متعلق مجھے اطمینان ہے۔ تاہم میں آپ کا مشورہ رد نہیں کرتا۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک اور شاندار فتح کے بعد واپس جاؤں گا۔''

مغرب کی نماز کے لیے اٹھنے سے قبل مجلس شورائی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کل صبح کوچ کیا جائے۔ اگلی صبح نماز کے بعد ابوالحسن نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''مجاہدو! لوشہ کی شاندار فتح کو میں قدرت

کا ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ایک ہو جائیں تو وہ آج بھی کفر کی ہر طاقت کو پاش پاش کر سکتے ہیں اور اگر وہ جہاد کا جذبہ لے کر اٹھیں تو ان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس فتح نے ہمارے لیے کامیابیوں کی شاہراہ کھول دی ہے اور اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں پر ایک بار پھر ہمارا پرچم لہرائے گا۔

''تمہیں یاد ہو گا کہ اس ملک میں اسلام کا پہلا مجاہد طارق بن زیاد ایک مٹھی بھر جماعت لے کر آیا تھا۔ سپہ سالار کی طرف سے اسے یہ ہدایت تھی کہ وہ صرف اس ملک کے حالات دیکھ کر واپس آ جائے لیکن ہسپانیہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس مجاہد نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے سپہ سالار کو یہ پیغام بھیجا کہ میں اندلس کے ساحل پر اسلام کا پرچم لہرا چکا ہوں اور جب تک یہ جھنڈا اندلس کی آخری حدود تک نہیں پہنچ جاتا میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا۔ تم نے مجھے راڈرک کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اندلس میں میری رفتار سے تم اس کی

صحیح طاقت کا اندازہ لگا سکو گے۔ اپنے جانبازوں
سے طارق نے یہ کہا تھا کہ ہم راڈرک کی زمین پر
اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑنے نہیں آئے بلکہ خدا
کی زمین میں اس کی عظمت کے جھنڈے بلند
کرنے آئے ہیں۔ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن
مسلمانوں کی قوت کا راز ان کی تعداد میں نہیں، ان
کے خلوص اور ایمان میں ہے۔"

میرے بہادر سپاہیو! ہم نے آج طارق کے
نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے، کیا تم ہمارے فیصلے
کی تائید کرتے ہو؟"

سپاہیوں نے فلک شگاف نعروں سے ابوالحسن کے فیصلے کی تائید کی۔ انہیں ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرنے کے ابوالحسن نے دوبارہ تقریر شروع کی:

"تم نے لوشہ کی جنگ میں اپنے دشمنوں پر
یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی تمہاری ایک تلوار دشمن
کی دس تلواروں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس فتح نے
ہمارے لیے کامیابی کے دروازے کھول دیئے ہیں
۔قسطلہ اور اراغون میں ہمارے مظالم بھائیوں کی
دعائیں مستجاب ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اس میں
شک نہیں کہ اگر ہم چند دن کے لیے غرناطہ واپس
چلے جائیں تو وہاں فتح کے جشن میں شریک ہو سکیں

گے ۔لوگ ہم پر پھولوں کی بارش کریں گے ۔لیکن
اگر ہم قرطبہ اور اشبیلیہ کا رخ کریں تو وہاں ہماری
بہنیں اور بھائی برسوں سے صرف اس امید پر
عیسائیوں کے مظالم برداشت کر رہے ہیں کہ کسی
دن غرناطہ کے مجاہد ان کی مدد کو پہنچیں گے وہاں ہمارا
استقبال پھولوں کی بجائے تشکر کے آنسوؤں کے
ساتھ کیا جائے گا۔

آج سے چند برس قبل کسے یہ امید تھی کہ
قدرت ہمیں اتنی بڑی فتح سے سرفراز کرے گی اور
اس فتح کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہے کہ چند دن کے
بعد ہماری اذانیں قرطبہ اور اشبیلیہ کی مساجد میں
نہیں گونجیں گی اور ہمارا جھنڈا قسطلہ کے شاہی
ایوان پر نہیں لہرائے گا''۔

ابوالحسن کی تقریر ہر سپاہی کے دل میں امید اور ولولے کے نئے چراغ روشن کر رہی تھی ۔وہ تصور میں قرطبہ اور اشبیلیہ کے ایوانوں کو دیکھ رہے تھے ۔وہ قسطلہ کے ایوان شاہی پر اپنی فتح کا پرچم لہرا رہے تھے ۔وہ برسوں کے غلام مسلمانوں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو دیکھ رہے تھے ۔وہ اپنی قوم کے مظلوم بھائیوں اور بہنوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ اب تم آزاد ہو، اب ہمیں کوئی غلام نہیں بنا سکتا ۔اندلس ہمارا ہے، ہم نادم ہیں کہ ہم اتنی دیر تمہاری حالت سے بے پروا رہے ۔

لیکن ابوالحسن بولتے بولتے رک گیا ۔اس کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے ایک سوار

نے اپنی طرف مبذول کر لی جو پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتا ہوا آ رہا تھا۔ سوار گھوڑے سے اترا اور کسی سے بات کئے بغیر لوگوں کو ادھر اُدھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے اسے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑا لیا اور بدستور آگے بڑھتا گیا۔ جب لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ ابوالحسن کے پاس جانا چاہتا ہے تو وہ ادھر اُدھر ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ ابوالحسن کے دل کی دھڑکنیں یہ گواہی دے رہی تھیں کہ یہ سوار کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ تاہم اس نے ہاتھ کے اشارے سے نووارد کو روکا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے دوبارہ تقریر شروع کی۔

الزغل جو ابوالحسن کے پاس کھڑا تھا نووارد کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر بولا ”تم غرناطہ سے آئے ہو“۔

نووارد نے جواب دیا ”ہاں میں ایک بہت ضروری خبر لے کر آیا ہوں“۔

”تمہیں موسیٰ نے بھیجا ہے؟“

”نہیں، میں خود آیا ہوں“۔

”اگر تم موسیٰ کی طرف سے نہیں آئے تو تمہاری خبر اہم نہیں ہو سکتی اور تمہیں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا کہ اس اجتماع کے سامنے سلطان غرناطہ تقریر فرما رہے ہیں“۔

”لیکن جن حالات میں میں یہاں پہنچا ہوں ان سے واقف ہونے کے بعد آپ میری اس جسارت کو قابل معافی سمجھیں گے“۔

الزغل نے کہا۔ ”کہو کیا کہتے ہو؟“

نووارد نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد کہا ”یہاں نہیں“۔

الزغل نے پریشان ہو کر کہا ’’میرے ساتھ آؤ‘‘۔

اجتماع سے ایک طرف ہٹ کر الزغل نے نووارد کی طرف دیکھا اور کہا۔ ’’مجھے کوئی بری خبر سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہوتا کہ میں اس کی اہمیت کا اندازہ کر لوں اور یہ بھی سوچ لوں کہ جنگ کے زمانے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے‘‘۔

نووارد نے کہا ’’اگر آپ غور سے دیکھتے تو مجھے پہچان لیتے۔ میں الحمراء کے داروغہ کا بیٹا ہوں۔ ہبیرہ بن سعید کا شاگرد ہوں۔ چند دنوں سے میں موسیٰ کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ یہاں فوج کے بہت سے آدمی مجھے پہچانتے ہیں لیکن جو افسوس ناک خبر میں لے کر آیا ہوں اگر وہ غلط ثابت ہو جائے اور میں اس کے عوض تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو بھی مجھے خوشی ہو گی۔ خدا کرے میرا یہاں آنا ایک خواب ہو اور غرناطہ میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہ بھی ایک خواب ہو‘‘۔ نووارد کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔

اتنی دیر میں الزیغری ان کے پاس پہنچا۔ اس نے نوجوان کو دور سے پہچان کر کہا۔ ’’سلیمان خیر تو ہے؟‘‘

’’سلیمان نے ایک لمحہ کے لیے الزیغری کی طرف دیکھا اور پھر الزغل کی طرف متوجہ ہوا۔‘‘

میں بہت بری خر لے کر آیا ہوں۔ غرناطہ میں بغاوت ہو چکی ہے۔

الزغل نے چلا کر کہا۔ ’’نہیں! نہیں!! تم نے خواب دیکھا ہے۔ موسیٰ کی موجودگی میں بغاوت ممکن نہیں۔ تم نے خواب دیکھا ہے، تم دشمن کے جاسوس ہو اور ہماری توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا چاہتے ہو۔ کہو یہ جھوٹ ہے‘‘۔ الزغل اضطراری

حالت میں سلیمان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا......اور سلیمان بار بار یہ کہہ رہا تھا "کاش! یہ جھوٹ ہوتا......لیکن یہ جھوٹ نہیں......کاش یہ جھوٹ ہوتا؟"

"لیکن موسیٰ اور بغاوت؟ یہ ناممکن ہے۔تم دیوانے ہو۔"

سلیمان نے کہا۔"موسیٰ ابو اعبداللہ کی قید میں ہے"۔

الزغل نے سلیمان کو دھوکا دے کر زمین پر گرا دیا اور الزیغری سے کہا" اسے لے جاؤ۔یہ دیوانہ ہے۔ابو عبداللہ مجھے قتل کر سکتا ہے، اپنے باپ کو قید کر سکتا ہے لیکن موسیٰ پر وہ جان دیتا ہے۔اس پاگل کو لے جاؤ"۔

سلیمان نے کہا" آج شام تک میری خبر کی تصدیق کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ آ جائیں گے۔ابو عبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے۔اس نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور عرب عہدہ داروں کی جگہ انہیں مقرر کر دیا ہے۔جن امراء نے اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا ان میں چند قتل کیے جا چکے ہیں اور باقی قید کر لیے گئے ہیں۔الحمراء پر بربری اور ہسپانوی امراء کا قبضہ ہے اور شہر میں وہ اپنے قبائل کے لوگوں کو عربوں کے ساتھ لڑا رہے ہیں۔میں یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اب تک کتنے مکانات جل چکے ہیں اور کتنے آدمی مارے گئے ہیں۔مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ آگ غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں میں بھی پہنچ چکی ہوگی"۔

(۴)

ابو الحسن زیادہ دیر تقریر جاری نہ رکھ سکا۔اس کی توجہ بار بار الزغل اور الزیغری کی طرف مبذول ہو رہی تھی اور جب وہ سلیمان سے باتیں کرنے کے بعد سر جھکائے اس کی طرف آ رہے تھے تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور آواز بیٹھ گئی۔الزغل کا چہرہ دیکھ کر اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ایلچی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا

ہے۔اس نے تقریر ختم کر کے ہاتھ اٹھا کر فتح کے لیے دعا مانگی اور جواب طلب نگاہوں سے الزغل کی طرف دیکھنے لگا۔

الزغل نے آگے بڑھ کر کہا "چلیے!"

ابوالحسن نے کہا۔"کہاں؟ خیر تو ہے؟"

"اپنے خیمے میں چلیے"۔

الزغل کے مغموم لہجے سے ابوالحسن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔وہ اسٹیج سے اترا اور اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔چند سرداروں نے اس کا ساتھ دینا چاہا لیکن الزغل نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔"آپ میرے خیمے میں جمع ہوں۔ہم ابھی وہاں آتے ہیں"۔

کچھ دور جا کر ابوالحسن نے سوال کیا۔"کوئی بری خبر سنانے سے پہلے مجھے اتنا ضرور بتاؤ کہ ایلچی کہاں سے آیا ہے؟ اتنی بڑی فتح کے بعد ہمیں معمولی حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔کہو کیا بات ہے، تمہاری خاموشی میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہی ہے"۔

الزغل نے کوئی جواب نہ دیا۔سلیمان نے جو ابھی تک وہیں کھڑا تھا، الزغل کا اشارہ پا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

ابوالحسن سلیمان کی طرف متوجہ ہوا۔"تم کہاں سے آئے ہو؟ بتاؤ میری طرف کیا دیکھ رہے؟ کیا تم یہ خبر لے کر نہیں آئے کہ سرحد کو کوئی یا شہر ہمارے قبضہ سے نکل گیا ہے اور عیسائی وہاں کے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے رہے ہیں۔"

سلیمان نے جواب دینے کی بجائے الزغل کی طرف دیکھا اور اس نے سر کے اشارے سے اسے خاموشی کی تلقین کی۔

ابوالحسن کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے چلا کر کہا ''الزغل! کیا ہم نے ایک ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔ کیا میں وہ خبر سننے کی ہمت نہیں رکھتا جسے تم سن چکے ہو؟ کیا یہ قاصد کسی زلزلے کی خبر لے آیا ہے، کیا الحمراء میں آگ لگ گئی؟ کیا ابوعبداللہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟ خدا کی قسم ایسی خبریں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی اور اگر یہ قاصد یہ پیغام لایا ہے کہ عیسائیوں کو کوئی دستہ ہماری سرحد کے کسی غیر محفوظ قلعے پر قابض ہو گیا ہے۔ تو یہ خبر تم مجھے فوج کے سامنے سنا سکتے تھے۔ ہم نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دن پیش قدمی کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں۔ الزغل! تمہاری زبان گنگ کیوں ہو گئی۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا نقصان ہے جس کی تلافی ان مجاہدوں کی تلوار نہیں کر سکتی، وہ کون سا محل گرا ہے جسے یہ مجاہد دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے؟ ایک سپہ سالار کی سب سے بڑی دولت اس کے سپاہی ہوا کرتے ہیں۔ موسیٰ اور ابوعبداللہ کے سوا جن لوگوں کو میں سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں وہ میرے ساتھ ہیں۔ کسی کی موت میرے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو گی۔ کیا تم نہیں دیکھا کہ نعیم بن رضوان کو جب لحد میں اتار رہا تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کا نشان تک نہ تھا حالانکہ وہ مجھے عبداللہ سے کم عزیز نہ تھا''۔

اتنی دیر میں ابوالحسن کا خیمہ قریب آ گیا تھا۔ ابوالحسن مایوس ہو کر تیزی سے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خیمے میں داخل ہو کر الزغل نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''میرے بھائی! یہ قاصد ایک بہت بڑے حادثے کی خبر لایا ہے۔ ابوعبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے اور باغیوں کو قید سے رہا کر کے شہر میں خانہ جنگی کروا دی ہے۔ ہمارے لیے غرناطہ کے دروازے بند ہو چکے ہیں...... موسیٰ عبداللہ کی قید میں ہے''۔

ابوالحسن پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔وہ اچانک اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا پھر کرسی پر آ گرا۔اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے الزغل اور سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ان کے مغموم چہروں پر اپنی تقدیر کا نوشتہ پڑھ رہا تھا۔

الزغل نے کہا۔"اب میں حیران ہوں کہ فوج کو یہ خبر کس طرح سنائی جائے۔ ہم اس خبر کو زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتے۔آج شام سے پہلے کئی اور آدمی آ جائیں گے۔مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی طرح یہاں بھی عرب اور غیر عرب سپاہیوں کی تلواریں آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔فوج کے سردار میرے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں آپ پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیں اور پھر ان پر یہ خبر ظاہر کریں۔کاش آج موسیٰ یہاں ہوتا۔آپ مایوس نہ ہوں۔مجھے یقین ہے کہ لوشہ کی فتح کی خبر پھر ایک بار غرناطہ کے عوام کی حرارت ایمانی زندہ کر دے گی۔وہ ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔اٹھئے ہمت سے کام لیجئے۔اب سوچنے کا وقت نہیں۔"

ابوالحسن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن اس کی آواز جواب دے چکی تھی۔

سلیمان نے آہستہ سے کہا "طبیب کو بلائیے سلطان کی ٹھیک نہیں"۔

الزغل نے جھک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور جلدی سے باہر نکل کر پہریدار سے کہا۔فوراً بشیر بن حسن کو بلاؤ۔وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہوگا۔اسے کہو کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔لیکن علیحدگی میں،کسی کے سامنے نہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن خیمے میں داخل ہوا۔اس نے سلطان کی حالت دیکھ کر الزغل سے کہا۔ان پر فالج گرا ہے لیکن فالج کا حملہ شدید نہیں،انشاء

اللہ جلد آرام آ جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

(۵)

تھوڑی دیر بعد الزغل نے سلیمان سے کہا۔ ''تم جا کر آرام کرو لیکن ابھی کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرنا''۔ پھر وہ بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''اگر میرا یہاں ٹھہرنا ضروری نہ ہو تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیجئے''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ''سلطان کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں آپ کا کچھ دیر یہاں سے غیر حاضر رہنا ان کے لیے بہتر ہوگا۔ ان کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو سکے گی۔''

الزغل اپنے خیمے میں داخل ہوا تو فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں وہاں جمع تھے۔ وہ الزیغری کے گرد گھیرا ڈال کر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور وہ چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا۔ ''مجھے پتہ نہیں۔ سلیمان صرف سلطان سے کچھ کہنا چاہتا تھا''۔

الزغل کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد الزغل ان سے وفاداری کا وعدہ لینے اور انہیں غرناطہ کے المناک حادثہ کی خبر سنانے کے بعد خیمے سے باہر نکلا۔ سرداروں نے بھی اپنے اپنے خیمے کا رخ کیا۔ دوپہر تک یہ خبر تمام فوج میں مشہور ہو چکی تھی اور شام سے تھوڑی دیر قبل غرناطہ سے آنے والے چند اور آدمی اس خبر کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ سپاہی جو تھوڑی دیر قبل قسطلہ کے شاہی محل پر اپنا جھنڈا لہرانے اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی مساجد میں اذانیں دینے کے حسین سپنے دیکھ رہے تھے اب اپنے گھروں کو تباہی سے بچانے کی فکر میں سرگراں تھے۔ وہ شاعر جنہوں نے لوشہ کے مجاہدین کی شان میں قصائد لکھے تھے۔ اب ابوعبداللہ کی غداری پر مرثیے لکھ رہے تھے۔ اندلس کے مقدر کا ستارہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نحوست

کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔

اگلے دن بشیر بن حسن کی مسیحائی سے ابوالحسن کی کھوئی ہوئی قوت گویائی واپس آ گئی۔اس کے پہلے الفاظ یہ تھے۔میرے بیٹے! تم نے یہ کیا کیا۔یہ تخت جسے تم نے چھیننے کی کوشش کر تمہارا ہی تھا۔لیکن تم نے بادشاہ بننے کے شوق میں اندلس کے مسلمانوں کا مستقبل تباہ کر دیا ہے۔خدا نہ کرے تمہارا ابو یا اندلس کے مسلمانوں کو کاٹنا پڑے۔میرے بیٹے! میرے عبداللہ! لیکن تم میرے نہیں۔" ابوالحسن نے کروٹ بدل کر تکیئے میں منہ چھپالیا اور ہچکیاں لینے لگا۔

دو دن بعد اس کے اعصاب سے فالج کے اثرات دور ہو چکے تھے لیکن زندگی کی وہ حرارت جس کے باعث وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں کے لیے قابل رشک تھا سرد پڑ چکی تھی۔زندگی کے ایک ہی حادثے نے تلوار سے کھیلنے والے مجاہد کو لاٹھی کا سہارا لے کر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

فوج کے سرداروں کی اکثریت کا فیصلہ یہ تھا کہ اب غرناطہ کا رخ کیا جائے اور غرناطہ کے قریب کسی شہر میں قیام کر کے ابو عبداللہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کجی تلواروں سے درست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔اگر خدانخواستہ جنگ کی نوبت آئی تو شہر کے عوام یقیناً ابو عبداللہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔غرناطہ کی شورش کے باعث سپاہیوں میں جو بددلی پھیل رہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے ورنہ ابو عبداللہ سے یہ بات بھی غیر متوقع نہیں کہ وہ عیسائیوں کا حلیف بن جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔

ابوالحسن نے اس فیصلے سے اتفاق کیا لیکن کوچ سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا

جس نے اس کی کمر توڑ دی۔

جس دن ابوالحسن نے غرناطہ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اس سے ایک دن قبل غرناطہ کے چند سواروں کا ایک گروہ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ابوعبداللہ کو برا بھلا کہنے کے بعد ابوالحسن کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہیں اور غرناطہ میں ان کے زیر اثر لوگ بھی ابوالحسن کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ابوالحسن ان لوگوں سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا لیکن چار دن ابوالحسن کی فوج کے ساتھ رہ کر یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ابو داؤد نے انہیں ابوالحسن کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے عربوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ غرناطہ میں تمہاری بھائی بربریوں اور ملکی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بربریوں اور ملکی مسلمانوں سے یہ کہا کہ ابوعبداللہ کی حکومت تمہارے لیے باعث رحمت ہوگی۔ اس نے بڑے بڑے عرب عہدہ داروں کو معذل کر کے ان کی جگہ تمہاری قوم کے آدمیوں کو مقرر کر دیا ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ غرناطہ جا کر ابوعبداللہ سے وفاداری کا اعلان کرو۔ بعض سرداروں کو انہوں نے عہدوں کا لالچ دے کر اور بعض کو جو کسی فریب میں نہ آنے والے تھے انہوں نے یہ کہا کہ فوج کے وہ عہدہ دار جو ابوالحسن کا ساتھ دیں گے ابوعبداللہ غرناطہ میں ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بدترین سزائیں دے گا۔ کم حیثیت کے آدمیوں کے ضمیر انہوں نے سونے اور چاندی سے خرید لیے۔ یہ کام انہوں نے اس ہوشیاری سے انجام دیا کہ ابوالحسن کے جانثاروں کو تک خبر نہ ہو سکی۔ پہلے دن انہوں نے فوج میں وہ لوگ تلاش کئے جو پہلے ان کے زیر اثر تھے۔ پھر ان کی مدد سے دوسروں کو بہکانے کا

کام لیتے رہے۔

ایک شام ابوالحسن کی فوج نے غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا اور رات کے تیسرے پہر اسے معلوم ہوا کہ اس کی فوج میں آٹھ ہزار بربری اور ہسپانوی اس کا ساتھ چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہے ہیں۔

الزغل اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہیں ابوالحسن کے خیمے میں جا پہنچا۔تھوڑی دیر میں فوج کے چند اور افسر وہاں جمع ہو گئے ۔الزغل نے مشورہ دیا کہ غداری کرنے والوں کا راستہ روک کر انہیں سمجھایا جائے اور اگر وہ کہا نہ مانیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے بعض سرداروں نے اس مشورہ کی تائید کی اور بعض نے مخالف کی ۔بالآخر ابوالحسن نے رنج والم میں ڈوبی ہوئی نحیف آواز میں کہا۔''انہیں جانے دو میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کی تلواروں کو آپس میں ٹکرانے کی اجازت نہیں دوں گا''۔

ان المناک حوادث سے دوچار ہونے کے بعد سلطان ابوالحسن نے مالقہ کا رخ کیا ۔مالقہ کا حکم پہلے ہی ابو عبداللہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔اس نے انتہائی گرم جوشی کے ساتھ سلطان کا استقبال کیا اور اپنا محل اس کے لیے خالی کر دیا۔

چند دنوں میں گردونواح کے تمام سردار اپنے سلطان کے پہنچ کر وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔

غرناطہ کی وہ سلطنت جس کے عوام چند ماہ قبل سارے اندلس پر قبضہ کرنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے اب دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی ۔غرناطہ اور اس کے مضافات پر ابوعبداللہ کا قبضہ تھا اور مالقہ پر ابوالحسن کی حکومت تھی۔

فرڈی نینڈ کو جس قدر اپنی گذشتہ ناکامیوں کا افسوس تھا اس سے کہیں زیادہ ابو عبداللہ کی بغاوت پر خوشی ہوئی اور وہ ابوالحسن پر آخری ضرب لگانے کی تیاری کرنے

لگا۔

(۶)

دشمن کے ہاتھوں بڑی سے بڑی شکست کے بعد بھی شاید ابوالحسن حوصلہ نہ ہارتا ۔لیکن وہ ناکامی جس کا باعث اس کا اپنا بیٹا تھا اس کے لیے نا قابل برداشت تھی ۔ اسے اپنے حال اور مستقبل سے کوئی دلچسپی نہ رہی ۔اس کا بھائی الزغل اور اس کے دوسرے جاں نثار اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ۔آہستہ آہستہ وہ ملاقات کی خواہش لے کر آنے والوں کو ٹالنے لگا۔تنہائی میں اس کا زیادہ وقت آنسو بہانے میں گزرتا۔رفتہ رفتہ اس کی بینائی جواب دینے لگی ۔

ایک دن الزغل اور بدر بن مغیرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے ۔ جب الزغل نے اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق گفتگو شروع کی تو سلطان نے آبدیدہ ہو کر کہا ''میرے بھائی! کوئی اور بات کرو ۔ہم دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں اپنے مقدر کے خلاف نہیں لڑ سکتے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا'' مجاہد اپنی تلوار کی نوک کے سے اپنی تقدیر لکھتے ہیں''۔

ابوالحسن نے جواب دیا ''لیکن میری تلوار ٹوٹ چکی ہے''۔

بدر نے کہا'' آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔دنیا کے ہر بڑے انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔

''تم ایسے انسانوں کو بڑے آدمیوں کی صف میں گھسیٹو جس کا بیٹا عبداللہ ہو۔ جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو میرے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ۔'' یہ کہہ کر سلطان نے منہ پھیر لیا ۔بشیر بن حسن دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آہستہ سے کہا۔''

سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں ۔آپ کی باتیں ان کی روحانی اور جسمانی تکالیف میں اضافہ کریں گی ۔ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ عبداللہ کو راہ راست پر لایا جائے ۔"

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا "عبداللہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے"۔

سلطان نے چونک کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں "کاش اسے کوئی سمجھا سکتا لیکن وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "وہ مجبور ہو جائے گا"۔

"لیکن میں مسلمانوں میں خانہ جنگی نہیں چاہتا"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"اگر چند دنوں کے بعد اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی تو مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔"

اس ملاقات کے بعد الزغل، بدر بن مغیرہ الزیغری اور فوج کے دوسرے افسروں نے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کیا جائے ۔

الزغل نے سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ سرداروں کے پاس وفد بھیجے ۔بدر بن مغیرہ کے جانباز چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر جہاد کی تبلیغ کرنے لگے ۔

بذات خود بدر بن مغیرہ اپنے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ مالقہ سے نکلا اور غرناطہ کے مضافات میں پہنچ کر ابو عبداللہ کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے کی مہم شروع کر دی۔

ابو عبداللہ کی فوج کے سپاہیوں نے اسے کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش

کی لیکن ان کی پیش نہ گئی۔ چند مقامات پر ابو عبداللہ کے سپاہیوں اور بدر بن مغیرہ کے سواروں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوئی اور بدر بن مغیرہ کے سوار انہیں پسپا کر غرناطہ کی چاردیواری کے پاس چھوڑ گئے۔

چند ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بدر بن مغیرہ نے غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں کے عوام کے تعاون سے غرناطہ کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ کسانوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اور اپنی پیداوار غرناطہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ شہر میں قحط کے آثار دیکھ کر ابو عبداللہ کے خلاف غرناطہ کے عوام کا دبا ہوا جذبہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور ان میں سے بعض غرناطہ سے فرار ہو کر مالقہ کا رخ کرنے لگے۔

ابو عبداللہ نے حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کو سرحدی عقاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا لیکن ایک ہفتے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ ان میں سے دو ہزار بدر بن مغیرہ کے ساتھ جا چکے ہیں اور باقی شکست کھانے کے بعد کسانوں کی چند بستیاں جلا کر واپس آ رہے ہیں۔

☆

تارِ عنکبوت

(۱)

بدر بن مغیرہ غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ایک شام اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے اطلاع دی کہ غرناطہ سے ایک بربری سردار کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے۔ بدر بن مغیرہ نے اسے فوراً اپنے خیمہ میں بلا لیا۔ منصور بن احمد بدر بن مغیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

بربری سردار نے خیمے داخل ہو کر ان دونوں سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں غرناطہ سے آیا ہوں"۔

"کہیے!" بدر بن مغیرہ نے کہا۔

بربری سردار نے قدرے تذبذب کے بعد کہا "میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

بدر بن مغیرہ نے منصور بن احمد کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

نو وارد نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور اٹھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابوداؤد نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب ہسپانیہ کو تباہی سے بچا سکتا ہے"۔

بدر بن مغیرہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا اور بربری سردار انتہائی دلچسپی سے اس کے چہرے پر تحریر کے اثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے ایک ثانیہ کے لیے بربری سردار کی طرف دیکھا اور پہلے سے زیادہ انہماک کے ساتھ دوبارہ پڑھنے لگا۔

خط کا مضمون یہ تھا:

''ایک ایسے شخص کی طرف سے جو اپنی کوتاہی عمل کے باعث اپنی قوم کے لیے ایک عضو معطل بن چکا ہے..... ایک ایسے مجاہد کے نام جس کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی مسلمانان اندلس کا آخری سہارا ہے۔''

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کون ہوں۔

غرناطہ میں اتنے بڑے انقلاب کے باوجود میری خاموشی کا باعث کسی مصلحت سے زیادہ میری مجبوریاں تھیں۔ اب بھی مجھے یقین نہیں کہ میرا خط آپ تک پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر میں نے قاصد پر اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی اور یہ خط آپ کو مل جائے اور اس سے کوئی خوشگوار نتائج برآمد ہوں تو میں اسے اپنی گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ سمجھوں گا۔ اور اگر میرے ایلچی کی غداری یا کسی اور وجہ سے میرا خط غرناطہ کے ملت فروشوں کے ہاتھ لگ گیا تو میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں گا جن کی بہترین خواہشیں اور امنگیں گمنامی کی موت کے پردوں میں چھپ جاتی ہیں۔ بہرحال میرے بعد اگر ربیعہ ابوعبداللہ کی بری خواہشات کا شکار نہ ہوئی تو وہ آپ کو تمام واقعات بتا سکے گی۔

ابو عبداللہ کی بغاوت کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں غرناطہ میں آتا ۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں ایک عقاب کی صحبت میں رہ کر درس زندگی حاصل کرنے کی بجائے ایک ایسے طوطے کو پڑھانے کا بیڑا اٹھایا جو ایک سنہری پنجرے میں بند تھا۔میں اسے نیلگوں فضاؤں میں پرواز کی لذت سے آشنا کرنا چاہتا تھا لیکن میں خود الحمراء کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہوں۔کاش ابو عبداللہ کو انسانیت کی سطح پر لانا میرے بس میں ہوتا ۔

میں حیران ہوں کہ میں صحیح حالات سے اس قدر بے خبر کیوں تھا اور صرف میں ہی نہیں، ابو موسیٰ، الزغل اور سلطان ابو الحسن بھی ان فتنوں سے بے خبر تھے۔ جو الحمراء کی چار دیواری کے اندر پل رہے تھے۔غرناطہ کا حکمران ابو عبداللہ نہیں بلکہ وہ سردار اور اکابر ہیں جو ان واقعات سے پہلے فرڈی نینڈ سے غرناطہ کی قیمت وصول کر چکے تھے۔ جب ابو عبداللہ نے بغاوت کا اعلان کیا تو الحمراء میں صرف ابو موسیٰ ایک شخص تھا جو ابو الحسن کا وفادار تھا اور وہ اب کسی تاریک کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے،
منافقین کی ایک منظم طاقت جس کا طلسم ابو موسیٰ
جیسے جادو بیان سے بھی نہ ٹوٹ سکا میری طرف
سے معمولی مداخلت بھی برداشت کرنے کے لیے
تیار نہ ہوئی۔ میرے لیے دو ہی راستے تھے ایک یہ
کہ میں بھری محفل میں ابو عبداللہ کے سامنے
بغاوت کا نعرہ بلند کروں اور اس کے عوض زندگی
کے باقی لمحات قید خانے کی تاریک کوٹھڑی میں
گزار دوں۔ دوسرا یہ کہ ایک خاموش تماشائی کی
حیثیت میں کسی ایسے وقت کا منتظر رہوں جب
حالات ابو عبداللہ کو میری باتوں کی طرف متوجہ
ہونے پر مجبور کر دیں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار
کیا۔ آپ اسے میری مصلحت اندیشی سمجھ لیجئے یا
بزدلی کہہ لیجئے بہر حال میرے اس طرز عمل کے
باعث الحمراء کے دروازے میرے لیے اب تک
کھلے ہیں۔ میں ابھی تک ابو عبداللہ کو کوئی صحیح قدم
اٹھانے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ لیکن بعض غلط اقدامات
سے روکنے میں میری تدبیریں کئی بار کامیاب ہوئی
ہیں۔ اب چند دن سے میں ابو عبداللہ کے طرز عمل
میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں اور اس تبدیلی کا

باعث یہ نہیں کہ اس کے دل میں اندلس کے مستقبل
کے متعلق کوئی خدشہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ
ہے کہ اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے۔وہ
خطرات جنہیں وہ غرناطہ سے بہت دور سمجھتا تھا اب
اسے غرناطہ کی چار دیواری کے قریب نظر آ رہے
ہیں۔شہر کی ناکہ بندی اور اہل شہر کی بے چینی سے
وہ سخت پریشان ہے۔اگر فرڈی نینڈ سے فوری امداد
کی امید ہوتی تو وہ شاید اس قدر مضطرب نہ ہوتا۔
لیکن فرڈی نینڈ نے اسے کے پیغام کا یہ جواب دیا
ہے کہ اسے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے
تیاری کی ضرورت ہے۔اس کی پریشانی کا یہ عالم
ہے کہ پہلے میں بڑی کوشش کے بعد اسے ملا کرتا تھا
لیکن اب وہ اپنی تسکین کے لیے مجھے کبھی کبھی آدھی
رات کے وقت بھی بلا بھیجتا ہے اور کبھی میری قیام
گاہ پر خود بھی آ جاتا ہے۔پرسوں ابو عبداللہ نے
آدھی رات کے وقت مجھے بلایا اور غرناطہ کے
حالات پر تشویش ظاہر کی۔میں نے چند باتوں سے
اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کے بعد یہ کہہ دیا
کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اور سلطان کے درمیان
مصالحت ہو جائے۔ابو عبداللہ کے منہ سے بے

اختیار نکل گیا کہ "کاش یہ ممکن ہوتا۔ اگر میرا والد مجھے معاف بھی کر دے تو میرے چچا کا دل کبھی میری طرف سے صاف نہیں ہو گا۔" آپ کے متعلق بھی اس نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ آپ اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ اگر سلطان کی طرف سے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی ہو تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اس نے کہا" ان حالات میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ سلطان میرے ساتھ مصالحت کی خواہش کرے گا۔ سرحدی عقاب کی کامیابیوں کے بعد وہ مجھے ایک بے ضرر دشمن خیال کرتے ہوں گے اور وہ میری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کی بجائے میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا زیادہ پسند کریں گے"۔

میں نے کہا "اگر میں نے سرحدی عقاب کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو غرناطہ کے معاملات کے ساتھ اس کی دلچسپی سلطان کے ساتھ دوستی یا آپ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے نہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نصرانیوں کے مقابلہ متحد اور منظم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اسے آپ کی صلاحیتوں کا علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ سلطان کو آپ کے حق

میں دست بردار ہونے پر مجبور کردے‘‘۔

ابو عبداللہ دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے مضطرب ہو کر کہا۔ ’’لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ سرحدی عقاب میرا ساتھ دے گا اور میرا والد الزغل یا میرے سوتیلے بھائی کو اپنا جانشین بنانے پر مصر نہیں ہو گا‘‘۔

’’میں نے اسے جواب دیا کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نصرانی حکومت کا تختہ الٹنا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ غرناطہ میں خانہ جنگی روکنے کے لیے اپنا ہر فیصلہ بدلنے پر آمادہ ہو سکتا ہے‘‘۔

میری ان باتوں سے ابو عبداللہ کو یہ امید ہو گئی ہے کہ آپ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے مصالحت کی کوشش کریں گے وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ مصالحت کے لیے ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا جائے لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ وہ تمام سرکردہ لوگ جنہیں مصالحت کی صورت میں اپنی جان کا خدشہ ہے ابو عبداللہ کے ارادوں کی مخالفت کریں گے اور وہ ابو عبداللہ کی جگہ کسی اور بے وقوف کو تخت پر بٹھا دیں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ وہ فرڈی نینڈ کو باپ اور بیٹے کی صلح سے پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کر کے اسے فوری مداخلت پر آمادہ کر لیں، اس لیے میں نے انہیں بے خبر رکھنے کے لیے ابو عبداللہ کو یہ سمجھایا کہ آپ نے صلح کے لیے وفد بھیجنے میں پہل کی تو ممکن ہے کہ وہ اسے آپ کی کمزوری سے تعبیر کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے اکثر سردار سزا سے بچنے کے لیے مصالحت سے پہلے ہی آپ کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جا ملیں یا آپ کو قید کر کے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ سر دست کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہ کریں اور ان کی طرف سے صلح کے ایلچی کا انتظار کریں۔

اور اب ابو عبداللہ صلح کے ایلچی کا انتظار کر رہا ہے، اور میرا کام یہ ہے کہ میں اسے مایوس نہ ہونے دوں لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرڈی نینڈ کے زرخرید سردار آپ کی طرف سے صلح کے کسی ایلچی کو الحمراء کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے اور ابو عبداللہ کا کوئی قاصد بھی کھلے بندوں آپ تک نہیں پہنچ سکتا اور مصالحت کی وہ گفتگو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کا ان ملت فروشوں کو علم ہو۔

اس لیے آپ کو ایک بہت بڑے امتحان
میں ڈال رہا ہوں۔میں نے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ
رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے الحمراء میں
داخل ہو جائیں تو میں تنہائی میں آپ کے ساتھ ابو
عبداللہ کی ملاقات کا انتظام کر سکتا ہوں۔اگر میری
تجویز کارگر ہو اور آپ پہریداروں کی نظروں سے
بچ کر الحمراء میں داخل ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ
نے غرناطہ فتح کر لیا۔ابو عبداللہ کو صرف یہ یقین
دلانے کی ضرورت ہو گی کہ اس کی جان کو کوئی خطرہ
نہیں۔اس کے بعد آپ کا ہر اشارہ اس کے لیے
ایک حکم کا درجہ رکھے گا۔یہ ملاقات میرے اپنے
مکان کے ایک کمرے میں ہو گی۔فرض کیجئے ابو
عبداللہ آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا اور
اس کی نیت میں فتور ہے تو بھی وہ سرحدی عقاب
کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہو گا۔آپ اس سے
ہر ایسے حکم پر دستخط کروا سکیں گے جو الحمراء پر قبضہ
کرنے کے لیے ضروری ہو گا اور ایسے احکام کی تعمیل
کے لئے محل کے چند ایسے مجاہد موجود ہوں گے
جنہیں میں ابو الحسن کا وفادار سمجھتا ہوں۔محل کے وہ
ملازم جو ملت فروشوں کے جاسوس ہیں یکے بعد

دیگرے اس کمرے میں بلائے جا سکیں گے اور
میری طرف سے ان کے لیے چار قوی ہیکل حبشی
جلادوں کا بھی انتظام ہوگا۔

الحمراء پر قبضہ ہو جانے کے بعد غرناطہ آپ
کے ہاتھ میں ہوگا۔ابو عبداللہ آپ کے اشاروں پر
ناچے گا ۔ ملت فروش سرداروں کو چھوٹی چھوٹی
ٹولیوں میں محل کے اندر بلایا جائے گا اور ان میں
سے نا قابل اصلاح عنصر کو جلادوں کے سپرد کر دیا
جائے گا۔اس کے بعد ابو عبداللہ کی طرف سے فوج
کو الحمراء کے دروازے کے سامنے جمع ہونے کی
دعوت دی جائے گی اور ابو موسیٰ کو قید سے نکال کر
ان کے سامنے تقریر کے لیے بلایا جائے گا۔آپ یہ
اندازہ نہیں کر سکتے کہ سپاہیوں کے دلوں میں ابھی
تک موسیٰ کے لیے کس قدر محبت ہے۔

اس کے بعد ابو عبداللہ جسے میں ذاتی طور پر
قابل معافی نہیں سمجھتا آپ کے رحم وکرم پر ہوگا۔

اب آپ کو فقط یہ بتانا باقی ہے کہ میں نے
آپ کے الحمراء میں داخل ہونے کی کیا تجویز سوچی
ہے۔میرا مکان دریا کی طرف الحمراء کے کونے میں
ہے ۔آپ اگر اچھے تیراک ہوں تو کشتی کے مدد

کے بغیر دریا عبور کر کے دیوار کے قریب پہنچ سکتے ہیں ۔دیوار کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا درخت ملے گا جس کا تنا دریا اس قدر جھکا ہوا ہے کہ اس کی شاخیں پانی کو چھوتی ہیں ۔اس درخت سے دائیں طرف کوئی بیس قدم چلنے کے بعد تقریباً چالیس بالشت کی بلندی پر آپ کو میری مکان کا دریچہ نظر آئے گا۔رات کے وقت یہ دریچہ روشن ہو گا۔اس دریچے کے نیچے کھڑے ہو کر اگر آپ دیوار کے ساتھ ٹٹولیں تو آپ کو ایک باریک رسی ملے گی ۔ آپ اس رسی کو کھینچیں گے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے گی اور میں رسی کی سیڑھی لٹکا دوں گا ۔آپ بآسانی میرے کمرے میں پہنچ جائیں گے۔ اگر کوئی خطرہ کی بات ہوئی تو رسی کے نچلے سرے کے ساتھ آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ بندھا ہوا ملے گا۔ آپ یہ پرزہ اتار کر لوٹ جائیں اور ان ہدایات پر عمل کریں جو اس میں درج ہوں گی۔

میں نے اس کے لیے چہار شنبہ کی رات تجویز کی ہے ۔اگر اس چہار شنبہ کو آپ نہ آ سکیں تو اگلے چہار شنبہ کی رات آ جائیں لیکن یہ چہار شنبہ اس لیے بہتر ہے کہ رات اندھیری ہو گی اور قرائن

سے معلوم ہوتا ہے کہ بادلوں کا زور چند دن تک اور رہے گا۔

اگر میں دریچے کے سامنے آپ کے استقبال کے لیے موجود نہ ہوا تو یہ سمجھئے کہ میں عبداللہ کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوں لیکن میری عدم موجودگی میں ربیعہ آپ کی رہنمائی کرے گی۔ چہار شنبہ کی رات ابوعبداللہ میرے ہاں مدعو ہو گا۔ آپ اس بات پر حیران نہ ہوں۔ جب سے ابوعبداللہ نے ربیعہ کو دیکھا ہے وہ مختلف بہانوں سے میرے ہاں چلا آتا ہے۔ کل اس نے در پردہ ربیعہ کو شادی کا پیغام بھیجنے کی حماقت کی تھی۔ ربیعہ پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار ہو گئی تھی لیکن انجلا کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ میرے سامنے ابوعبداللہ اپنی خواہشات کی ترجمانی کے لیے اشاروں پر اکتفا کرتا ہے۔ ان حالات میں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زیادہ دیر الحمراء میں نہیں ٹھہر سکوں گا۔

میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلایا جا سکتا۔ الحمراء

کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور
موت کے درمیان ایک نہایت تنگ و تاریک
راستے پر ہوگا۔اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے
سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے۔ممکن ہے کہ آپ
رات کے وقت الحمراء میں ایک چور دروازے سے
داخل ہوں اور صبح کے وقت آپ کے ساتھیوں کے
لیے غرناطہ کے تمام دروازے کھل جائیں اور یہ بھی
ہوسکتا ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی کسی ایسے
تاریک گوشے میں پھینک دیا جاؤں جہاں سے
دوبارنکلنا نصیب نہ ہو اور ہمارے ساتھ غرناطہ کا
مستقبل بھی دفن ہو جائے۔میرا ایلچی اگر آپ کے
پاس یہ طویل مراسلہ پہنچا دے تو یہ ضروری ہے کہ
جب تک یہ کام پورا نہ ہو جائے آپ اسے غرناطہ نہ
بھیجیں اور آپ کے آدمی اسے ایک معزز مہمان کی
حیثیت میں اپنے پاس رکھیں۔مجھے اس کی نیک
نیتی پر بھروسہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔فرڈی
نینڈ کے جاسوس آپ کو پکڑوانے والے آدمی کو
سونے میں تولنے کے تیار ہوں گے''

''ابوداؤد''

دوبارہ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ کمرے میں ایلچی کی موجودگی کا احساس

کیے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ خط کے الفاظ مختلف معانی کے ساتھ اس کے ذہن میں گھوم رہے تھے۔ وہ تصویر میں الحمراء کی چاردیواری دیکھ رہا تھا۔ اندھیری رات میں ایک دریچے سے داخل ہونے کے بعد وہ ربیعہ کے سامنے کھڑا تھا اور محبت کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹیں اس کا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ ''ربیعہ! ربیعہ'' اس نے اپنے دل میں لطیف اور خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ ''اسے ابو عبداللہ کے ناپاک ارادوں سے خدشہ ہے'' اس کا خون کھولنے لگا اور ''وہ عبداللہ کی طرف سے شادی کا پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار تھی!'' وہ مسکرا رہا تھا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد یہ لطیف جذبات بلند منصوبوں میں دب کر رہ گئے۔ وہ اپنی مہم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ الحمراء میں ابو داؤد کی موجودگی کے باوجود ابو عبداللہ کی بغاوت سے اس کے دل میں ابو داؤد کے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ اس خط پڑھنے کے بعد دور ہو چکے تھے...... ''میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ الحمراء کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور موت کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستے پر ہوگا اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے''۔ ابو داؤد کے یہ الفاظ اس کے کانوں گونجنے لگے۔

''میں ضرور جاؤں گا''۔ اس کا آخر فیصلہ تھا۔

(۲)

رات کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ابو داؤد اپنے مکان کے اس کمرے میں جس کا دریچہ دریا کی طرف کھلتا تھا۔ بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ایک حبشی غلام کمرے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیوار کے ایک گھنٹی

لٹک رہی تھی۔ابوداؤد مایوس سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ شاید آج نہ آئے۔اس نے حبشی غلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حبشی نے جواب دیا"ایسے طوفانوں میں دریا عبور کرنا آسان نہیں"۔

تھوڑی دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔اچانک دیوار کی گھنٹی کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کو جنبش ہوئی اور گھنٹی بجنے لگی۔

ابوداؤد نے کہا"وہ آگیا"۔

غلام نے جلدی سے اٹھ کر رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی اور تھوڑی دیر بعد سیڑھی کے نچلے سر پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے بولا۔"وہ اوپر چڑھ رہا ہے۔"چند لمحات اور گزر جانے کے بعد وہ بولا۔"میرا خیال ہے کہ اب وہ نصف سے زیادہ بلند پر آگیا ہوگا اگر اب رسی کاٹ دی جائے وہم سے کسی اور طریقہ سے قتل کرنے کی تکلیف سے بچ جائیں گے"۔

"آہستہ بولو۔وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ہے۔اس نے خود اوپر آنے سے پہلے کسی اور کو اوپر بھیجا ہوگا"۔

حبشی نے دبی ہوئی آواز میں کہا"تاہم جب وہ قریب آجائے گا تو آپ اس کی آواز سے اسے پہچان سکیں گے اور میری تلوار آپ کے اشارے کی منتظر رہے گی"

۔

ابوداؤد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور دریچے سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگا۔بجلی چمکی اور اسے چند گز کے فاصلے پر ایک نقاب پوش سیڑھی چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔

اس نے آہستہ سے کہا"خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے"۔

نقاب پوش نے اس کی بات کوئی جواب نہ دیا۔ابو داؤد نے قدرے تامل کے بعد پھر ’’آپ تنہا ہیں نیچے کوئی اور بھی ہے؟‘‘

نقاب پوش نے آخری دو تین قدم جلدی جلدی اٹھانے کے بعد دریچے میں اندر داخل ہو کر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔’’تاریکی میں مجھے محل کا یہ کونا تلاش کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔دریا کا پانی بہت تیز تھا‘‘۔

ابو داؤد نے کہا۔’’آپ سردی سے آئے ہیں۔چلئے دوسرے کمرے میں کپڑے بدل لیجئے۔‘‘

بدر بن مغیرہ نے نقاب اتارتے ہوئے کہا۔’’میں ایسے موسم میں پھرنے کا عادی ہوں‘‘۔

ابو داؤد نے کہا’’مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے‘‘۔

’’آپ نے مجھے فرض کی طرف بلایا تھا‘‘۔

’’آیئے یہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں‘‘۔

بدر بن مغیرہ ابو داؤد کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا جو نہایت قیمتی قالینوں اور کرسیوں سے مزین تھا۔ابو داؤد نے بدر بن مغیرہ کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا’’ابو عبداللہ اوپر کے کمرے میرے نوکر کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہے۔ آپ بہت دیر سے پہنچے لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شطرنج کے شوق نے اسے گھر جانے سے روک رکھا ہے۔وہ نوکر قابل اعتماد نہیں لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ ابو عبداللہ کو صبح تک شطرنج میں مصروف رکھ سکتا ہے۔محل سرا والوں کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے اس لیے اگر وہ صبح تک بھی یہاں بیٹھا رہے تو کوئی اسے بلانے نہیں آئے گا۔آپ یہاں بیٹھیں میں کسی بہانے اس نوکر سے نجات

حاصل کرنے کے بعد آپ کو اوپر بلالوں گا۔اور اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔آپ کے برابر والے کمرے میں وہ چار حبشی جلاد موجود ہیں جنہیں بروقت بلایا جا سکتا ہے۔میں جاتا ہوں۔آپ اطمینان سے بیٹھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں“۔

(۳)

ابو داؤد کمرے سے باہر نکل گیا اور بدر بن مغیرہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اسے ایک طرف سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔اس نے مڑ کر دیکھا اور اضطراری حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ربیعہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ربیعہ!اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی،”آپ......آپ یہاں کیوں آئے؟“

بدر بن مغیرہ اس کی پریشانی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔” کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے؟“

وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور بولی۔”میں ہر رات ایسے خواب کی تمنا کیا کرتی تھی لیکن کاش یہ ایک خواب ہوتا مگر یہ کسی ناخوشگوار خواب کی تعبیر ہے...... ایک ہولناک تعبیر......آپ یہاں سے نکل جائیے،خدا کے لیے“۔

بدر بن مغیرہ نے پریشانی کے باوجود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔” یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔تمہیں شاید معلوم ہیں کہ میں تمہارے باپ کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔“

”میں جانتی ہوں“انجیلا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔آپ ایک خطرناک

سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ابھی وقت ہے خدا کے لیے جلدی کیجئے!

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”کیا ابو عبداللہ اس وقت اوپر کے کمرے میں نہیں“۔

”یہ سب جھوٹ ہے۔ میں دوسرے کمرے میں دروازے کے ساتھ لگ کر ساری باتیں سن چکی ہوں۔ اگر اس کمرے کے دروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو میں جان پر کھیل کر بھی آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیتی“۔

”لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا باپ......“

”آپ میرے باپ کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ کو یاد نہیں جب ہم آپ کے پاس سرحدی قلعے میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نصرانیوں نے آپ پر حملہ کر دیا ہے“۔

”مجھے یاد ہے“

”وہ میرا خواب نہیں تھا۔ مجھے اپنے باپ کی سازش کا علم ہو چکا تھا اور اب انجلا نے مجھے اس سازش سے باخبر کیا ہے۔“

بدر بن مغیرہ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہ سازش ہے تو اس قدر مکمل ہوگی کہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود ہے۔ وہاں سے رسیوں کی سیڑھی ہی غائب نہیں ہوگی بلکہ چاردیواری کے نیچے ان کے آدمی پہنچ چکے ہوں گے۔ لیکن ربیعہ! قدرت کو اگر مجھ سے کوئی کام لینا مقصود ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا“۔

”وہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں“۔ ربیعہ نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

”مردہ قومیں شہیدوں کے خون کے بغیر زندہ نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ربیعہ اب

شاید بہت تھوڑا وقت باقی ہو۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

دور سے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ربیعہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ "بہت کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجئے کہ "ربیعہ تم میری ہو اور میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ نہیں نہیں مجھے جدا نہ کیجئے انہیں دیکھ لینے دیجئے۔ وہ شاید ابو اعبداللہ کو ساتھ لے کر آ رہے ہیں۔ ابو عبداللہ کو دیکھ لینے دیجئے کہ وہ جس کے لیے میں نے غرناطہ کی ملکہ کا تاج ٹھکرایا ہے کون ہے۔ بدر! میرے بدر! میرے آقا اگر یہ وقت نہ آتا تو میں شاید عمر بھر تمہیں یہ بتانے کی جرأت نہ کرتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہنے کی تمنا کرنا میرے تخیل سے بلند تھا لیکن موت میں تمہارا ساتھ دینے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔

"ربیعہ! میں تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ خدا کے لیے جاؤ وہ آ رہے ہیں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر وہ کیا کہیں گے"۔

"وہ یہ کہیں گے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور میں ان سے یہ کہوں گی کہ اندلس میں بدر بن مغیرہ کے سوا وہ کون ہے جس کی تلوار ہسپانیہ کی مظلوم اور بے کس لڑکیوں کی عصمت کی حفاظت کے لیے بلند ہوئی ہے...... وہ کون جس کی نگاہ میں فرشتوں کی سی پاکیزگی ہے"۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور عبداللہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی نیزے تانے اندر داخل ہوئے۔ ربیعہ کو وہاں دیکھ کر ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "ربیعہ! تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔"

ربیعہ ایک قدم آگے بڑھی اور اپنے باپ کی طرف غصے سے کانپتی ہوئی آواز

میں بولی۔ ”کہئے آپ نے ان کے کیا سزا تجویز کی ہے۔ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اگر یہ غرناطہ کے متعلق نیک خواہشات رکھنے کے مجرم ہیں تو میں بھی مجرم ہوں“۔

ابوداؤد نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ ”ربیعہ کو کبھی کبھی دماغی بیماری کا دورہ پڑا کرتا ہے ۔ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد بھی نہیں ہوگا کہ یہ جنون کی حالت میں کیا کچھ کہہ چکی ہے“۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ابوداؤد نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔

ابوعبداللہ کچھ دیر پریشانی کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ نیزے تان کر نصف دائرے کی شکل میں اس کی طرف بڑھنے لگے۔بدر بن مغیرہ نے جلدی سے اپنی تلوار نکالی اور اسے عبداللہ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ”ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کو اتنے آدمی لانے کی ضرورت نہ تھی“۔

ابوعبداللہ کے اشارے پر ایک سپاہی نے ایک تلوار اٹھالی اور وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھا اور بولا۔ ”مجھے امید نہ تھی کہ تم الحمراء میں داخل ہونے کے لیے اس قدر احمقانہ جرأت کا مظاہرہ کرو گے“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”اگر قصر الحمراء میں عقل سے مراد فریب، دھوکا اور بزدلی ہے تو مجھے اپنی حماقت کا افسوس نہیں ہونا چاہیے“۔

ابوعبداللہ نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ”میرے خیال میں ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں۔محل کے ایک کمرہ میں جو تمہاری شان کے شایان ہے بہت

سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بھلائی کے لیے میرے سپاہیوں کے حکم کی تعمیل کرو گے‘‘۔

ابو عبداللہ باہر نکل گیا اور سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا۔ ایک سپاہی ہتھکڑیاں لے کر آگے بڑھا اور بدر بن مغیرہ نے کسی تذبذب کے بغیر اپنے ہاتھ آگے کر دیئے۔

بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی کڑی نگرانی اور قندیلوں کی روشنی میں مختلف برآمدوں میں سے گزرتا ہوا دارالاسود میں داخل ہوا۔ راستے میں ہر قدم پر چمکتی ہوئی تلواروں کا پہرہ دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ صحیح تھا۔

(۴)

’’مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔‘‘ ربیعہ نے ابو داؤد کی آہنی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ابو داؤد نے اسے دھکا دے کر بستر پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ’’پگلی لڑکی اگر تمہیں اپنی عزت کا خیال ہیں تو میرے سفید بالوں کا ہی لحاظ کرو۔ تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں غرناطہ کے ذلیل ترین آدمی کے سامنے بھی آنکھ اٹھا سکوں‘‘۔

ربیعہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر گرتے ہوئے چلائی۔ ’’خدا کے لیے اس کی جان بچایئے۔ اگر میرے لیے نہیں تو غرناطہ کے لیے۔ اپنی بیٹی کے لیے نہیں تو اندلس کی لاکھوں مظلوم بیٹیوں کے لیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی اس کا نام نہ لوں گی ورنہ میں آگ میں جل جاؤں گی۔ الحمراء کے سب سے اونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا

دوں گی۔"

ابوداؤد اپنے سینے پر پتھر کا دل رکھتا تھا لیکن اس میں انسانیت کی ایک چنگاری روشن تھی۔اور وہ ارادوں کے باوجود اس چنگاری کو مسل نہ سکا۔اس کے دل میں انسانیت کے لطیف نغمے پیدا کرنے والے تمام تار ٹوٹ چکے تھے لیکن ایک تار ابھی تک باقی تھا۔وہ تار جس میں ربیعہ کے آنسو ارتعاش پیدا کر سکتے تھے۔دنیا کے لیے وہ سفاک انسان تھا۔ایک ایسا بے رحم انسان تھا جو اپنی معمولی سی خواہش کی تکمیل کے لیے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔لیکن ربیعہ کے لیے وہ ایک باپ تھا۔اپنی تمام بری خصلتوں کے باوجود وہ اپنے دل میں انسانیت کی اس سلگتی ہوئی چنگاری کو مسل نہ سکا جسے ربیعہ کی معصوم مسکراہٹوں نے روشن کیا تھا۔

ابوداؤد نے ربیعہ کو دوبارہ دھکا دینے کے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ شفقت پدری کے ان سنہری تاروں میں الجھ کر رہ گئے جنہیں توڑ ڈالنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ربیعہ کے آنسو اس پاؤں پر گرے۔اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی ٹانگوں سے بری طرح چمٹی ہوئی تھی۔اس نے نیچے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیئے۔اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ایک لمحہ کے لیے ابوداؤد نے محسوس کیا کہ ربیعہ کی آنکھوں میں چھلکتے آنسوؤں کے سامنے اس کی زندگی کی ہر خواہش بے حقیقت ہے۔اس نے مغموم لہجے میں کہا۔"ربیعہ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کے لیے تمہاری دیوانگی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا لیکن......"

ربیعہ نے سراپا التجا بن کر کہا۔ ’’ابا جان! آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کی موت غرناطہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگی‘‘۔

’’مجھے غرناطہ کی پروا نہیں۔ میں فقط تمہارے آنسوؤں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

ابو داؤد یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے ایک پیالی میں ڈال کر ربیعہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا ’’لو یہ پی لو لیٹ جاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں‘‘۔

ربیعہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے پیالی ہاتھ میں لے کر باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔ اگر اس کے لیے بھی آپ نے اسی قسم کا زہر تجویز کیا ہے تو میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہوں لیکن کاش آپ اپنے مجروح احساسات کی تسکین کے لیے میری موت کافی سمجھتے اور اندلس کے مسلمانوں سے ان کا آخری سہارا نہ چھینتے۔‘‘

ربیعہ نے پیالی اپنے ہونٹوں کے قریب لے جا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے سے انجلا نمودار ہوئی اور اس نے چلا کر کہا۔ ’’ربیعہ خدا کے لیے اسے مت پینا‘‘۔ اس نے بھاگ کر ربیعہ کے ہاتھ سے پیالی چھیننے کی کوشش کی لیکن ربیعہ نے فوراً ایک گھونٹ پینے کے بعد پیالی فرش پر پھینک دی۔ ابو داؤد کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ انجلا مبہوت اپنی سوتیلی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی اور ربیعہ ایک فاتحانہ انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

’’ربیعہ! تم نے کیا کیا؟‘‘ انجلا یہ کہہ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی اور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ اس زہر کی ایک پیالی مجھے بھی لا دیجئے۔ ہم دونوں نے ایک ہی سانپ کے گھر میں جنم لیا ہے، ہمارا انجام بھی ایک ہی جیسا ہونا

چاہیے۔"

"تم دونوں پاگل ہوگئی ہو۔میں نے ربیعہ کو خواب آور دوائی دی ہے جب تک میری کوششوں کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکلتا ربیعہ کا ہوش میں رہنا اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے ربیعہ کو بازو سے پکڑ کر بستر پر بٹھا دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ابھی وہ دس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ انجلا نے بھاگ کر پیچھے سے اس کا دامن پکڑ لیا اور اور کہا"ابا جان! اسے ضرور بچائیے۔ربیعہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گی"۔

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں کہا۔"انجلا میں اپنے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے کانٹے سمیٹنے جا رہا ہوں۔ڈر ہے کہ حصول مقصد کی بجائے میرے اپنے ہاتھ زخمی نہ ہو جائیں۔جب تک ربیعہ کو نیند نہ آجائے تم سے تسلی دیتی رہو کہ وہ بچ جائے گا"۔

"لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ اسے بچانے کے لیے اپنی تمام طاقت صرف کر دیں گے"۔

ابوداؤد نے بگڑ کر کہا۔"انجلا جاؤ، مجھے پریشان نہ کرو۔تم ربیعہ کی بہن ہو لیکن میں اس کا باپ ہوں"۔

انجلا ربیعہ کے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔"کاش! تم ایک باپ ہوتے"۔

وہ ربیعہ کے بستر پر اس کے ساتھ لپٹ کی بیٹھی گئی۔ربیعہ کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔اس نے اونگھتے اونگھتے اپنا سر انجلا کی گود میں رکھ دیا اور بولی۔"انجلا! اگر انہیں بچانے کی کوئی امید ہوتی تو مجھے بے ہوشی کی دوا نہ دی جاتی"۔

انجلا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔"مجھے یقین ہے کہ وہ سرحدی عقاب

کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچیں گے ۔ابو عبداللہ کو یقیناً اس بات کا احساس ہو گا کہ اس کے سپاہی غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"اگر ابو عبداللہ کو یہ احساس ہوتا تو وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت ہی کیوں کرتا۔ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ بدترین اذیتیں برداشت کرنے کے باوجود بھی غرناطہ کو تاخت و تاراج کرنا گوارا نہیں کریں گے"۔

"لیکن غرناطہ کے عوام سرحدی عقاب کے نام پر جان دیتے ہیں ۔وہ معمولی سی سختی بھی برداشت نہیں کریں گے"۔

ربیعہ نے کہا ۔"تم نادان ہو ۔عوام کی نگاہوں کے سامنے الحمراء کی بلند دیواریں حائل ہیں ۔الحمراء کے راز الحمراء میں ہی دفن رہیں گے۔"

"تاہم مجھے یقین ہے کہ امراء اپنی جان کے خوف سے سرحدی عقاب کے خلاف ابو عبداللہ کے برے ارادوں کی مخالفت کریں گے"۔

"نہیں بلکہ زیادہ احتمال اس بات کا ہے کہ ابو عبداللہ اپنی جان کے خوف سے ان ملت فروشوں کی خواہشات کی تکمیل کرے گا جو فرڈی نینڈ کے ساتھ غرناطہ کا سودا کر چکے ہیں ۔فرڈی نینڈ کو غرناطہ پر حملہ آور ہونے سے اگر کوئی بات روکے ہوئے ہے تو وہ سرحدی عقاب کا خوف ہے ۔اس کے قتل کے بعد غداروں کو اس بات کا اطمینان ہو گا کہ انہیں اس کے ساتھیوں کے انتقام سے بچانے کے لیے فرڈی نینڈ کی فوجیں پہنچ جائیں گی"۔

انجلا نے مایوس ہو کر کہا۔"ربیعہ! ابا جان یقیناً اسے بچا لیں گے لیکن فرض کرو ان کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوتی تو ہمیں کرنا چاہیے"۔

ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی ۔"

انجلا میں مایوس نہیں، میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتی ہوں جس نے ابراہیم کو آگ سے نکالا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس وقت حرم سرا تک پہنچ سکیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ملکہ ابوعبداللہ کی بیوی ہماری مدد کریں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ان کی قدر کرتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ میں نے پہلے یہ کیوں نہ سوچا"۔

انجلا نے کہا۔ "محل سرا کا پھاٹک اس وقت بند ہو گا لیکن چونکہ ابوعبداللہ اس وقت اپنے دربار میں ہے اس لیے پہریدار اور خواجہ سرا اس کے انتظار میں جاگ رہے ہوں گے۔ میرا ہار بند دروازوں کو کھلوانے کے لیے کافی ہو گا اور الحمراء میں سرحدی عقاب کے داخل ہونے کی خبر ایسی نہیں کہ ملکہ اور چھوٹی بیگم بے وقت جگائے جانے پر برہم ہوں۔ چلو! یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ امی جان گہری نیند میں خراٹے لے رہی ہیں۔"

ربیعہ نے بستر سے اٹھ کر انجلا کے ساتھ دو تین قدم اٹھائے لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ وہ ڈگمگا کر گرنے کو تھی کہ انجلا نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا اور بولی۔

"تم پر دوا کا اثر ہو چکا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کے لیے دعا کرو"۔

ربیعہ نے نیم خوابی کی حالت میں اپنا ہار اتار کر انجلا کی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی لے جاؤ"۔

☆

مجاہد اور غدار

(۱)

ابو داؤد مختلف خیالات کی کش مکش میں الحمراء کے اس ایوان کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ اور اس ساتھ ہی غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

وہ راستے میں چلتے چلتے رک جاتا اور کسی فیصلہ پر پہنچے بغیر آگے چل دیتا۔ زندگی میں پہلی بار وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے۔ایک ساعت قبل وہ اپنے عروج کی آخری بلند تک پہنچنے کے لیے تمام راستے صاف کر چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو دام فریب میں لانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔اس کے عوض میں وہ فرڈی نینڈ سے بڑے سے بڑا انعام مانگ سکتا تھا۔وہ اس کی فوج کے لے غرناطہ کا راستہ صاف کر چکا تھا۔ جب چند دن قبل اس نے ابوعبداللہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میں عنقریب سرحدی عقاب کو پابہ زنجیر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا تو اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے اگر آپ ہوا میں اڑ کر بھی دکھائیں تو مجھے بھی اس وعدے پر یقین نہیں آئے گا لیکن آج اس نے ابوعبداللہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو اپنی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔آج سے ایسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں گے اور غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے متعلق اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آچکا ہے۔ابوعبداللہ اس کی بساط سیاست کا ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ ضرورت کے وقت اپنی جگہ سے ہٹا سکتا تھا۔اسے مالقہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر وہ فرڈی نینڈ کو کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونے کا موقع دے سکتا تھا۔

لیکن ربیعہ کا خیال آتے ہی وہ خیالات کی ایک اور رو میں بہنے لگا۔ کیا میری تمام کوششیں ربیعہ اور انجلا کو دنیا بھر میں معزز ترین خواتین بنانے کے لیے نہیں؟ ربیعہ پگلی اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ کیا وہ اس کی موت کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ کیا ربیعہ کو ہمیشہ کے لیے مغموم بنا کر میں غرناطہ کا سلطان بننے کے باوجود بھی خوش رہ سکوں گا......؟ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سرحدی عقاب کی جان بچائی جا سکے؟ کوئی ایسی صورت جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑے؟''

اس کے دماغ میں ان سوالات کا جواب ''نہیں'' کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج رات بدر بن مغیرہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ اپنی امیدوں کے تمام قلعے مسمار کیے بغیر اس کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس نے سوچا اگر میں اسے بچانے کی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو بھی میرے لیے اس کے دل میں جو نفرت پیدا ہو چکی ہے وہ دور نہیں ہو سکے گی۔ وہ ربیعہ کا خاوند بن کر بھی میری ہر خواہش کی مخالفت کرے گا۔ وہ میرے راستے میں ایک ایسی چٹان ہو گا جسے توڑے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ ربیعہ اس کی رفیقہ حیات بن کر مجھ سے روز بروز دور ہوتی جائے گی اور ہمارے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہو جائے گی جسے پاٹنا ناممکن ہو گا۔ ربیعہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی جان بچانے کے بعد میرے لیے ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کی تمام خواہشات سے دست بردار ہو کر کہیں روپوش ہو جاؤں۔ نہیں، نہیں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ آخر میں ربیعہ کے متعلق اس قدر پریشان کیوں ہوں؟ اسے چند دن کے لیے صدمہ ہو گا میں اسے سمجھا سکوں گا۔ جب ہسپانیہ میں فرڈی نینڈ کے سوا کوئی میرا مدمقابل نہ ہو گا، جب سلاطین اور بادشاہ میرے دسترخوان پر بیٹھنے میں فخر محسوس کریں گے اور جب ربیعہ کسی بادشاہ کی ملکہ کی

حیثیت میں تخت پر رونق افروز ہوگی تو وہ یقیناً محسوس کرے گی کہ اس کا باپ اس کا دشمن نہ تھا۔

(۲)

دربار کے تمام دروازوں پر پہرے دار کھڑے تھے۔محل کے داروغہ نے ابو داؤد کا خیر مقدم کیا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ابو داؤد کو دیکھتے ہی حاضرین دربار تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کے خیر مقدم کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ کر ابو عبداللہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امرا کی کرسیوں کی دو قطاروں کے درمیان تخت کے سامنے بدر بن مغیرہ کھڑا تھا۔اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور اس کا چہرہ غصے تمتما رہا تھا۔

دبی زبان میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار سے سوال کرنے پر ابو داؤد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا بیان ختم کر چکا ہے۔سردار نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے الفاظ ہر شخص کے لیے ناقابل برداشت تھے۔وہ ابو عبداللہ کے متعلق یہ کہہ چکا تھا کہ تم بدطینت بھی ہو اور بے وقوف بھی اور دونوں صورتوں میں میں تمہیں قابل رحم سمجھتا ہوں۔

کچھ دیر دربار میں امراء اور علماء ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے اور ابو عبداللہ غصہ، حیرت، پریشانی اور تذبذب کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر وہ بولا۔"ہم تمہیں ایک بار پھر موقع دیتے ہیں کہ گر تم ہماری حکمرانی تسلیم کر لو تو تمہیں کچھ عرصہ نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا جائے گا"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔میں بزدلوں

سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا۔ میں اس شخص کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں جو اللہ کا باغی ہے، جو قوم کا غدار ہے، جو اپنے باپ کا دشمن ہے۔" بدر بن مغیرہ کی نگاہ ابو داؤد پر پڑی اور اس نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا:

"ابو عبداللہ! تم نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھے ہیں اور...... تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ صرف تمہارے دشمنوں کو ڈستے رہیں گے لیکن تم سانپوں کی فطرت سے واقف نہیں۔ وہ کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کا مجرم ہوں لیکن مجھے قسم ہے اس تلوار کی جو بارہا دشمنان اسلام کے خون میں نہا چکی ہے کہ اگر میرے دل میں تمہارے ساتھ لڑنے کی خواہش ہوتی تو الحمراء کی دیواریں میرے سپاہیوں کا راستہ نہ روک سکتی تھیں۔ میں تمہیں مختلف حیلوں سے راہ راست پر لانا چاہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے ایک ساتھی کی دعوت پر تمہارے محل میں اکیلا چلا آیا ہوں۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ چاہو صادر کر سکتے ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی مجرم ہوں اور تمہیں اپنا قاضی تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے تمہارے باپ کو بھی اس لیے اپنا امیر تسلیم نہیں کیا تھا کہ وہ غرناطہ کا سلطان ہے اور وہ سنگ

مرمر کی عمارتوں میں زرنگار کرسیوں پر بیٹھتا ہے
بلکہ اس لیے کہ اس نے اسلام کے بدترین دشمنوں
کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور تم تو فرڈی نینڈ کے
ہاتھ میں ایک کھلونا ہو۔تمہارے ذہن میں یہ خیال
کیسے پیدا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں
گا"۔

ابو داؤد نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار کے کان میں کچھ کہا اور وہ اٹھ کر بولا۔"سلطان معظم اب تک مجرم جو کچھ کہہ چکا ہے وہ اس سے اپنی ذات کو بدترین سزا کا مستحق ثابت کر چکا ہے،اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اسے سزا کا حکم سنا کر دربار برخاست کیا جائے۔آپ کے جانثاروں کے لیے مجرم کا یہ گستاخانہ طرز کلام ناقابل برداشت ہے۔"

باقی سردار اور علما یکے بعد دیگرے اٹھ کر اس کی تائید کرنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے لوگوں کو اپنا جاں نثار سمجھتا ہو۔ابو عبداللہ! یہ قوم کی لاش پر پلنے والے گدھ ہیں۔تم ان کی اعانت پر بھروسہ کر کے اپنے ساتھ غرناطہ کو بھی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہو"۔

ابو عبداللہ اٹھ کھڑا ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔"میں بدر بن مغیرہ کو سلطنت غرناطہ کا بدترین دشمن ہونے کے جرم میں موت کی سزا دیتا ہوں۔مجرم کو طلوع آفتاب سے پہلے قتل کیا جائے"۔

بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا۔بیت الحمراء کے اس کمرے میں آج تک ایسا مجرم پیش نہیں ہوا تھا جس نے اس قدر دلفریب اور مرعوب کن تبسم کے

ساتھ اپنے قتل کا حکم سنا ہو۔ اس کی خاموشی زبان حال سے کہہ رہی تھی۔ ''میں ہمیشہ موت کے ساتھ کھیلا ہوں۔ تم مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتے ہو لیکن مجھ سے میری مسکراہٹیں نہیں چھین سکتے۔ یہ تبسم جو میں نے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں سیکھا ہے آخری وقت تک تمہاری بزدلی، سفاکی اور مکاری کا تمسخر اڑاتا رہے گا''۔

(۳)

ابوداؤد نے عزم واستقلال کے اس پیکر مجسم کی طرف دیکھا اور غرناطہ کا تخت و تاج بے حقیقت نظر آنے لگا۔ اس نے اپنے دل میں سوال کیا۔ ''کیا دنیا کی کوئی دولت ایک انسان کو موت سے اس قدر بے نیاز کر سکتی ہے۔ آخر وہ کون ساجذ بہ ہے جس سے سرشار ہو کر یہ لوگ زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ یہ نوجوان جلاد کی تلوار کو اس قدر قریب دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور ربیعہ دوا کی پیالی زہر سمجھ کر پی گئی تھی آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ موت وحیات کا راز سمجھ گئے ہیں یا اس لیے کہ وہ زندگی کی صحیح راحتوں سے آشنا نہیں ہوئے اور کیا زندگی کی کسی ایسی لذت کو راحت کہا جا سکتا ہے جس پر آٹھوں پہر موت کا خوف سوار ہو۔ میں اندلس کے تخت پر قابض ہو سکتا ہوں لیکن کیا یہ کامیابی موت کے بھیانک چہرے کے سامنے مسکرانا سکھا دے گی؟ نہیں نہیں بلکہ ہر کامیابی کے بعد میرے لیے موت کا چہرہ بھیانک تر ہوتا چلا جائے گا''۔

اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ ''موت پر غالب آنا۔ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی موت وحیات صرف

خدا کے لیے ہے۔ بدر بن مغیرہ نے میری طرح اپنے لیے نہیں بلکہ صرف خدا کے لیے لڑنا سیکھا ہے۔ خدا اس کے لیے کسی موہوم طاقت کا نام نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ وہ حقیقت جس کا سہارا لے کر وہ موت کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے۔ کاش! میں موت پر ایسی فتح حاصل کر سکتا"۔ ابو داؤد اپنی مسند سے اٹھ کر عقبی کمرے میں چلا گیا۔ پہریدار بدر بن مغیرہ کو باہر لے گئے اور سردار اور علما یکے بعد دیگرے آگے بڑھ کر ابو داؤد کو اس کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرنے لگے لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ایک غلام نے آ کر کہا کہ ابو عبداللہ دوسرے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک خوبصورت کمرے میں ابو عبداللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ بدر بن مغیرہ کے سامنے اسے اپنی کمتری کا جو احساس ہوا تھا وہ ابو عبداللہ کی صحبت میں آہستہ آہستہ دور ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا نام نہاد سلطان اسے ایک مافوق الفطرت انسان تسلیم کرتا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کے ساتھ باتیں کرتے وقت بھی ابو عبداللہ کا لہجہ غیر معمول سے کہیں زیادہ نیازمندانہ تھا۔ جب ابو عبداللہ نے چند بار یہ کہا کہ آج سے آپ کا ہر اشارہ میرے لیے ایک حکم ہوگا تو ابو داؤد کا احساس برتری بیدار ہونے لگا۔ اور وہ یہ سوچنے لگا کہ وہ دنیا جس میں تھوڑی دیر قبل میرے خیالات بھٹک رہے تھے فقط ایک مفروضہ تھی۔ اس کرہ زمین پر بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ابو عبداللہ کی دنیا میں رہتے ہیں اور اس دنیا میں میں لاکھوں سے زیادہ ذہین اور عقل مند ہوں۔ میں ابو عبداللہ جیسے لاکھوں انسانوں کو اپنے اشاروں پر نچا سکتا ہوں۔ میں اس دنیا میں اپنی کامیابی کے

راستے صاف کر چکا ہوں ۔ میں انہی راستوں پر چلتا رہوں گا اور ہر نئی کامیابی کے بعد میرا احترام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مرتے وقت بھی مجھے یہ تلخ احساس نہیں ہوگا کہ میری زندگی کی کوئی حسرت پوری ہونے سے رہ گئی ۔ مجھے بدر بن مغیرہ کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے اس کی دنیا میری دنیا سے مختلف ہے ۔ مجھے اس کے متعلق سوچ کر پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ میری دنیا وہ ہے جہاں ابو عبداللہ جیسے احمق بستے ہیں ۔ میں ان میں سے لاکھوں کا راہنما اور حکمران بننے کے لیے پیدا ہوا ہوں ۔ میں انسانوں کے ریوڑ ہانکنے کے لیے پیدا ہوا ہوں ۔ ان خیالات میں اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اسے یہ پریشانی ہونے لگی کہ جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اسے کیا جواب دوں گا ممکن ہے کہ احساسات کی شدت نے اسے دوا کے اثر سے بے ہوش نہ ہونے دیا ہو ۔ میں اسے کیا جواب دوں گا اور انجلا بھی اس کا ساتھ دینے پر بضد نظر آتی ہے ۔ وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہوگی ۔ وہ مجھے اپنی بہن کے لیے ہمدردی کے آنسوؤں سے پریشان کرے گی ۔

ابو داؤد کی طرح ابو عبداللہ کو بھی یہ پریشانی تھی کہ اگر یہ خبر حرم تک پہنچ گئی تو اس کی ماں اور بیوی جنہوں نے موسیٰ کے قید ہونے پر تین دن تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اسے آڑے ہاتھوں لیں گی ۔

اس نے ابو داؤد سے کہا ۔ ”میں نے داروغہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے قتل کرتے ہی مجھے اطلاع دے ۔ میں اس کارروائی کے اختتام تک حرم میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا“ ۔

ابو داؤد نے کہا ”آپ ربیعہ کے طرز عمل سے پریشان ہوں گے مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی لیکن وہ بہت زیادہ ذکی الحس ہے ۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر بے

ہوش ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہ تھی"۔

ابو عبداللہ نے کچھ سوچ کر کہا۔" آپ برا نہ مانئے۔ اگر اس نے عالم ہوش میں بھی یہ باتیں کی ہوں تو کم از کم مجھے کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ غرناطہ کی ہزاروں لڑکیاں اس کی شجاعت کے گن گاتی ہیں۔ آج میں اس کی صورت دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں خود بھی ایک لڑکی ہوتا اس کی مردانہ اداؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ربیعہ اسے بہت جلد بھول جائے گی"۔

ابو داؤد نے موضوع بدلنے کے کہا۔"داروغہ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے سے پہلے نہیں آئے گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اتنی دیر شطرنج سے دل بہلائیں"۔

ابو عبداللہ بولا۔" آپ نے میرے دل کی بات کہی۔ لیکن ایک شرط ہے کہ رات کا باقی حصہ یہیں گزارا جائے"۔

ابو داؤد نے جواب دیا"میں دوپہر تک آپ کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار ہوں "۔

(۴)

بدر بن مغیرہ کو نہایت پیچیدہ اور زمین دوز راستوں سے گزار کر ایک ایسی کوٹھڑی میں پہنچایا گیا جس کا دروازہ صرف ایسے ہی موقعوں پر کھلتا تھا۔ ان آٹھ سپاہیوں کے علاوہ جو بدر بن مغیرہ کے ساتھ آرہے تھے راستے میں جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے۔ کوٹھڑی کے اندر مشعل جل رہی تھی اور جلاد اس کا منتظر کھڑا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر سپاہیوں نے اس کی کلائیاں ایک آہنی شکنجے میں کس دیں۔

سپاہی داروغہ کے اشارے سے باہر نکل گئے اور وہ دروازہ بند کر کے بدر بن

مغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا ”یہ ایک رسمی بات ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے آپ کی موت سے زیادہ کسی کی موت کا افسوس نہیں ہوگا۔ اس لیے میں الحمراء کے داروغہ کی حیثت سے نہیں بلکہ آپ کے ایک ہمدردی کی حیثیت سے آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ موت سے پہلے آپ کسی ایسی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے جسے پورا کرنا میرے بس میں ہو“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم بے بس ہو۔ میری ایک خواہش پوری کرنا شاید تمہارے بس میں ہو اور وہ یہ کہ اگر تمہیں کسی دن ابو عبداللہ کو ابو داؤد یا اس کے کسی اور دوست کے حکم سے موت کے گھاٹ اتارنا پڑے تو اس مقصد کے لیے یہ کوٹھڑی استعمال نہ کرنا میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کا خون میرے خون کے ساتھ شامل ہو۔“

داروغہ نے کہا۔ ”آپ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے چاہتے ہیں؟“

”نہیں۔ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے کے لیے مجھے کسی شخص کے توسط کی ضرورت نہیں وہ میرے بعد میری روح کا پیغام سن سکے گی تم اپنا کام ختم کرو“۔

داروغہ نے جلاد کی طرف دیکھا۔ جلاد نے گزشتہ دس برس میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ اس نے داروغہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر برچھا اٹھایا اور داروغہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسو پونچھنے لگا۔

کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور داروغہ نے جلدی سے مڑ کر جلاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”ٹھہرو! اور پھر اس نے دروازے کے قریب جا کر زور سے آواز دی ”کون ہے؟“

اس کے جواب میں پہریداروں کی سہمی ہوئی آوازیں آئیں ...... ”دروازہ

کھولو“۔

اس نے جلدی سے کنڈی کھول دی اور دروازے پر الحمراء کے ناظم اعلیٰ، ابو عبداللہ کی عمر رسیدہ ماں، اس کی بیوی اور راینجلا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ان کے پیچھے چند خواجہ سرا کھڑے تھے

الحمراء کے ناظم اعلی نے اندر جھانکنے کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔”ہم وقت پر پہنچ گئے ۔ بیگمات سلطان کے سب سے بڑے دشمن کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔“

داروغہ نے پریشان ہو کر کہا۔”بیگمات کی خواہش کی تعمیل میرا فرض ہے لیکن انہیں ہم لوگوں کو سلطان کے عتاب سے بچانے کا ذمہ لینا پڑے گا۔“

ابو عبداللہ کی ماں نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا”تمہیں انعام کی توقع رکھنی چاہیے ۔آج ہمارے بیٹے نے ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پائی ہے ۔ خواجہ سرا ان تمام سپاہیوں کو جن کی ہوشیاری سے ہمیں اپنے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ہماری طرف سے انعام دو اور ہماری طرف سے یہ درخواست کرو کہ ابو عبداللہ یا کسی اور کو اس جگہ ہماری آمد کا علم نہ ہو وہ بات بات پر بگڑنے کا عادی ہے “۔

ناظم، بیگمات اور راینجلا کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر لیا اور کہا۔” آپ مجرم سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں“۔

ابو عبداللہ کی ماں نے آہستہ سے کہا۔”کیا تم بھی بدر بن مغیرہ کو مجرم سمجھتے ہو؟“

داروغہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ابو عبداللہ کی ماں نے اپنا ہار اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا”یہ تمہارا انعام ہے“۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے اس کی تقلید کی اور اپنے جواہرات سے مرصع کنگن اتار کر حبشی جلاد کو پیش کر دیئے۔جلاد تذبذب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھنے لگا اور داروغہ ناظم کی آنکھ کا اشارہ پا کر بولا۔" ملکہ عالم! آپ حکم دیجئے ہم کسی انعام کے لالچ کے بغیر اس کی تعمیل کریں گے۔یہ ہار اور کنگن اپنے پاس رکھئے"۔

ابو عبداللہ کی ماں نے کہا۔"اس میں شک نہیں کہ الحمراء کی امارت اور سطوت ایک فسانہ بن چکی ہے لیکن سلطان کی ماں اور اس کی بیگم اس قدر تہی دست نہیں کہ اپنے وفاداروں کو معمولی انعامات بھی نہ دے سکیں۔ہمیں یہ احساس نہ دلاؤ کہ ہم غریب ہیں۔ہم پتھر کے یہ چند ٹکڑے سرحدی عقاب پر نچھاور کرنا چاہتی ہیں"۔

ناظم نے داروغہ سے کہا۔"اب کیا سوچ رہے ہو میں نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔انہیں چھوڑ دو"۔

داروغہ نے حبشی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے فوراً ابو عبداللہ کی بیوی کے ہاتھ سے کنگن لے لیے۔

بدر بن مغیرہ کا منہ دوسری طرف تھا۔وہ ان کی باتیں سن چکا تھا اور اس کی آنکھوں میں اس ذات کبریا کے لیے تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرتی۔

جلاد نے شکنجہ کھول دیا۔

بدر بن مغیرہ اٹھا اور مڑ کر اپنے محسنوں کی طرف دیکھنے لگا۔ملکہ نے آگے بڑھ کر کہا۔"بیٹا! مجھے اپنی ماں سمجھو۔ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے لیکن تم اگر اسے ایک نیکی سمجھو تو وقت آنے پر ابو عبداللہ سے انتقام لینے کی بجائے اسے رحم کا حقدار سمجھنا"

۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''میں اب بھی اسے قابلِ رحم سمجھتا ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ ملت فروشوں کے ہاتھ میں کس قدر بے بس ہے''۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''میں آپ سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ دل برداشتہ ہو کر اہلِ غرناطہ سے کنارہ کش نہیں ہو جائیں گے۔ صرف غرناطہ ہی نہیں بلکہ اندلس کی ہر مسلمان عورت آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے''۔

بدر بن مغیرہ نے متاثر ہو کر کہا۔ ''میری بہن! غرناطہ اسلامیانِ اندلس کا آخری حصار ہے میں اور میرے ساتھی آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے''۔

ملکہ نے کہا۔ ''یہ باتوں کا وقت نہیں مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ کا کوئی ساتھی اس طرف نہ آجائے۔ ہم تمہیں اپنی ذمہ داری پر رہا کر رہے ہیں اور ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہم ابو عبداللہ کے باخبر ہونے پر بھی اس کی نظرِ عتاب سے محفوظ رہیں گی تاہم محل کے ان ملازموں کے لیے جنہوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے تمہیں اس وقت تک روپوش رہنا پڑے گا جب تک ابو عبداللہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہوتا ورنہ تمہارے بجائے ان لوگوں کو روپوش ہونا پڑے گا اور الحمراء پر سلطنت کے غداروں کا پورا تسلط ہو جائے گا''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''اطمینان رکھیے صرف چند قابلِ اعتماد لوگوں کے سوا کسی کو میری زندگی کا علم نہیں ہو گا۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے میرا روپوش رہنا ضروری ہے''۔

ملکہ نے کہا ''خدا تمہارا حامی اور مددگار ہو''۔

(۵)

انجلا اب تک خاموشی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ

اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اضطراری حالت میں ایک قدم آگے بڑھی اور جھجکتے ہوئے بولی۔ ''آپ ربیعہ کے متعلق پریشان نہ ہو اس کا یہاں آنا مشکل تھا''۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے کہا۔ ''ہم انجلا کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں بر وقت خبردار کیا''۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ہونٹوں ایک احسان مندانہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''انجلا تمہارا طبیب یقیناً مجھ سے تمہارے متعلق پوچھے گا۔ اگر اسے کوئی پیغام دینا چاہو تو میں قاصد کا فرض ادا کرنے کے تیار ہوں''۔

ایک ثانیہ کے لیے انجلا کی رگوں کا تمام خون سمٹ کر اس کے گالوں میں آ گیا۔ اس کوٹھڑی میں داخل ہونے کے بعد اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ کاش وہ بشیر بن حسن کے متعلق کچھ کہہ سکتی۔ اسے اس کا تذکرہ چھیڑنے کا موقع ملنے کی امید نہ تھی۔ اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ موقع ملنے پر بھی اس کی زبان اس کی دل کی ترجمانی سے قاصر رہے گی لیکن بدر بن مغیرہ نے جیسے اس کے لیے جنت کے بند دروازے کھول دیئے وہ بولی۔ ''وہ میرے محسن ہیں...... میری طرف سے انہیں یہ رومال پیش کر دیجئے''۔

انجلا نے جھجکتے ہوئے آگے بڑھ کر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا رومال بدر بن مغیرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

بیگمات اپنی نسوانی ذکاوت حس سے بہت کچھ سمجھ چکی تھیں اس لیے وہ خاموش رہیں۔

ناظم کی تجویز پر بدر بن مغیرہ کو ایک تختے پر جو لاش اٹھانے کے لیے کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا لٹا دیا گیا اور اس کے اوپر چادر ڈال دی گئی۔

داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ تینوں خواتین باہر نکل گئیں۔ پہریدار دروازے سے چند قدم دور خواجہ سرا کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے اور وہ انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لیے اشرفیاں بانٹنے میں بخل سے کام لے رہا تھا لیکن بیگمات کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی جلدی تھیلی خالی کر دی۔

ایک ثانیہ کے لیے داروغہ دروازے میں کھڑا رہا۔ جب بیگمات کچھ دور چلی گئی تو اس نے باہر نکل کر پہریداروں سے کہا۔ ''سلطان کا حکم تھا کہ اس قتل کی خبر ہم تک محدود رہیں۔ ملکہ اور چھوٹی بیگم سلطان کی اجازت کے بغیر یہاں آ گئی تھیں۔ اب اگر یہ بات سلطان تک پہنچ گئی تو وہ بیگمات کو شاید کچھ نہ کہیں لیکن ہماری شامت آ جائے گی''۔

داروغہ نے چار آدمیوں کو لاش اٹھانے کے لیے اندر بلا لیا اور دوسروں کو جانے کی اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر بعد یہ چار آدمی اس تختہ کو جس پر بدر بن مغیرہ لیٹا ہوا تھا اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور ناظم اور داروغہ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کئی پیچ در پیچ راستوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دیوار کے سامنے رک گئے۔ یہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ داروغہ نے ناظم کے ہاتھ میں مشعل دیتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی کل گھمائی۔ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک دراڑ نمودار ہوئی اور یہ دراڑ بڑھتے بڑھتے ایک اچھی خاصی گزرگاہ بن گئی اور اس کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی کا شور سنائی دینے لگا۔ داروغہ کے اشارے پر ناظم نے مشعل کو ایک طرف رکھ دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سپاہیوں نے ان کی تقلید کی۔ اس دیوار سے باہر کوئی آٹھ دس گز چوڑے اور پانچ گز

اونچے چبوترے کے نیچے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔داروغہ کے اشارے پر سپاہیوں نے تختہ نیچے رکھ دیا۔ناظم نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا اور روہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا"تم برسوں سے میرے ساتھی ہو اس لیے تم سے کوئی بات چھپانا میں تمہاری وفاداری کی توہین سمجھتا ہوں۔میں تم پر ایک اہم راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں"

۔

داروغہ کو متذبذب دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔"آپ پریشان نہ ہوں وہ راز ہم پر ظاہر ہو چکا ہے اور مرتے دم تک ہمارے سینوں میں محفوظ رہے گا۔آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم لاش کی بجائے ایک زندہ انسان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں"۔

داروغہ خاموش رہا اور ناظم نے اپنی بغل سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر اس سپاہی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انعام ہے۔

اس نے کہا۔نہیں نہیں اہل غرناطہ کے لیے سرحدی عقاب زندہ رہنا ہمارا سب سے بڑا انعام ہے۔

کچھ دیر پس و پیش کے بعد ناظم اور داروغہ کے اصرار پر اپنے ساتھیوں کی رضا مندی دیکھ کر اس سپاہی نے تھیلی لے لی۔

داروغہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوال کیا۔" کیا دوسرے پہریداروں کو بھی شک تھا کہ ہم ان کی جان بچانا چاہتے ہیں۔"

"نہیں،تاہم ان میں سے اکثر کی یہ خواہش تھی کہ کاش ملکہ کو رحم آ جائے۔ مجھے خود بھی ملکہ سے یہ توقع نہ تھی لیکن مقتل کا جائزہ لینے کے بعد میری تسلی ہو گئی۔ وہاں خون کا چھینٹا تک نہ تھا۔"

ناظم نے کہا "اب تک جلادیہ کی پوری کر چکا ہوگا"۔

تختے پر سے بدر بن مغیرہ نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں اب مجھے زندوں کی دنیا میں پاؤں رکھنے کے لیے آپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں"۔

داروغہ، ناظم اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

ناظم نے کہا۔ دریا کے اس کنارے سے آگے ہمارا دائرۂ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ پانی سرد بھی ہے اور تیز بھی۔ اگر آپ کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہ ہو تو ہم کوئی اور انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن وقت بہت تھوڑا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ وہ ذات اقدس جس نے میری گردن سے جلاد کا ہاتھ روک لیا تھا مجھے ان سرکش موجوں سے بھی بچا لے گی"۔

ناظم نے کہا۔ بہت اچھا، خدا حافظ! آج آپ الحمراء کے چور دروازے سے داخل ہوئے تھے اور چور دروازے سے نکل رہے ہیں ہم اس دن کا انتظار کریں گے جب آپ کے لیے الحمراء کا بڑا دروازہ کھلا ہوگا۔

بدر بن مغیرہ خدا حافظ کہہ کر کنارے کی طرف بڑھا اور ایک لحظہ تامل کے بعد دریا میں کود پڑا۔

(۶)

دریا کے دوسرے کنارے تھوڑی دیر ستانے کے لیے بدر بن مغیرہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور ستارے جگمگا رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دبے

پاؤں چلتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں کھڑ ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد اسے دو آدمی تاریکی میں دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیئے۔وہ سوچ کر درخت کی آڑ سے نکلا اور دبے پاؤں ان کے پیچھے چلنے لگا۔

ان میں سے ایک نے آہستہ سے کہا۔اس نے بہت دیر لگائی۔اب صبح ہونے والی ہے۔

دوسرے نے کہا لیکن اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ ہم اس کا انتظار نہ کریں۔ کامیابی کی صورت میں اسے کافی وہاں رکنا پڑے گا۔

مگر اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر ممکن ہوا تو سیڑھی کے راستے آدمی اتار کر ہمیں صحیح حالات سے باخبر کرے گا۔

ممکن ہے کہ اسے اس بات کا موقع نہ ملا ہو اگر آپ اور انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے۔

بدر بن مغیرہ نے آواز دی۔"منصور"۔

وہ دونوں رکے اور مڑ کے بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئے۔دوسرا آدمی بشیر بن حسن تھا۔

اپنے ساتھیوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ پر تنگ آ کر بدر بن مغیرہ نے کہا۔"چلو یہاں سے نکلیں"۔چلتے چلتے بدر بن مغیرہ بشیر بن حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے کان میں کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیگا ہوا رومال اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

منصور نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا"معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے واپس نہیں آئے"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا ''تمہارا اندازہ صحیح ہے''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔''میرے خیال میں اب ہم خطرے کی حدود سے باہر آگئے ہیں۔آپ اپنی داستان شروع کردیں۔''

بدر بن مغیرہ نے چلتے چلتے اختصار کے ساتھ اپنی تمام سرگزشت بیان کردی۔ کوئی ایک کوس چلنے کے بعد یہ تینوں ایک گھنے باغ میں سے گزرتے ہوئے ایک اجڑے ہوئے مکان میں داخل ہوئے وہاں ان کے پانچ اور ساتھی گھوڑوں کی حفاظت کررہے تھے۔

جب یہ سب گھوڑوں پر سوار ہوگئے تو بشیر بن حسن نے سوال کیا۔''اب کس طرف کا ارادہ ہے؟''

بدر بن مغیرہ نے کہا۔میں تھوڑی دور جاکر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔یہ پانچ سپاہی میں اپنے ساتھ جنگل میں لے جاؤں گا۔منصور!تم آج صبح ہوتے ہی سلطان کے سپاہیوں کو مالقہ بھیج دو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس پہنچ جاؤ اور بشیر!تم مالقہ جاو،وہاں الزغل اور الزیغری کو تمام واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد یہ بتاؤ کہ کچھ عرصہ میرے روپوش ہونے میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ابوعبداللہ اور اس کے ساتھی فوراً فرڈی نینڈ کے پاس میری موت کی اطلاع پہنچائیں گے اور وہ فوراً حملہ کے لیے تیار ہو جائے گا۔الزغل کو مشورہ دو کہ میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹتا ہوا ہمارے علاقے میں داخل ہو جائے۔اگر فرڈی نینڈ نے تعاقب کیا تو ہم اسے ایک فیصلہ کن شکست دے سکیں گے۔یہ بھی ممکن ہے یہ کہ وہ ابوعبداللہ کی رضامندی سے غرناطہ کو مستقر بنا کر مالقہ کی طرف بڑھنا چاہے۔اس صورت میں سلطان کی افواج آگے بڑھ کر اسے سرحد پر روکنے کی کوشش کریں اور معمولی لڑائی

کے بعد پیچھے ہٹتی ہوئی جنگل میں پہنچ جائیں۔ میں وقت آنے پر ان کی راہنمائی کے لیے تمہیں بھیج دوں گا۔ انہیں یہ بھی تاکید کرنا کہ وہ دونوں صورتوں میں مالقہ کی حفاظت کے لیے کم از کم نصف فوج ضرور چھوڑیں۔

☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

سیاہ پوش

(۱)

بدر بن مغیرہ کے قتل کی افواہ اندلس کے طول وعرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ابو عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ خبر غرناطہ کے عوام تک نہ پہنچے لیکن ابو داؤد نے مشورہ دیا کہ یہ خبر مشہور ہونے کے بعد ابوالحسن مایوس ہو جائیں گے۔ چنانچہ غرناطہ کے بعض زرخرید خطیبوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ عوام میں سرحدی عقاب کے قتل کی خبر نشر کریں۔

فرڈی نینڈ کے پاس ابو داؤد نے اپنے ایلچی کو یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ ابو الحسن پر آخری ضرب لگانے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

ابو عبداللہ اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کر چکا تھا تاہم غرناطہ کے قرب و جوار میں سرحدی عقاب کے جانبازوں کی موجودگی اس کے لیے کم پریشانی کا باعث نہ تھی لیکن جب اس نے یہ سنا کہ سرحدی عقاب کے ساتھی غرناطہ کے محاصرے کا ارادہ ترک کر کے جا رہے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دو تین دن کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ وہ مالقہ سے بھی ابوالحسن کا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس نے محل میں جشن منایا اور رملت فروشوں میں انعامات تقسیم کیے۔

چند دنوں کے بعد اس کے پاس فرڈی نینڈ کا ایلچی پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ چند ہفتوں تک ہماری فوج اندلس کے جنوبی ساحل تک پہنچ جائے گی۔ فوج کا بیشتر حصہ سرحدی قبائل کی طاقت کچلنے کے لیے شمال اور مشرق کی طرف سے جبل شلیر کی طرف بڑھے گا اور دوسرا لشکر قادس اور شریش سے مشرق کا رخ کرے گا۔ یہ دونوں افواج سیرا نویدا کے پہاڑوں میں مل جائیں گی اور اس کے بعد ساحلی علاقے

کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیں گی۔ اتنی دیر میں تم فوراً غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ کر دو۔ ہمیں توقع ہے کہ تم اتنی دیر میں مالقہ کو فتح کر لو گے۔ لیکن اگر دشمن کی شدید مدافعت کے باعث جس کی مجھے توقع نہیں تم مالقہ پر فوراً قبضہ نہ کر سکے تو قاؤس کا حاکم تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔

ابو عبداللہ اپنے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ کو قتل کر کے فرڈی نینڈ کے راستے کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا حلیف اور سرپرست اس کے کندھوں پر کسی اور جنگ کا بوجھ نہیں ڈالے گا۔ وہ مالقہ پر آندھی کی طرح نازل ہو گا اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور اسے اندلس کا واحد حکمران تسلیم کرانے کے بعد واپس چلا جائے گا۔ اس نے فرڈی نینڈ کا پیغام سن کر پریشانی کی حالت میں ابو داؤد سے سوال کیا۔ کیا فرڈی نینڈ کو یہ علم نہیں کہ موجودہ حالات میں میرے لیے محفوظ ترین جگہ الحمراء کی چار دیواری ہے؟ سرحدی عقاب کے قتل کے بعد غرناطہ کے عوام میرے خلاف سخت مشتعل ہیں اور فوج کی طرف سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے باپ پر چڑھائی کی تو ان میں سے بعض میرا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ جا ملیں گے۔

ابو داؤد فرڈی نینڈ کی مصلحتوں کو سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ فرڈی نینڈ کو ابو عبداللہ پر پورا اعتبار نہیں کیا اور وہ اس سے مالقہ پر اس لیے حملہ کروانا چاہتا تھا کہ باپ اور بیٹے کے درمیان نفرت کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے کہ ان کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے جواب دیا ”شاید فرڈی نینڈ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن کی توجہ تین محاذوں پر تقسیم ہو جائے۔ اگر آپ نے جنگ سے پہلو تہی کی تو ممکن ہے کہ وہ آپ کی اعانت کا ارادہ ہی ترک کر دے۔ اس لیے آپ کو

کسی تاخیر کے بغیر مالقہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔سرحدی عقاب اور اس کے ساتھی دشمن کا سب سے بڑا سہارا تھے۔سرحدی عقاب مارا جا چکا ہے اور اس کے ساتھی اپنے گھروں گھروں کو جا چکے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ آپ فرڈی نینڈ کی آمد سے پہلے ہی مالقہ فتح کرلیں۔مالقہ کی فتح کے بعد جنوب کے تمام باغی سردار اور قبائل آپ کی اطاعت قبول کرلیں گے اور آپ کو فرڈی نینڈ کا احسان نہیں اٹھانا پڑے گا"۔

ابوعبداللہ نے کہا"میں مالقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحدی علاقے میں داخل ہو چکی ہوں"۔

ابوداؤد نے کہا۔"اگر حکم ہو تو میں یہ جواب لکھ بھیجوں"۔

ہاں! لیکن اس طرح لکھئے کہ بادشاہ یہ خیال نہ کرے کہ میں بزدل ہوں۔میں صرف محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

(۲)

ابوالحسن مفلوج اور نابینا ہو چکا تھا۔امراء کے اصرار پر اس نے اپنے بھائی الزغل کو اپنا جانشین بنا دیا۔فرڈی نینڈ اپنی لاتعداد فوج کے ساتھ قسطلہ سے نکلا اور قرطبہ کے پاس پڑاؤ ڈال کر اندلس میں مسلمانوں کے آخری دفاعی قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔اس نے شریش، اشبیلیہ اور رقاوس کے عیسائی امراء کو حکم دیا کہ وہ غرناطہ کے جنوب مشرق کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کوہ سیرانویدا کا رخ کریں۔اور باقی فوج کو ایک تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں شمال مشرق کے راستے سرحدی قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔

جب فرڈی نینڈ کی افواج بدر بن مغیرہ کے آزاد علاقے میں داخل ہوئیں تو انہیں عقب اور بازوؤں سے اکا دکا حملوں کے سوا کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہ

کرنا پڑا۔ عیسائیوں نے اپنے راستے کی بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر ڈالیں اور وہ بڑھتے ہوئے حوصلوں کے ساتھ سرحدی عقاب کی زمین پر پیش قدمی کرتے رہے۔ ایک دن ان کے سپہ سالار نے ایک ویران قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بہادرو! یہ وہ علاقہ ہے جہاں سرحدی عقاب کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اب ان باغیوں کا راہنما مارا جا چکا ہے اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ ہمارے بادشاہ کا خیال تھا کہ ہمیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ لوگ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں دشمن کے خون کی پیاسی ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم مالقہ نہیں پہنچتے ان کی پیاس نہ بجھ سکے گی۔ اس لیے ہمیں راستے میں آرام کیے بغیر آگے بڑھنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے وہ بھائی جو قادس کی طرف سے مالقہ کا رخ کر رہے ہیں ہم سے سبقت لے جائیں''۔

اگلے دن جب وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے انہیں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا عقب کی فوج پر اچانک ایک ہزار سواروں نے حملہ کیا اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

بدر بن مغیرہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اکا دکا حملے کرتا ہوا دشمن کی فوج کو ان خطرناک گھاٹیوں اور درّوں میں لے آیا جن کی ہر چٹان حملہ آور کے خلاف ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتی تھی۔ عیسائی فوج کے بعض جہاندیدہ افسروں نے اپنے سپہ سالار کو راستہ بدلنے کا مشورہ دیا لیکن وہ طاقت کے نشہ میں چور تھا اور اس کے سپاہی جو عام حالات میں ایسی گزرگاہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے، اپنے سپہ سالار کی طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ سرحدی عقاب کی موت کے بعد سرکش قبائلیوں کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ سیاہ پوش کی قیادت میں ایک ہزار سوار انہیں کافی نقصان پہنچا سکتے تھے اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ ان سے نپٹے بغیر آگے نکل جائیں۔

ایک شام عیسائی فوج سرحدی شہسواروں کے تعاقب میں دشوار گزار درّے اور تنگ گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد ایک وادی میں داخل ہوئی۔ سامنے بلند پہاڑ تھے۔ اس لیے سپہ سالار نے فوج کو وادی میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور کسی غیر متوقع حملے پیش نظر اس نے فوج کی چند ٹولیاں اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرا دینے کے لیے روانہ کر دیں۔ سارا دن یلغار کرنے کے بعد تھکی ماندی فوج پیٹ بھر کر کھانے اور جی بھر کر شراب پینے کے بعد سو گئی۔ فوج کا سپہ سالار اور دوسرے افسر بھی اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرہ دینے والوں کو رات کے وقت کسی غیر متوقع حملہ کی روک تھام کے لیے کافی سمجھ کر بے خبری کی نیند سو گئے۔ رات کے تیسرے پہر اچانک ان پہریداروں کی چیخیں سنائی دیں۔ سپہ سالار گھبرا کر اٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا خیمے سے باہر نکلا۔ چاروں طرف کہرام مچا ہوا تھا اور اردگرد بہت سے خیمے جل رہے تھے۔ عیسائی فوج تلواریں سنبھال رہی تھی کہ اچانک تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ آگ

کی روشنی میں سینکڑوں سپاہی حملہ آوروں کے تیروں کا شکار ہو گئے۔

سپہ سالار نے فوج کو تاریکی میں پناہ لینے کا حکم دیا۔سپاہی جلتے ہوئے خیموں سے ایک طرف ہٹنے لگے۔اچانک چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سنائی دیئے اور آن کی آن میں حملہ آور نیچے اتر کر عیسائیوں کے حواس باختہ لشکر پر ٹوٹ پڑے۔تاریکی میں عیسائیوں کے کئی سپاہیوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں۔

سپہ سالار نے اس امید پر کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو گی فوج کو چاروں طرف بکھر کر پہاڑیوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا لیکن پتھروں اور تیروں کی سخت بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔صبح آثار نمودار ہونے تک نصرانیوں کی یہ حالت تھی کہ افسر کو اپنے سپاہیوں اور سپاہیوں کو افسر کی خبر نہ تھی۔وہ درختوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔حملہ آور عیسائیوں کے بہت سے گھوڑے چھین کر ان پر سوار ہو چکے تھے اور باقی گھوڑے جن کی رسیاں کاٹ دی گئی تھیں بے تحاشا وادی میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ بہت سے سپاہی ان کے پاؤں تلے روندے گئے۔صبح کی روشنی میں عیسائیوں نے دیکھا کہ حملہ ان کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر نیزوں سے حملے کر رہے ہیں۔نصرانی سپہ سالار کو یہ امید تھی کہ حملہ آور صبح کے آثار دیکھتے ہی فرار ہو جائیں گے لیکن ان کا جوش وخروش دیکھ کر اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے اس وادی کو منتخب کر چکے ہیں۔میدان میں عیسائیوں کی لاشوں کی تعداد حوصلہ شکن تھی۔حملہ آورں کی نسبت ان کی فوج کی تعداد اب بھی پانچ گنا زیادہ تھی لیکن وادی میں سواروں کے پے در پے حملوں سے ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔سپہ سالار نے مدافعانہ جنگ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔وادی سے نکل کر اس نے ایک تنگ گھاٹی میں پہنچ کر یہ

محسوس کیا کہ اب اس کی فوج نیزہ بازوں کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے لیکن یہاں بھی اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ ایک بار پھر مہیب چٹانوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کے نعرے سنائی دیئے اور تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک پتھر سپہ سالار کے سر پر لگا اور وہ گر پڑا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ نائب سالار نے فوج کو تیزی کے ساتھ اس گھاٹی سے نکلنے کا حکم دیا۔ تیروں اور پتھروں کی بارش سے نکل کر ایک ہموار وادی میں پہنچ کر بچی کھچی فوج کا جائزہ لیا تو پچیس ہزار میں سے صرف آٹھ ہزار اس کے ساتھ تھے۔ پیچھے سے تعاقب کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے فوج کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔

وادی میں دو کوس چلنے کے بعد یہ فوج ایک گنجان جنگل میں داخل ہو رہی تھی کہ اچانک درختوں کی آڑ سے قریباً ایک ہزار سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے پہلے حملے میں ہی عیسائی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ ان حملہ آوروں کے آگے آگے وہی سیاہ پوش سوار تھا جس کو زندہ پکڑنے کا شوق عیسائی سپہ سالار کو ان خطرناک مقامات تک لے آیا تھا۔ قریباً دو ہزار عیسائی بھاگ کر جنگل میں جا چھپے اور باقی فوج نے تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔

(۳)

مالقہ کی حفاظت پر الزبیری کو متعین کرنے کے بعد الزغل پانچ ہزار جانبازوں کے ساتھ قرطبہ، اشبیلیہ، قادس اور شمال مغرب کے دوسرے شہر کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ مدافعانہ جنگ لڑتا ہوا پیچھے ہٹتا گیا اور سیرا نویدا کے دامن میں پہنچ کر سرحدی عقاب کا انتظار کرنے لگا۔

فرڈی نینڈ کو عقاب کی وادی میں اپنے سپہ سالار کی کامیابیوں کے متعلق نہایت حوصلہ افزا خبریں پہنچ رہی تھیں ۔اس نے الزغل کے پسپا ہوکر کر سیرا نویدا کی طرف ہٹنے کی خبر سنی تو دونوں افواج کے سپہ سالاروں کا حکم بھیج دیا کہ وہ ساحل کے شہروں کا رخ کرنے کی بجائے الزغل کو دونوں اطراف سے گھیر لیں اوراس کے ساتھ ہی اس نے غرناطہ میں ابوعبداللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ فوراً مالقہ پر حملہ کردے۔

ابوعبداللہ یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مالقہ کی فوج کا بیشتر حصہ الزغل کے ساتھ ہے اور الزیغری بہت تھوڑی فوج کے ساتھ شہر کی حفاظت کررہا ہے۔چنانچہ اس نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر مالقہ پر چڑھائی کردی۔فرڈی نینڈ کے زرخرید سرداروں کے علاوہ غرناطہ کے بعض ایسے لوگ بھی اس فوج میں شریک تھے جو اندلس میں مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے اور صرف زندہ رہنے کے لیے فرڈی نینڈ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

جس روز ابوعبداللہ اپنی فوج کے ساتھ غرناطہ سے نکلا اس سے ایک دن قبل عقاب کی وادی میں فرڈی نینڈ کی فوج کا صفایا ہو چکا تھا اوراس سے تین دن بعد سرحدی عقاب کے جانباز الزغل کے جھنڈے تل جمع ہو چکے تھے ۔الزغل کی فوج دشمن کی تعداد سے خائف تھی۔لیکن شاندار فتح کی خبر سن کران کے حوصلے بڑھ گئے۔ الزغل نے بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے ساتھ اپنی قیام گاہ کے اردگرد تمام چوکیوں کا معائنہ کیا۔بدر بن مغیرہ کے اپنے آدمیوں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔سپاہی الزغل کے ساتھ ایک نقاب پوش کو دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ بدر بن مغیرہ کے چھن جانے کے بعد قدرت نے انہیں ایک نیامددگار عطا کیا ہے۔اس کی قیام گاہ فوج کے پڑاؤ سے کچھ دور تھی اور الزغل کے چند چیدہ چیدہ افسروں کے سوا جو اس

راز سے واقف تھے کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔

الپکزرا کے جنگجو قبائل جوق در جوق الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ مدت کے بعد انہیں عقاب کی وادی کے مجاہدین کے دوش بدوش لڑنے کا موقع ملا تھا ۔چونکہ منصور بن احمد کو بدر بن مغیرہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اس لیے انہوں نے الزغل سے درخواست کی کہ ان کی قیادت منصور بن احمد کے سپرد کی جائے ۔منصور نے بدر بن مغیرہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کا نقشہ تیار کیا اور قبائلی مجاہدین کو تمام راستوں پر پھیلا دیا اور انہیں ہدایت کی جوں جوں عیسائیوں کی فوج آگے بڑھتی آئے وہ عقب سے اس سے پیچھے ہٹنے کے راستوں کی ناکہ بندی کرتے آئیں۔

یہ لشکر عقاب کی وادی پر حملہ کرنے والی فوج کے انجام سے بے خبر تھا۔ پانچ دن سیرا نویدا کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر اس کے سپہ سالار کے پیغام کا انتظار کرتا رہا لیکن قبائلی مجاہدن نے چند بار شب خون مار کر انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

تین دن کی پیش قدمی کے دوران میں چند بستیاں جلانے اور چند مردوں اور عورتوں کو قید کرنے کے بعد فرڈی نینڈ کا لشکر اس خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں سرحد کے عقاب بے قراری سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے چنے ہوئے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ دشمن کے ہراول دستے پر حملہ کیا اور آن کی آن میں انہیں تتر بتر کر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔عیسائی سپہ سالار صورت حال کا اندازہ کر رہا تھا کہ عقب سے قبائلیوں کے حملہ کی خبر ملی۔ یہ جگہ باقاعدہ لڑائی لڑنے کے تنگ تھی۔عیسائی سپہ سالار نے فوج کو تیزی سے آگے بڑھے کا حکم دیا۔گھاٹی سے آگے ایک ڈھلوان تھی اور اس کے آگے ایک وادی تھی۔عقب سے حملہ کی شدت محسوس کرتے ہوئے سپہ سالار نے اس وادی میں

اترنے کا فیصلہ کیا۔اس وادی کا نشیب کوئی دو کوس کے بعد ایک کشادہ جنگل سے جا ملتا تھا اور اوپر کی طرف اس کا دوسرا سرا دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ درّہ دکھائی دیتا تھا۔

جنگل میں سپہ سالار قبائلی حملہ آوروں کو بہت خطرناک سمجھتا تھا اور دوسری طرف اسے کسی تنگ درّے میں گھر جانے کا خطرہ تھا۔اس نے فوج کو رکنے کا حکم دے کر ہراول دستے راستہ دیکھنے کے لیے دونوں طرف روانہ کر دیئے اور خود حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر میں اس کی فوج کے عقبی دستے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حملہ آور ان کے جوابی حملوں سے پسپا ہو گئے ہیں۔

ہراول دستے کو جو سپاہی وادی کے نشیب کی طرف گئے تھے جنگل میں داخل ہوتے ہی نیزوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنے کے بعد لوٹ آئے اور انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ یہ جنگل تیراندازوں سے پٹا پڑا ہے۔

جو سپاہی وادی کے دوسرے کونے کی طرف گئے تھے انہوں نے ایک پہر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ وہ قریباً دس کوس تک دیکھ آئے ہیں۔وادی کا یہ سرا کہیں تنگ اور کہیں کشادہ ہے۔دونوں طرف پہاڑیاں کافی بلند ہیں۔راستے میں ہمیں دشمن کا کوئی سپاہی نہیں ملا۔چند چرواہوں نے بتایا ہے کہ یہ وادی دو دن کی مسافت کے بعد اس زرخیز علاقے سے جا ملتی ہے جہاں سے البکزرا کے قبائل کی بستیاں شروع ہوتی ہیں۔

عیسائی سپہ سالار کو یہ راستہ بھی خطرناک دکھائی دیا لیکن اس وادی میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد بھی اسے چاروں طرف سے گھر جانے کا خطرہ تھا۔اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر حملہ آوروں نے جنگل اور پہاڑ سے نکل اس سے ساتھ باقاعدہ جنگ نہ کی تو

بھی وہ شب خون مار کر اسے کافی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔اس کے سامنے سیرا نویدا کے بلند پہاڑ تھے۔بائیں طرف جنگل تھا جس کو دشمن کو صاف کر کے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔عقب میں ڈھلوان تھی جس کی طرف اسے لوٹ کر اسے پھر ایک بار ان تنگ گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔جنہیں عبور کرتے ہوئے وہ کافی نقصان اٹھا چکا تھا۔اسے یہ بھی احساس تھا کہ جنگل میں چھپی ہوئی فوج اس کے واپس مڑتے ہی پہاڑیوں پر پہنچ کر اس کا راستہ روک لے گی۔ناچار اس نے دائیں ہاتھ مڑنے کا فیصلہ کیا۔جب یہ وادی تنگ ہو جاتی پیادہ فوج کے سپاہی دشمن کے پتھروں اور تیروں سے محفوظ رکھنے کے لیے دونوں کناروں کی پہاڑیوں پر چڑھ جاتے اور جب یہ وادی کشادہ ہو جاتی تو وہ بلندی کے دشوار گزار راستے چھوڑ کر سواروں کے ساتھ آ ملتے۔ وہ شام تک اسی طرح چلتے رہے اور راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

رات ہو گئی لیکن فوج کے سپہ سالار کو پڑاؤ ڈالنے کے لیے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی۔رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر چلنے کے بعد یہ تنگ وادی اور دونوں طرف کی پہاڑیاں بلند نظر آنے لگیں۔تاریکی اس قدر زیادہ تھیں کہ پتھروں میں گھوڑے لڑکھڑانے لگے۔بعض افسروں نے سپہ سالار کو مشورہ دیا کہ یہ وادی خدا جانے کہاں ختم ہو۔ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہو اور وہاں دشمن ہمارا انتظار کر رہا ہو۔اس لیے بہتر ہے کہ یا تو ہم واپس مڑ جائیں یا گھوڑوں کو وادی میں چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ جائیں۔رات اگر ہم پر کوئی غیر متوقع حملہ ہوا تو بھی ہماری حالت اس قدر مخدوش نہیں ہو گی۔صبح کی روشنی میں اگر ہمیں واپس جانا پڑا تو بھی ہمارے پیادہ سپاہی پر چڑھ کر ہمارے راستے کی حفاظت کر سکیں گے۔

وہ ابھی یہ بحث کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک پتھر گرا۔ وہ بدحواس ہو کر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چند اور پتھر گرے اور زخمی ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بے محابا بارش ہونے لگی۔ سپہ سالار نے فوج کو پیچھے لوٹنے کا حکم دیا لیکن پتھروں کی بارش کا زور کم نہ ہوا۔ پتھروں کے شور اور زخمیوں کی چیخوں کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ایک قیامت برپا کر دی۔ پہاڑیوں کے اوپر حملہ آور اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

سپہ سالار نے فوج کو تباہی سے بچانے کے لیے حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جائیں۔ لیکن اس ہنگامے میں بہت کم سوار ان کا حکم سن سکے اور جنہوں نے اس کی حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کی انہوں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا کہ چٹانوں پر چڑھنا آسان نہیں۔ اکثر سوار وادی کے کسی کشادہ حصے میں پہنچنے کی نیت سے گھوڑوں کی باگیں موڑ چکے تھے۔

صبح تک یہ فوج اس وادی میں بھٹکتی اور قیامت خیز تباہی کا سامنا کرتی رہی۔ تیس ہزار سپاہیوں میں سے بارہ ہزار پتھروں کا شکار ہو گئے۔ پانچ ہزار پہاڑوں پر چڑھ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، باقی فوج واپس اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا لیکن انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ جنگل سے تازہ دم سوار نمودار ہوئے۔ ان کے سپہ سالار کے ہاتھ میں غرناطہ کا جھنڈا تھا۔ وہ آن کی آن میں گھوڑے اڑاتے ہوئے ان کے سر پر آ پہنچے۔ نصرانیوں کی تعداد اب بھی ان سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کی قیادت میں پانچ ہزار مزید سوار ایک پہاڑی سے اترے۔ ان کے جھنڈے

پر عقاب کی تصویر تھی ۔انہوں نے ایک ہی ریلے میں دشمن کی صفیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیں ۔میدان میں ''اسلام زندہ باد،غرناطہ زندہ باد،الزغل زندہ باداور مجاہدین زندہ باد ''کے نعرے بلند ہونے لگے۔

فرڈی نینڈ کی فوج کے تین ہزار سواروں نے میدان چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا۔ اور باقی فوج نے ہتھیار پھینک دیئے۔

قیدیوں میں دو ہزار کے قریب فرڈی نینڈ کے نائٹ اور فوج کے اعلی افسر تھے

۔

(۴)

ابو عبداللہ اتمام حجت کے لئے مالقہ کی طرف روانہ ہوا۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ الزغل مالقہ چھوڑ کر پہاڑوں کی جا چکا ہے اور مالقہ کی حفاظت کے لیے بہت تھوڑی فوج ہے۔اس کے علاوہ اسے یہ بھی تسلی تھی اگر وہ بہت جلد شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو بھی چند دن میں فرڈی نینڈ کی افواج پہاڑی قبائل کی سرکوبی کی مہم سے فارغ ہو کر اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔لیکن الزیغری نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔الزیغری کی فوج کی تعداد تھوڑی تھی لیکن اس کے سپاہیوں میں ابو عبداللہ کے کرائے کے سپاہیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ جوش وخروش تھا۔ جب افواج آمنے سامنے ہوئیں تو الزیغری نے اپنی فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کرتے ہوئے کہا:

''دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے لیکن یاد رکھو
کہ غدار کبھی بہادر نہیں ہوتے۔آج تمہاری جنگ
اپنی بقا کے لیے ہے۔اگر میدان میں تمہارے

پاؤں اکھڑ گئے تو مالقہ پر ابوعبداللہ کے ہاتھوں سے
فرڈی نینڈ کا جھنڈا نصب ہوگا۔خدا کی اعانت پر
بھروسہ کرو ۔ یہ ملت فروش اور کرائے کے سپاہی
تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے ۔ ابوعبداللہ کا
سب سے بڑا سہارا فرڈی نینڈ ہے لیکن تم یہ خوش
خبری سن چکے ہو کہ عقاب کی وادی میں اس کی آدھی
فوج مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں تباہ و
برباد ہو چکی ہے۔انشاءاللہ آج کل میں تم یہ بھی سن
لوگے کہ سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج کا بھی یہی
حشر ہوا ہے ۔مجاہدو! آگے بڑھو۔آج کے دن خدا
نے فتح کے لئے جس گروہ کو منتخب کیا ہے وہ تمہارے
سوا کوئی نہیں''۔

ابوعبداللہ اوراس کے بیشتر ساتھی شہر کے محاصرہ کا خیال لے کر آئے تھے ۔ الزیغری جیسے سرفروش کے ساتھ کھلے میدان میں نبرد آزما ہونا ان کی خواہش کے عین خلاف تھا۔ابھی وہ شش و پنج میں تھے کہ الزیغری کی فوج کا ایک سالار گھوڑا بھگاتا ہوا میدان میں آیا اوراس نے بلند آواز میں کہا:

''مسلمان صرف حق کے لیے لڑتا ہے۔اگر
تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے تو میں
اسے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں ۔اگر تمہارے دل یہ
گواہی دیتے ہیں کہ تم حق پر نہیں ہو تو یقین کرو کہ تم

ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے۔تم فرڈی نینڈ کی مدد کے بھروسے پر آئے ہو لیکن یقین جانو اس کا ایک سپاہی بھی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔عقاب کی وادی میں وادی میں اس کی آدھی فوج تباہ ہو چکی ہے اور سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج ہمارے سالارِ اعظم کے گھیرے میں آ چکی ہے لیکن ابو عبداللہ! اس کے باوجود اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو خود میدان میں ۔شاید تمہارا انجام ان گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لا سکے"۔

ابو عبداللہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور ان کے چہروں پر مایوسی دیکھ کر کہا یہ جھوٹ ہے۔تم ان کی باتوں میں نہ آؤ۔فرڈی نینڈ کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔"

ابو عبداللہ کے اشارے پر ایک بربری سردار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔مالقہ کے مجاہد نے نیزہ بلند کیا اور گھوڑے کو ایک چکر دے کر حملہ کر دیا۔آن کی آن میں ابو عبداللہ کی فوج بربری سردار کو زمین پر تڑپتا دیکھ رہی تھی۔

الزبغری کی فوج س کے اشارے کی منتظر تھی ۔الزبغری نے نیزہ بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور مالقہ کے مجاہدین آندھی کی طرح ابو عبداللہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

ایک ساعت کے بعد ملت فروشوں کا لشکر میدان میں چار سو لاشیں چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہا تھا۔الزبغری نے تھوڑی دوران کا تعاقب کیا لیکن مالقہ کو غیر محفوظ

سمجھ کر لوٹ آیا۔

ابو عبداللہ کے غرناطہ پہنچنے سے پہلے اہل شہر کو سیرانویدا اور عقاب کی وادی میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر مل چکی تھی۔ بازاروں اور گلیوں میں جشن فتح منایا جا رہا تھا۔ بعض لوگ مساجد میں جمع ہو کر الزغل کی درازئ عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے اور بعض چوراہوں میں جمع ہو کر غرناطہ کے شعراء سے سرحدی جانبازوں اور قبائلی مجاہدین کی شان میں قصائد سن رہے تھے۔

ابو عبداللہ کے الحمراء میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں اس کی شکست کی خبر مشہور ہو گئی اور لوگ محل کے دروازے کے سامنے جمع ہونے لگے۔ پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

محل میں داخل ہوتے ہی ابو عبداللہ کو اس کے نائب السلطنت نے بتایا کہ میں دونوں محاذوں پر عیسائی فوج کی شکست کی تصدیق کر چکا ہوں۔ فرڈی نینڈ کی شکست خوردہ افواج کے چند سپاہی بھٹکتے ہوئے غرناطہ کے پاس ایک بستی میں پہنچ گئے تھے۔ بستی کا سردار انہیں میرے پاس لے آیا۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس کی فوج عقاب کی وادی میں تباہ ہو چکی تھی۔ اور باقی وہ تھے جو سیرانویدا میں الزغل کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ غرناطہ کی بہت سی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی میرے پاس اس قسم کی اطلاعات پہنچی ہیں کہ انہوں نے میدان سے بھاگے ہوئے عیسائیوں کی کئی ٹولیاں دیکھی ہیں۔ اہل شہر میں ان خبروں سے کافی جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے اور طلبا نے مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے وفادار سرداروں کو قتل کر دیا ہے اور آپ کے ساتھ مہم پر جانے والے کئی سپاہیوں کے گھروں کو آگ لگا دی ہے۔

ابوعبداللہ نے تازہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے امراء کو دارالاسود میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ ابو دواؤد کو بلا لائے۔ غلام ابو داؤد کو بلانے چلا گیا تو عبداللہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد غلام نے واپس آ کر یہ اطلاع کہ ابو داؤد کہیں جاچکا ہے۔

ابوعبداللہ نے پریشان ہو کر پوچھا" کہاں "؟

غلام نے جواب دیا"اس بات کا صرف داروغہ کو علم ہے اور شرف باریابی کی بغاوت چاہتا ہے"

ابوعبداللہ نے کہا ''اُسے جلدی بلاؤ''

تھوڑی دیر کے بعد الحمرا کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبداللہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا

ابوعبداللہ نے سوال کیا ''تمہیں معلوم ہے ابو داؤد کہاں گیا ہے''؟

داروغہ نے جواب دیا'' اُس نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہا ہے''

''وہ غرناطہ سے کہیں باہر گیا ہے''

''وہ یہاں سے بگھی پر روانہ ہوا تھا۔اپنا ضروری ساز و سامان بھی ساتھ لے گیا ہے''

''جاؤ اس کے گھر سے پتہ کرو نہیں میں خود جاتا ہوں'' ابوعبداللہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن داروغہ نے کہا'' اس کا مکان خالی ہے''

''کیا کہا؟

وہ سب جا چکے ہیں

''ابو عبداللہ نے انتہائی بدحواسی میں داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''وہ کب گئے''؟

''آج دوپہر کے وقت''

''تم نے اُنہیں روکا نہیں''؟

''آپ کے حکم کے بغیر میں یہ جرات کیسے کرسکتا ھتا''

''اُن کے پاس کوئی ایلچی آیا تھا؟''

''نہیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر پریشان تھے''

''کیا میرے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئے ہیں؟''

''نہیں وہ یہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہے ہیں ۔الحمرا کے دروازے پر چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا اس لئے اُنہیں عقبی دروازے سے باہر نکلنا پڑا ۔وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ باہر کوئی انہیں دیکھ کر پہچان سکے اس لئے انہوں نے ایک مراکشی تاجر کا لباس پہن رکھا تھا''

ابو عبداللہ نے داروغہ کو رخصت کیا اور تھوڑی دیر تنہائی میں سوچنے کے بعد امراء کے کمرے میں داخل ہوا۔

ابو عبداللہ کے ساتھی شکست خوردہ ذہنیت کے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنے والی جنگوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی سمجھ کر اپنا مستقبل عیسائیوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا ۔ابوداؤد انہیں یقین دلا چکا تھا کہ فرڈنیٹیڈ وقت آنے پر انہیں اُن کی غداری کا صلہ ضرور دے گا لیکن فرڈنیڈ کی شکست اور ابوداؤد کے اچانک غائب ہو جانے سے اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی

جب ابو عبداللہ دارالاسود میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی

کرسیاں خالی ہیں۔پوچھنے پر اُسے پتہ چلا کہ بعض امرا عیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر روپوش ہو گئے ہیں۔ممکن ہے کہ الزغل کے ساتھ جا ملے ہوں اور چند غرناطہ کے مظاہرین کے ساتھ مل گئے ہوں“

ابوعبداللہ نے حاضرین سے پوچھا ”اب آپ کی کیا رائے ہے“؟

وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔بالآخر ایک سردار نے اُٹھ کر کہا

”سلطان معظم! الزغل کی افواج عنقریب غرناطہ کے دروازے پر کھڑی ہوں گی۔عوام کے جوش و خروش کی یہ حالت ہے کہ اگر الحمراء کی حفاظت کے لئے ناقابل تسخیر فصیل اور آہنی دروازے نہ ہوں تو آج وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔جن لوگوں پر ہمیں بہت زیادہ بھروسہ تھا وہ ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ہماری فوج مالقہ کی شکست کے بعد الزغل سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔اگر وہ غرناطہ پر قابض ہو گیا تو صرف سرحدی عقاب کے بدلے میں وہ ہم سب کو پھانسی پر لٹکا دے گا۔ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم غرناطہ چھوڑ کر فرڈنینڈ نے اس مہم پر بہت تھوڑی فوج بھیجی تھی اور وہ اس شکست پر خاموش نہیں بیٹھے گا۔سرِ دست غرناطہ ہمارے لئے غیر محفوظ ہے۔اگر یہ محفوظ ہوتا تو ابوداؤد اچانک

اس طرح غائب نہ ہو جاتا ۔اب ہمارے سامنے
سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم الزغل کے انتقام
سے کس طرح بچ سکتے ہیں“۔

دوسرے امراء نے یکے بعد دیگرے اس تجویز کی حمایت کی ۔ابو عبداللہ سر جھکا کر دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔”اگر آپ سب کی رائے یہی ہے تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا“۔

سردار نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا”تو بہتر ہے کہ ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں ۔میرے خیال میں رات کا وقت بہتر رہے گا لیکن آج مشتعل ہجوم الحمراء کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے ۔اس لئے ہمیں کل رات کے لئے تیار رہنا چاہیے“۔

ابو عبداللہ نے مجلس برخاست کی اور وزیر اعظم کو تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا ۔کچھ دیر دونوں اپنے مستقبل کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کرتے رہے

۔

ابو عبداللہ نے کہا”کیا آپ کو یقین ہے کہ فرڈنیڈ اس قدر نقصان اُٹھانے کے باوجود میرا کھویا ہوا تخت و تاج واپس دلانے کے لئے ایک اور جنگ کے لئے تیار ہو جائے گا ۔کیا وہ ایک شکست خوردہ اور کمزور دوست کے لئے جنگ کرنے کے بجائے میرے چچا کو ایک طاقتور دشمن سمجھ کر اس کی طرف مصالحت کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا؟ فرض کیجئے اگر والد اور چچا کے ساتھ مصالحت کی خواہش میں اُس نے مجھے اور میرے ساتھ آپ کو اُن کے حوالے کر دیا تو؟

وزیر نے سوچنے کے بعد کہا۔”اس بات کا فیصلہ مستقبل کے واقعات کریں

گے کہ ہمارا قدم صحیح تھا یا غلط، بہر حال ہم اپنا مستقبل فرڈنیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ ابو داؤد وہاں پہنچ چکا ہے اور اس کی موجودگی میں اگر فرڈنیڈ، الزغل یا آپ کے والد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں جب تک فرڈنیڈ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام نہیں لیتا اسے ہماری ضرورت رہے گی"۔

الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ "شمالی سرحد کا ناظمِ اعلیٰ شرف باریابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

ابو عبداللہ نے داروغہ کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اس وزیرِ اعظم کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں"۔

داروغہ نے کہا "سلطان معظم! میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ملاقات کے لئے مصر ہے۔ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے"۔

وزیر نے کہا۔ "لیکن وہ اس وقت الحمراء میں کیونکر داخل ہوا؟

داروغہ نے جواب دیا۔ "آج شام سلطانِ معظم کی آمد سے تھوڑی دیر قبل شہر کی ایک معزز خاتون جنہیں ملکہ عالیہ نے ہر وقت الحمراء میں آنے کی اجازت دے رکھی ہے ملکہ عالیہ کے پاس اس کا کوئی پیغام لے کر آتی تھیں اور ملکہ عالیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُسے محل میں بلا لاؤں"۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ "ملکہ اس سے مل چکی ہیں؟"

"ہاں۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کر لوں"۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ "وہ اس وقت کہاں ہے"

''وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ میں اسے امراء کی مجلس میں ہی حضور کی خدمت میں پیش کر دوں لیکن میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔ وہ سخت پریشان ہے''۔

ابوعبداللہ نے کہا ''اگر وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ فرڈنیڈ کی افواج کو شکست ہو چکی ہے تو کہہ دو کہ ہم اس سے نہیں مل سکتے''۔

''سلطانِ معظم! وہ زخمی ہے اور ملکہ عالیہ کا ارشاد ہے کہ اس کا آپ سے ملنا اشد ضروری ہے''

ابوعبداللہ نے کہا ''اچھا بلاؤ اُسے''

داروغہ سلام کر کے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور گلے میں بندھے ہوئے رومال کے ساتھ وہ اپنے بائیں بازو کو سہارا دئے ہوئے تھا۔

''سلطان معظم!'' اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا ''میں اس وقت آپ کے آرام میں مخل ہونے کی گستاخی پر معذرت چاہتا ہوں لیکن میرے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا

ابوعبداللہ نے کہا تم زخمی ہو

اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ ''یہ زخم معمولی ہیں میں آپ کی خدمت میں ایک افسوس ناک خبر لے کر آیا ہوں۔

ابوعبداللہ نے کہا ''اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے یا فرڈی نیڈ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو تم ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کر سکو گے''۔

''سلطان معظم! میں صرف اپنے علاقے کے متعلق کچھ کہنے آیا ہوں''۔

''وہاں لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہوگی۔ ہمیں ایسی خبروں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارے علاقہ کے باغی ہمارے خلاف غرناطہ کے باغیوں سے زیادہ پُر جوش نعرے نہیں لگاتے ہوں گے''۔

''نہیں میں باغیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں آیا حضور کے کانوں تک مظلوموں کی آواز پہنچانے آیا ہوں۔ شکست کھا کر بھاگنے والی عیسائی فوج نے انتقامی جذبہ کے تحت سرحد پر تباہی مچا دی ہے۔ انہوں نے ہماری پندرہ بستیاں جلا ڈالی ہیں۔ لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ چالیس کے قریب نوجوان لڑکیاں چھین کر لے گئے ہیں۔ سرحد پار کی بہت سی چوکیوں کے عیسائی سپاہی بھی ہمارے علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ میرے پاس کل پانچ سو سپاہی تھے۔ جن میں سے تین سو کے قریب مارے جا چکے ہیں۔ حملہ آوروں کی تعداد میں ہر گھڑی اضافہ ہو رہا ہے اور وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ انہوں اعلان کئے بغیر ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ سرحد کا علاقہ خالی ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے اس وحشت اور

بربریت کے طوفان کو فوراً نہ روکا تو دو تین دن میں
کئی ہزار پناہ گزین اپنے گھر بار چھوڑ کر غرناطہ پہنچ
جائیں گے۔

ابوعبداللہ نے کہا ان حالات میں تم مجھ سے کیا توقع رکھ سکتے ہو؟

نوجوان نے قدرے ہوش کے ساتھ کہا۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا ۔میں سلطانِ معظم کے کانوں تک اپنی قوم کی ان بیٹیوں کی آواز پہنچا چکا ہوں جن کی عصمت لٹ رہی ہے، جن کے کم سن بچے اُن کے سامنے قتل کیے جا رہے ہیں اگر سلطان معظم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں تو میں یہ جواب دوں گا کہ ہمیں ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے خلاف فوراً اعلان جنگ کر دینا چاہیے۔

ابوعبداللہ نے کہا ''ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مشتعل لوگوں کو الحمراء سے کیونکر دور رکھا جائے۔ اگر تمہیں ہماری مشکلات کا اندازہ نہیں تو خود جا کر دروازے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کو دیکھ لو''۔

میں انہیں دیکھ چکا ہوں اور یہاں بھی ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ نصرانی ہمارے دشمن ہیں۔ انہوں نے ہسپانیہ میں اپنی مسلم رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اب وہ مملکتِ غرناطہ میں بھی یہ کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ ابوعبداللہ نے کہا '' تمہارے کان اس قدر تیز ہیں لیکن تم یہ نہیں سن سکتے کہ ابوعبداللہ غدار ہے۔ الحمراء کی اینٹ سے اینٹ بجا دو''۔

ناظم نے کہا ''میں سب کچھ سن چکا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں ۔وہ آپ کو اپنا محافظ اور نگران سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا سلطان، ان کا محافظ اور نگران آنے والے خطرات کا مقابلہ کے لئے ان کی راہنمائی کرے گا۔ اگر

وہ آپ کو غیر سمجھتے تو قلعہ کے دروازے پر اسطرح جمع نہ ہوتے۔ وہ مشتعل ہیں لیکن آپ کے چند الفاظ اُن کا جوش وخروش ٹھنڈا کر سکتے ہیں نہیں بلکہ اُن کے جوش کا رُخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں'' اپنے سرحدی بھائیوں کی مصیبت کا علم ہو جائے اور ان کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ نصرانیوں کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے ہر شخص آپ کے جھنڈے تلے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہوگا ورنہ۔۔۔۔؟

ابوعبداللہ نے ناظم کو مذبذب دیکھ کر سوال کیا ''ورنہ کیا''۔

ناظم نے جواب دیا ''ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی تمام توقعات الزغل سے وابستہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔''

ابوعبداللہ نے کہا ''وہ اپنی توقعات الزغل سے وابستہ کر چکے ہیں''

لیکن سرحد پر نصرانیوں کے طرزِ عمل نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہو جائیں۔ اگر اسی وقت آپ فوج کو سرحد کے حملہ آوروں کی سرکوبی کا حکم دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر سپاہی کے بدلے میں غرناطہ کے عوام سے دس رضا کار مل جائیں گے۔ یہ ہماری تمام گذشتہ غلطیوں کا کفارہ ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے چچا بھی پچھلی تمام رنجشوں کو بھول جائیں گے''۔

وزیر نے ابوعبداللہ کو متاثر ہوتا دیکھ کر کہا ''سلطان معظم کے کسی فعل کو غلطی کہنا جرم ہے اور تم فوج کے ذمہ دار افسر ہو''۔

''اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو شاید یہ باتیں میرے منہ سے نہ نکلتیں''۔

ابو عبداللہ نے کہا ”اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ۔تم جا کر آرام کرو کل دیکھا جائے گا۔ناظم نے کہا ”سلطان معظم! میں فوراً سرحد پہنچنا چاہتا ہوں ۔اس وقت ہماری کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہوں گی ۔اگر صبح تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو مجھے کم از کم فوج کے پانچ سو سوار دے دیجئے ۔مجھے یقین ہے کہ میں طلوعِ آفتاب سے پہلے کم از کم دو ہزار رضا کار تیار کر لوں گا۔لوگوں کو صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ عیسائیوں کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں“۔

وزیر نے کہا ”ہم فرڈی نینڈ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر چکے ہیں“۔

”اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں سلطان معظم سے پوچھے بغیر رضا کاروں کی ایک فوج لے کر چلا جاتا“۔

وزیر نے کہا ”ہم علی الصباح فرڈی نیڈ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر احتجاج کریں گے ۔مجھے یقین ہے کہ ہماری سرحد پر عیسائیوں کا یہ حملہ اسی کی مرضی اور علم کے بغیر ہے“۔

ناظم نے جواب دیا ”بکری کا احتجاج بھیڑیے کی خصلت نہیں بدل سکتا“۔

ابو عبداللہ نے بگڑ کر کہا ”تم جا سکتے ہو۔اگر ہمیں کسی وقت تمہارے مشوروں کی ضرورت ہوئی تو ہم تمہیں بلا لیں گے ۔اس وقت ہمیں آرام کی ضرورت ہے“۔

”تو کیا سلطان معظم کا یہ حکم ہے کہ ان بے کس لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں؟

ابو عبداللہ نے زچ ہو کر کہا ”ہم نے ابھی تک تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تم صبح تک انتظار کرو ۔کل تک تم ہمارے مہمان ہو۔“ابو عبداللہ نے تالی بجائی ۔الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا ابو عبداللہ نے کہا انہیں مہمان خانے میں لے جاؤ۔

ناظم سرحد نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں وزیر اور سلطان کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

-----------اختتام-------حصہ اول----------

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006